نوائے
افغان جہاد
صفر ۱۴۳۲ھ
جنوری 2011ء
اسیروں کا چھڑانا اک معیّن فرض ہے تم پر
کہ فکو االعانی ہے حکم نبی، جو قرض ہے تم پر

خلیفۃ الرسول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سپہ سالار جیش اسلام حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح کے نام مکتوب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے واسطے ہیں جو تمام جہانوں کے پروردگار ہیں اور درود و سلام ہو اللہ کے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ امابعد:

تمہارا خط ملا، جس میں تم نے لکھا ہے کہ دشمن کی فوجیں تم سے لڑنے کے لیے روانہ کر دی گئی ہیں، نیز یہ کہ اُن کے بادشاہ نے اتنا بڑا لشکر بھیجنے کا وعدہ کیا ہے جس کا زمین میں سمانا مشکل ہو جائے گا۔ خدا کی قسم! تمہاری وہاں موجودگی سے زمین اپنی تمام وسعتوں کے باوجود اس پر اور اس کی فوجوں پر تنگ ہوگئی ہے! اللہ کی قسم مجھے تو یہ امید ہے کہ تم عنقریب شاہِ روم کو اس جگہ سے نکال باہر کرو گے جہاں وہ اس وقت مقیم ہے۔ تم اپنے رسالے دیہاتوں اور مزروعہ بستیوں میں پھیلا دو اور شامی فوجوں کو غلّہ اور چارہ سے محروم کر کے ان کی زندگی وبال کر دو۔ بڑے شہروں کا محاصرہ اس وقت تک نہ کرنا جب تک میرا حکم نہ آئے۔ اگر دشمن تم سے لڑنے بڑھے تو تم بھی لڑنے کے لیے آگے بڑھو اور اللہ سے دعا کرو کہ وہ تمہیں ان پر غلبہ عطا فرمائے۔ ان کے پاس جتنی رسد آئے گی میں اتنی یا اس سے دُگنی رسد بھیجوں گا۔ اللہ کا شکر ہے نہ تو تمہاری تعداد کم ہے اور نہ تم کمزور ہو۔ میری سمجھ میں نہیں آتا پھر تم ان سے لڑنے سے کیوں گھبراتے ہو، اللہ ضرور تم کو فتح عطا فرمائے گا اور دشمن پر غالب کرے گا۔ وہ تم کو سربلند کر کے یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ تم کس طرح اس کا شکریہ ادا کرتے ہو۔ عمروؓ بن العاص کے ساتھ اچھا طرزِ عمل رکھنا، میں نے ان کو سمجھا دیا ہے کہ صحیح مشورہ دینے سے دریغ نہ کریں، وہ تجربہ کار اور صائب آدمی ہیں۔

والسلام علیک ورحمۃ اللہ''

(فتوح الشام)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نوائے افغان جہاد

جلد نمبر۴، شمارہ نمبر۱

صفر ۱۴۳۲ھ جنوری 2011ء

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ" غازی کوتو اس کے غزوہ اور جہاد کا ثواب ملتا ہے اور جس شخص نے اس کو مال دے کر جہاد کے لیے بھیجا ہے، اس کو اپنے مال کا ثواب بھی ملے گا اور غازی کے عمل کا بھی"۔

(ابوداؤد)

اس شمارے میں

تجاویز، تبصروں اور تحریروں کے لیے اس برقی پتے (E-mail) پر رابطہ کیجیے۔

Nawaiafghan@gmail.com

انٹرنیٹ پر استفادہ کے لیے:

Nawaiafghan.blogspot.com

قیمت فی شمارہ: ۱۵ روپے

قارئین کرام!

عصرِ حاضر کی سب سے بڑی صلیبی جنگ جاری ہے۔اس میں ابلاغ کی تمام سہولیات اور اپنی بات دوسروں تک پہنچانے کے تمام ذرائع' نظام کفر اور اس کے پیروؤں کے زیر تسلط ہیں۔ان کے تجزیوں اور تبصروں سے اکثر اوقات مخلص مسلمانوں میں مایوسی اور ابہام پھیلتا ہے،اس کا سدِ باب کرنے کی ایک کوشش کا نام' نوائے افغان جہاد' ہے۔

نوائے افغان جہاد

- اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کفر سے معرکہ آرا مجاہدین فی سبیل اللہ کا مؤقف مخلصین اور محبین مجاہدین تک پہنچاتا ہے۔
- افغان جہاد کی تفصیلات، خبریں اور محاذوں کی صورت حال آپ تک پہنچانے کی کوشش ہے۔
- امریکہ اور اس کے حواریوں کے منصوبوں کو طشت از بام کرنے، اُن کی شکست کے احوال بیان کرنے اور اُن کی سازشوں کو بے نقاب کرنے کی ایک سعی ہے۔

اس لیے ....

اِسے بہتر سے بہترین بنانے اور دوسروں تک پہنچانے میں ہمارا ساتھ دیجیے

اداریہ

وہ دیکھو مجاہد مسلمان دیکھو!

جہاد فی سبیل اللہ، اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت ہی زیادہ محبوب عبادت ہے۔ جبھی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ذروۃ سنامہ 'اسلام کی کوہان سے تعبیر کیا اور اونٹ کے دودھ دوہنے کی مدت کے برابر بھی جہاد کرنے والے کو جہنّم سے آزادی کی بشارت سنائی اور پھر اس عبادت کی ادائیگی کے دوران اپنی جان سے گزر جانے والے شہید کے فضائل تو مسلمانوں کے بچے بچے کو ازبر ہوتے ہیں۔

جب جہاد اس قدر عزت و شرف والا عمل ہے اور اس پر بے پناہ اجر و ثواب اور اللہ تعالیٰ کی محبت و مغفرت کے وعدے ہیں تو یہ اسی قدر حساس اور نازک عبادت بھی ہے کہ اس میں دنیوی منفعت، عصبیت اور ریا جیسے رذائل شامل ہو جائیں تو تمام خوش خبریاں' خسارے کی وعیدوں اور آخرت کی بربادی میں بدل جاتی ہیں۔ اسی لیے ہر مجاہد کے لیے ازحد ضروری ہے کہ وہ اپنی نیت میں اخلاص پیدا کرے اور اللہ تعالیٰ سے ہر لمحہ راہِ جہاد میں استقامت، صبر اور اولوالعزمی سے ڈٹے رہنے کی توفیق طلب کرتا رہے۔

ہر مجاہد کے لیے دل میں عقیدۂ توحید کو اس کی تمام جزئیات کے ساتھ راسخ کرنا بہت ضروری ہے قلب و ذہن میں اس یقین کی مسلسل آبیاری کرنا کہ ہمارا ولی اور مولیٰ صرف ایک اللہ ہے، اُسی پر ہمارا بھروسہ ہے، اُسی سے ہماری تمام امیدیں وابستہ ہیں، اُسی کی نصرت ہمارا سہارا ہے، وہی ہے جو تمام ترقوتوں کا مالک ہے، محض اُسی پر توکل اور کامل توکل ہمارا زادِراہ ہے۔ ہماری تمام ترتگ و دو اور جدوجہد کا مقصدِ وحید صرف اُس کی رضا کا حصول ہونا چاہیے۔ یہی ہماری منزل ہے اور اسی منزل کے حصول کے لیے جسم و جان کی تمام توانائیاں اور مال و اولاد کی تمام قربانیاں اُس کی راہ میں پیش کرنے میں ہمیں ذرہ برابر تامل نہیں۔ توجہ اور دھیان دن، رات اللہ ہی کی ذات کی جانب مرکوز رہے اور اُس کی بڑائی اور علی کل شئی قدیر ہونے کا تصور تمام تر حسیات میں جاگزیں ہو۔ تلاوت اور ذکر الٰہی سے زبان ہمیشہ آباد رہے، دل و دماغ پر اللہ کی یاد کی گھٹا چھائی رہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہر کام میں ہماری رہنما ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگیوں کے مبارک تذکرے ایمان کو نشو نما دیتے ہیں ان کو پڑھنے اور سننے کا اہتمام بہت اہمیّت کا حامل ہے۔۔

مجاہد کی زندگی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اسوہ میں ڈھلی ہوئی ہوتی ہے باہمی معاملات میں رحماء بینھم کا منظر جھلکتا ہے، آپس کے تعلقات میں ہر مجاہد دوسرے مجاہد کے لیے احبک فی اللہ کی عملی نظیر پیش کرتا نظر آتا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کی تعریف ''المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدیہ'' کے الفاظ مبارکہ ادا فرما کر کی ہے اس لیے ہر لمحے حساس رہنے کی ضرورت ہے کہ ہمارے کسی قول یا عمل سے کسی مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے شریعت نے اس ضمن میں بہت مفصل ہدایات سے نوازا ہے کہ مسلمان کی جان، مال اور عزت دوسرے مسلمان پر حرام ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک تعلیم فرمائی کہ چھوٹی سے چھوٹی تکلیف بھی مسلمان کو نہ پہنچائی جائے، اسی لیے تو راستے سے تکلیف دہ اشیا کو دور کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس عظیم کام کا تقاضا ہے کہ ہر مجاہد ہر مسلمان کے لیے اخوت، پیار، ایثار اور قربانی کی مثال کے طور پر جانا اور پہچانا جائے۔

جہاد جیسی اعلیٰ و ارفع عبادت کی انجام دہی کے باوجود اگر ہمارا کوئی ایک عمل اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا موجب بنے تو خرابیٔ قسمت کا کوئی ٹھکانہ نہ رہے گا۔ لہٰذا اپنے اعمال کا ہر وقت جائزہ لیتے رہیں، گناہوں کی آلائشوں سے بچنے، شیطان لعین کے وسوسوں اور اُس کی اکساہٹوں سے اللہ کی پناہ میں آنے اور حقوق المسلم ادا کرنے کے حوالے سے بہت زیادہ محتاط رہتے ہوئے اپنا احتساب کرتے رہیں۔ صحابہ کرام رضون اللہ علیہم اجمعین کی زندگیوں میں جب کبھی ایسا موقع آیا کہ دشمن کے خلاف فتح حاصل نہ ہو رہی ہو، دشمن کے زیر ہونے میں تاخیر ہو رہی ہو یا اسلامی لشکر کسی جگہ وقتی مشکل کا شکار ہوا ہو تو وہ پاکباز ہستیاں فوراً اپنے اعمال پر نظر دوڑاتیں...... کہ کہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی سنتِ مطہرہ تو ہم سے نہیں چھوٹ گئی......بس جیسے ہی ذہن سے محو ہو جانے والی سنت کو ادا کیا...... اگلے ہی لمحے اللہ کی نصرت مومنین کی جانب متوجہ ہوئی۔ یاد رکھیں! اللہ سے تعلّق کی کمزوری، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں سے غفلت اور اپنے باہمی اخلاق و معاملات کو اللہ کے دین کے مطابق ترتیب دینے میں سستی ہی وہ بنیادی وجوہات ہیں جو نصرتِ الٰہی کے نزول میں رکاوٹ کا سبب بنتی ہیں۔ جہاد کے میدانوں میں اللہ کی مدد اُسی وقت مجاہدین کے شاملِ حال ہوتی ہے جب وہ خود کو کلیتاً اپنے رب کے سپرد کر دیں اور اپنے تمام اعمال و افعال سے پابند شریعت ہونے کا ثبوت پیش کریں۔ لہٰذا ہر مجاہد اپنے زادِراہ کا جائزہ لے کہ جنتوں کا سفر ہے اور راستہ طویل!!!...... بے شک سعادت و شہادت کی آرزو ہر مجاہد کے دل کو بے کل کیے ہوئے ہے۔ اس لیے لقائے رب کے شوق میں دیوانہ وار اس راہ پر چلیں......احکاماتِ شریعت کو مضبوطی سے تھامے ہوئے...... تعلّق باللہ کی شمع کو نہاں خانۂ دل میں روشن کیے...... کہ ربِ رحمٰن کی رضا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کبریٰ، شہدا کے متعلّق دی جانے والی بشارتیں اور حوروں کی بستی کے وعدے اِنہی پراگندہ بالوں اور تمام دنیائے کفر سے بھِڑ جانے والوں کے لیے ہیں جو پورے شعور کے ساتھ اپنے رب سے وعدہ کرتے ہیں کہ

زندگی میری فقط تیری رضا کے واسطے

اور جاں دے دوں میرے پیارے خدا تیرے لیے

توحیدِ عملی

عبداللہ عزامؒ

افغانستان میں اپنے قیام کے دوران میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ انسانی روح میں توحید اس طرح داخل ہو ہی نہیں سکتی، نہ ہی اس میں وہ شدت اور مضبوطی آسکتی ہے جو جہاد کے میدانوں میں آتی ہے۔ یہ وہ توحید ہے جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: 'مجھے قیامت سے پہلے تلوار کے ساتھ مبعوث کیا گیا' کیوں؟ 'تا کہ اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کی جائے۔' (بحوالہ حدیث، مسند احمد)

یعنی دنیا میں توحید کا قیام تلوار کے ذریعے ہوتا ہے، کتابیں پڑھنے اور عقیدے کے متعلّق علم حاصل کرنے سے نہیں ہوتا۔

بے شک اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جنہیں بھیجا ہی اس لیے گیا تھا کہ اس دنیا میں توحیدِ الوہیت قائم ہو، انہوں نے ہمیں یہ سکھایا کہ یہ توحید اسباق پڑھ کر نہیں سیکھی جاسکتی۔ بلکہ یہ روحوں میں صرف تربیت کے ذریعے پروان چڑھتی اور بڑھتی ہے، معرکوں میں مقابلے کے ذریعے، اور طواغیت کے خلاف اقدامات کرنے کے نتیجے میں جو حالات درپیش ہوتے ہیں ان کے ذریعے......ان قربانیوں کے ذریعے جو انسانی جان اس راہ میں پیش کرتی ہے......جب کبھی انسان اس دین کے لیے کوئی قربانی دیتا ہے، یہ دین اس کے لیے اپنا پوشیدہ حسن ظاہر کر دیتا ہے، اور اس کے لیے اپنے خزانے کھول دیتا ہے۔

اور اس بحث میں اس بات کا ذکر موزوں رہے گا، کہ کچھ لوگ جو اس توحید کی حقیقت اور فطرت کو نہیں سمجھتے، وہ ان لوگوں (یعنی افغان) جن کے ذریعے اللہ نے مسلمانوں کو عزت بخشی ہے، جن کے ذریعے اللہ نے دنیا کے ہر مسلمان کی اہمیّت بڑھا دی ہے، جن کے ذریعے اسلام اتھاہ گہرائیوں سے بلندیوں کی جانب محو پرواز ہے اور عالمی پلیٹ فارم پر ان قوتوں کے مقابل آ کھڑا ہوا ہے جنہیں لوگ آج کی دنیا میں 'سپر پاور' کہتے ہیں، وہ جنھوں نے اسلام کی ہیبت کو لوٹایا ہے، جو جہاد کی غیر موجودگی کی وجہ سے مفقود ہو چکی تھی۔

'اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب اور خوف نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں وہن ڈال دے گا۔' ہم نے سوال کیا 'یہ وہن کیا ہے؟' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: 'دنیا سے محبت اور موت سے نفرت۔' (بحوالہ حدیث، امام احمد۔ ابوداؤد) اور یہ خوف اور رعب جو ہمارا دشمن پر ہونا چاہئے کبھی ہمارے پاس واپس نہیں آسکتا مگر تلوار، لڑائی اور قتال کے ذریعے......

اور جیسا کہ میں کہہ رہا تھا کچھ لوگوں نے واقعتاً اس توحید کی اصل فطرت کو نہیں سمجھا، انہوں نے محض اس کے بارے میں چند الفاظ پڑھ لیے ہیں اور اب کہنے لگے ہیں کہ 'افغان کے عقیدے میں کچھ شرک اور بدعت وغیرہ موجود ہے۔'

اور ہم میں سے کچھ نے ان سے کہا: تمہارے عقیدے میں کچھ خرابی ہے

ہم اللہ کی پناہ میں آتے ہیں ایسی بہتان طرازی سے

شرک کے شعلے نہیں بجھتے مگر خون کی بارش سے

اور کیا توحید قائم ہوسکتی ہے سوائے (تلوار) کی تیز سفید دھار کی بدولت؟

تم پیچھے بیٹھ رہنے والی عورتوں کی مانند ہو! لہٰذا بیٹھے رہو کیونکہ یہ تمہاری نظر ہے جس میں خرابی ہے۔

جو لوگ اصلاً سمجھتے ہیں کہ توحید کیا ہے، توحیدِ عملی کیا ہے......صرف اللہ پر توکل، صرف اللہ کا خوف، صرف اللہ کی عبادت...... یہ بات محض چند کتابوں میں کچھ الفاظ پڑھ کر نہیں سمجھی جاسکتی۔ ہاں، توحیدِ ربوبیت (جو مشرکین قریش بھی تسلیم کرتے تھے) ایک یا دو دروس میں شرکت سے سمجھی جاسکتی ہے۔

ہم یہ بات سمجھتے ہیں کہ بیشک اللہ کا ہاتھ ہے جو ہمارے ہاتھوں کی مانند نہیں ہے۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ اسماء وصفات کے اصول کے تحت ہم اللہ کے اسماء الحسنٰی اور صفاتِ کریمہ کا اقرار کرتے ہیں جن کی تصدیق اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے اور قرآن مجید نے کی ہے......اور ہم ان سب کا بغیر کسی تاویل، تحریف، تعطیل (انکار)، تشبیہ اور تمثیل کے اقرار کرتے ہیں۔ اور ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ 'عرش پر بلند ہوا' اور ہم یہ نہیں کہتے کہ وہ اس پر 'غالب آیا'۔ اور استواء (اللہ کا عرش پر بلند ہونا) معلوم ہے لیکن اس کی کیفیت (کہ کیسے بلند ہوا) یہ معلوم نہیں، اس پر ایمان لانا فرض ہے اور اس کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے۔

لہٰذا ہم میں سے ہر کوئی اسے یاد کرتا ہے۔ آپ نے یاد کر رکھا ہوگا، صحیح؟ یا نہیں؟ یہ تو بہت آسان ہے، آپ کو پتہ ہے کیوں؟ کیونکہ یہ ایمان کا علمی پہلو ہے (جس میں عمل کی ضرورت نہیں ہوتی)......اس کا تعلّق جاننے اور اقرار کرنے سے ہے۔ اور کبھی کوئی نبی اس غرض کے لیے نہیں بھیجا گیا تھا۔ بلکہ انہیں صرف اس مقصد کے لیے بھیجا گیا تھا کہ توحیدالوہیت، توحیدِ عملی کا قیام ہو۔ اس بات پر ایمان کہ اللہ، اور میرا مطلب ہے اللہ پر خالص اور مضبوط بھروسہ کہ حقیقتاً وہی خالق ہے، وہی پالنہار اور رازق ہے، وہی موت اور زندگی دینے والا ہے (اور یہ ایمان انسان کی زندگی کے مختلف مواقع پر اعمال سے ظاہر ہو)...... یہ محض کوئی نظری عقیدہ نہیں ہے، وہ تو توحیدِ ربوبیت ہے۔ بلکہ دراصل توحیدِ الوہیت کا اقرار تو صرف ان اعمال سے ہوتا ہے جو زندگی میں کیے ہوں۔ اور توحیدِ الوہیت کا عقیدہ انسانی روح میں پیوست نہیں ہوسکتا خصوصاً اللہ پر توکل۔ رزق کے معاملے میں، (موت کے) وقتِ مقررہ کے بارے میں، منصب اور درجات کے معاملے میں...... انسانی روح توحید پر قائم نہیں ہوسکتی سوائے اس کے کہ جب وہ ان طویل واقعاتِ جنگ سے گزر رہی ہو، اور اس طویل سفر سے گزر رہی ہو، اور بڑی بڑی قربانیوں سے گزر رہی ہو، صرف تبھی روح میں اس توحید کی تعمیر شروع ہوگی، روز بروز، ایک ایک اینٹ کر کے، اور پھر توحید کی یہ عمارت روحِ انسانی میں بلند ہوتی چلی جائے گی۔

میں آپ سے پوچھتا ہوں: کون توحید کا زیادہ ادراک رکھتا ہے؟ وہ عمر رسیدہ شخص، بھائیوں نے ایک مرتبہ مجھے بتایا کہ ایک دن طیارے ہم پر بمباری کر رہے تھے اور ہم سب چھپ گئے سوائے ایک عمر رسیدہ شخص کے جس کا نام محمد عمر تھا۔ جب طیارہ مجاہدین پر بمباری کر رہا تھا

اس نے اس کی طرف دیکھا اور کہا: اے اللہ! کون زیادہ بڑا ہے؟ آپ یا یہ طیارہ؟ کون زیادہ طاقتور ہے؟ آپ یا یہ طیارہ؟ کیا آپ اپنے ان بندوں کو ان طیاروں کے لیے چھوڑ دیں گے؟'' اور اس نے اپنے دونوں ہاتھ اس طرح آسمان کی طرف اٹھائے اور اللہ تعالیٰ سے اپنی فطرت پر گفتگو کی۔ اس سے پہلے کہ اس کے الفاظ ختم ہوئے وہ جہاز گر گیا حالانکہ اس کو کچھ بھی مارا نہیں گیا تھا اور کابل ریڈیو سٹیشن نے یہ اعلان کیا کہ جو طیارہ گرایا گیا تھا اس میں ایک روسی جرنیل سوار تھا۔ چنانچہ یہ (توحید) ایک عقیدہ ہے، انسانی روح کی خوف سے آزادی ہے، موت اور مقام کے خوف سے۔

اور یہ ہمارے درمیان شیخ تمیم العدنانی موجود ہیں۔ شیخ تمیم، ۱۴۰۶ھ کی تیسویں رمضان کو جب روسیوں نے تین کمیونسٹ برانچوں کو بروئے کار لاتے ہوئے آپریشن کیا، یعنی تین ہزار افواج مع ٹینکوں، طیاروں اور میزائل لانچروں کے......اور ایک لانچر میں بیک وقت ۴۱ میزائل ڈالے جا سکتے ہیں جو بیک وقت داغے جاتے ہیں، آپ کی طرف ۴۱ میزائل آئیں جس سے آپ کے پیروں کے نیچے جو پہاڑ ہو وہ بھی ہلنے اور کانپنے لگ جائے۔ مورٹر، مشین گنیں اور بھاری توپیں، پانچ روسی بریگیڈ جن میں سے ایک سپیکناز بریگیڈ بھی تھا، حد درجے تیز رفتار بریگیڈ جسے 'روسی بجلی' کہا جاتا ہے۔ اور شیخ تمیم اس جنگ میں موجود تھے اور ان کا وزن کوئی ۱۴۰ کلو ہے، اسی لیے جب شیخ کو کسی پر غصہ آتا ہے وہ کہتے ہیں 'میں تمہارے اوپر بیٹھ جاؤں گا!' بس !اور اس کا مطلب یہ کہ وہ آپ کو مار دیں گے!

چنانچہ شیخ تمیم عدنانی ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے اور کہہ رہے تھے 'اے موت دینے والے میں رمضان کے آخری دن شہادت چاہتا ہوں'، تیسویں رمضان تھی، آخری دن تھا، انہوں نے قرآن کی تلاوت شروع کر دی، اور پورا ایک پارہ پڑھ لیا جبکہ ان کے چہرے کے سامنے سے، اور کان کے پاس سے گولیاں گزر رہی تھیں۔ کوئی یہ یقین بھی نہیں کر سکتا تھا کہ وہ ابھی تک اس درخت کے نیچے زندہ ہوں گے، جبکہ طیارے بمباری کر رہے تھے، اور دشمن کے گولے اور میزائل ان کی جانب داغے جا رہے تھے۔ وہ درخت پوری طرح جل گیا، شعلے بھڑک اٹھے، ایسے میں آپ اپنے پاس بیٹھے شخص کو بھی پورا جملہ نہیں کہہ سکتے۔ اگر آپ کہنا چاہیں 'تمہارے پاس گولیاں ہیں؟' تو آپ نے اتنا ہی کہا ہوگا کہ 'تمہارے پاس' کہ اگلا لفظ اپنی جانب آنے والے راکٹ یا مارٹر یا بم کی وجہ سے نہیں کہہ سکیں گے، اور آپ کا جملہ کبھی پورا نہیں ہو سکے گا (حالت اتنی سخت تھی!)

جب بھی شیخ تمیم کسی ایسی آیت سے گزرتے جس میں جنت کا ذکر ہو مثلاً **اولـئـک اصـحـب الـجنة هم فيها خلدون**۔ '' یہ اہل جنت ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔'' تو اس کو بار بار دہراتے کہ شاید جب میں جنت کہوں تب مجھے گولی لگے۔ تو اسی طرح انہوں نے پہلا پارہ ختم کر لیا، دوسرا بھی ختم کر لیا اور جب وہ ایسی آیت سے گزرتے جس میں جہنّم کا ذکر ہو تو اس سے جلدی سے گزرتے اس ڈر سے کہ کہیں دوزخ کے بارے میں پڑھتے ہوئے انہیں گولی نہ لگ جائے۔ انہوں نے تیسرا پارہ پڑھ لیا، چوتھا پڑھ لیا، پانچواں پڑھ لیا، یہ سب ایسی ہولناک حالت میں جو انسان کو اس کا نام بھی بھلا دے۔ واللہ! میرے بھائیو! ہمارے لیے مشکل ترین بات استنجا کے دوران ہوتی تھی، کیونکہ کسی کے لیے یہ سوچنا ناممکن تھا کہ وہ استنجا کے لیے جائے گا اور زندہ بچ جائے گا، اس بات کا خوف ہوتا کہ اسی دوران شہید نہ ہو جائیں، یہ ہمارے اوپر ایک بوجھ ہوتا تھا۔

چنانچہ پھر شیخ نے کہا، ''اے اللہ! اگر شہادت نہیں تو کم از کم ایک زخم ہی سہی!''، چھ منٹ گزر گئے، سات منٹ، مسلسل چار گھنٹے گزر گئے جبکہ وہ لگاتار بمباری کے نیچے تھے گویا بارش ہو رہی ہو......

شیخ تمیم کہتے ہیں، ''اس دن مجھے یہ سمجھ آیا کہ کوئی موت نہیں ہے، کوئی مر نہیں سکتا مگر اس خاص لمحے میں جو رب العالمین نے مقدر کر رکھا ہے۔ اور کوئی بھی خطرے میں ڈالنے والا خوفناک اقدام مقررہ وقت کو قریب نہیں لاتا، نہ ہی تحفظ اور امن موت کو دور بھگاتا ہے۔''

یہ وہ چیز ہے جو انہوں نے ابن تیمیہؒ کے فتاویٰ میں پڑھی تھی، جن کی شریانیں جل رہی تھیں اور جن کی روح اپنے دور کے میزائلوں سے پس رہی تھی......توحید کا عقیدہ، موت اور ساز و سامان کی عدم فراہمی سے بے خوفی کا عقیدہ......

آپ کو ایسا شخص ملے جو ایک عام زندگی گزار رہا ہو، اگر اس سے کہا جائے کہ انٹیلی جنس ایجنٹ تمہارے گھر آئے تھے تو وہ، اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے، مفلوج ہو جائے۔ یا آپ اس کو یہ بتا دیں کہ میں نے CIA کے ایجنٹوں کو تمہارے گھر کے دروازے پر کھڑے دیکھا تھا، تو بس یہی کافی ہوگا!...... پورا ہفتہ وہ سو نہیں سکے گا، آرام نہیں کر سکے گا اگر اس کی فجر کی نماز بھی سات دن قضا ہو جائے! تب بھی وہ اللہ سے اتنا نہیں ڈر سکتا جتنا وہ اس بات سے ڈرتا ہے کہ 'میں نے تمہارے گھر کے سامنے ایجنٹ دیکھا ہے......'

وہ ایجنٹ سے کیوں خوفزدہ ہوتا ہے؟ کیونکہ وہ اپنے رزق کے لیے خوفزدہ ہے یا اس بات سے کہ اس کا مقررہ وقت آ جائے گا۔ کیا کوئی اور وجہ ہے؟ قطعاً نہیں...... یا موت کا خوف ہے یا معاش کے نقصان کا۔ لہٰذا یہ خیال، لوگوں کے دلوں میں ایک ایسا ڈراؤنا بھوت بن گیا ہے جو ان کے بستروں پر جھپٹتا ہے کہ وہ خوف سے آنکھیں بند نہیں کر سکتے۔

لیکن اگر آپ کو معاش کا یا موت کا خوف نہیں ہوگا، تو آپ کو ان سے ڈر بھی نہیں لگے گا۔ جیسے اگر آپ کو ابھی یہ کہا جائے کہ 'روسی انٹیلی جنس آپ کے پیچھے پڑی ہوئی ہے'۔ تو کیا آپ پر کوئی اثر ہوگا؟ حتیٰ کہ افریقی انٹیلی جنس بھی آپ کو کچھ خوفزدہ کرے گی کیونکہ ان کے پاس آپ کے گھر تک پہنچنے کے طریقے ہیں (مصر، الجیریا، سوڈان وغیرہ میں)۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جہاد ہی اس بیماری کا علاج ہے......ایجنٹوں کے خوف، موت کے خوف اور رزق کی کمی کے خوف کی بیماری کا۔

انسان کی سب سے قیمتی چیز جو اس کے پاس ہے وہ اس کی روح ہے......اور جب آپ اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر دن رات اللہ کے سامنے گریہ وزاری کرتے ہیں، اس کو قبول کر لے......اگر وہ اسے نہیں چنتا تو اس پر غمگین ہوتے ہیں: پھر اس کے بعد آپ کو اللہ کے سوا کس چیز کا ڈر رہ جائے گا؟

جب ایک نوجوان پرخطر وادیوں سے گزرنے کا عادی ہو جائے
تو پھر سب سے آسان چیز جس پر سے وہ گزرتا ہے کیچڑ ہے۔

جو روزانہ موت کے منہ میں ہو کیا کیچڑ اس پر کوئی اثر کرے گا؟ کیچڑ اس کو کچھ بھی پریشان نہیں کرے گا۔ لہٰذا توحید، اور اس کا انسان کی روح میں پیوست ہونا......اب آپ یہ سمجھ چکے ہیں کہ یہ روح میں پروان نہیں چڑھ سکتا، یعنی روح میں مضبوطی سے جم نہیں سکتا، سوائے جہاد کے ذریعے۔

اور ایک بنیادی اصول ہے کہ دین کا اکثر علم جہاد ہی کے ذریعے گرفت میں لایا جاسکتا ہے۔اسی لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **فَلَوْلاَ نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُواْ فِي الدِّيْنِ وَلِيُنذِرُواْ قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُواْ إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ**۔ ترجمہ: پس کیوں نہ ایسا ہو کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت نکلے تاکہ وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرسکیں اور جب اپنی قوم کی طرف لوٹیں تو انہیں ڈرائیں تاکہ وہ ڈر جائیں۔'' (التوبہ:۱۲۲)

'تاکہ وہ حاصل کریں' میں لفظ 'وہ' دین کے فہم کے حصول میں نکلنے کے لیے آیا ہے۔کچھ علماء نے دوسری رائے اپنائی ہے اور یہ کہا ہے کہ 'نہیں، جو جماعت پیچھے بیٹھتی ہے وہ دراصل دین کا فہم حاصل کرتی ہے۔'' لیکن ابن عباس، طبری اور سید قطب کے نزدیک زیادہ مستند رائے یہ ہے کہ جو دستہ اللہ کی راہ میں نکلتا ہے وہ دراصل دین کا فہم حاصل کرتا ہے۔یہ وہ لوگ ہیں جو اس کا پوشیدہ حسن محسوس کرسکتے ہیں اور دین ان کے سامنے اپنے جواہر کھول دیتا ہے۔سید قطبؒ کہتے ہیں: ''بیشک یہ دین اپنا پوشیدہ حسن آرام سے بیٹھ رہنے والے فقیہہ پر ظاہر نہیں کرتا جو دین کو دنیا پر نافذ کرنے کی سعی نہیں کرتا۔یہ دین کوئی کیک نہیں ہے جسے دماغ میں فریز کیا جاسکے۔بلکہ یہ دین صرف اسی صورت میں سمجھا جاسکتا ہے جب اس کو زندگی کے دائرے میں واپس لانے اور اس کے معاشرے کی از سرِ نو تعمیر کی کوشش کی جائے۔''

ہاں...... یہ دین، آپ اسی قدر اس کا ادراک کرسکتے ہیں جتنا آپ اس کی خاطر قربانی کرتے ہیں۔آپ اس کی خاطر کچھ دیں تو یہ بھی آپ کو دے گا۔'کچھ دو اور کچھ لو' والا معاملہ.....قربانی دیجیے اور تمام جہانوں کا رب آپ کے لیے دروازے کھول دے گا۔اس دین کی راہ میں قربانیاں پیش کریں اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی آیات اور احادیث سکھائے گا۔یہ تو ایک بنیادی اصول ہے کہ آپ بہت ساری آیات نہیں سمجھ سکتے جب تک کہ آپ اس حقیقت سے نہ گزر رہے ہوں، یعنی حقیقتِ جہاد۔اور اس میں کوئی شک نہیں۔مثلاً سورہ توبہ، سورہ انفال، سورہ ال عمران، آپ ان سورتوں کو جہاد کے بغیر کیسے سمجھ سکتے ہیں؟ کیا ان کو سمجھنا ممکن ہے؟

اور یہ جہاد کے فوائد میں سے پہلا فائدہ ہے یعنی انسانی نفس کو توحیدِ الوہیت یعنی توحیدِ عملی کے ذریعے آزادی دلانا! اس توحید کو دل اور روح میں راسخ کرنا یہاں تک کہ انسان رب العالمین سے اس طرح کا طرزِ عمل رکھنا شروع کردے گویا اسے دیکھ رہا ہو۔

ارسلان نامی قصبہ چہار جانب سے ٹینکوں کے گھیرے میں تھا اور ایک چھوٹا سا مجاہدین کا دستہ تھا جو اسلحہ کے ذخائر کی حفاظت پر مامور تھا۔ٹینک ان کے قریب آرہے تھے اور انہیں زندہ گرفتار کرنا چاہتے تھے اور کوئی بھی ان کی مدد کو باقی نہیں تھا سوائے اللہ کے...... انہوں نے کہا 'اے اللہ کسی کافر کو ہم پر غلبہ نہ دینا!' پھر یکایک جنگ کا پانسہ پلٹتا ہے، ٹینکوں کے خلاف! آوازیں سنائی دیتی ہیں لیکن کوئی بھی علاقے میں نظر نہیں آتا، اور اس علاقے میں کوئی ہے بھی نہیں سوائے ان چند بھائیوں کے۔ٹینک جل جاتے ہیں اور روسی افواج پسپا ہوجاتی ہیں۔ان پر ایک بھی گولی نہیں چلائی گئی تھی، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جو لوگ اس سے گزریں وہ اللہ پر بھروسہ نہ کریں؟

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَإِنِّيْ قَرِيْبٌ أُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ۔ 'اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) جب میرے بندے میرے متعلق آپ سے سوال کریں تو (کہہ دو) بیشک میں قریب ہوں، پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارے۔' (البقرہ:۱۸۶)

جلال الدین حقانی کہتے ہیں: ''جہاد کے ابتدائی سالوں میں لوگ ہماری مدد نہیں کرسکتے تھے۔ہم تعداد میں تھوڑے تھے اور پہاڑ کی چوٹی پر تھے، کوئی ہمارے پاس نہیں آسکتا تھا نہ ہماری مدد کرسکتا تھا...... ہم چائے گرم کرنے کے لیے آگ تک نہیں جلا سکتے تھے، کہ کہیں اس سے دھواں نہ ہو (اور دشمن ہمارے مورچے دیکھ لے) اور یہ اس حد تک تھا کہ سلطنت کو بھی نہیں پتہ تھا کہ ہم کہاں ہیں، اور زمین ہم پر تنگ ہورہی تھی......کھانا ختم ہوگیا، اگر آپ بیمار ہوجائیں تو صبر سے برداشت کرسکتے ہیں لیکن اتنا کم درجہ حرارت اور بھوک، کہاں؟ وہ کیسے برداشت ہوسکتی ہے؟ آپ بغیر کچھ کھائے پیے کیسے رہ سکتے ہیں؟ میں نے نمازِ فجر ادا کی اور پریشانی کے عالم میں جائے نماز پہ بیٹھا ہوا تھا کہ مجھ پر اونگھ اور نیند طاری ہوگئی، اور پھر اچانک کسی نے اس طرح میرا کندھا ہلایا (کر کے دکھاتے ہیں)، وہ جائے نماز پہ اس طرح بیٹھا تھا جیسے نماز میں جلسے کے دوران بیٹھتے ہیں۔اور اس نے کہا: اے جلال الدین! تمہارے رب نے تمہیں تیس سال تک کھلایا تو تم نے اس کی راہ میں جہاد نہیں کیا، تو اگر وہ تمہیں بھول جائے، کیا تب تم جہاد کروگے؟

اسی لیے ایک مصری بھائی جو ہمارے ساتھ تھے (افغانستان آنے سے پہلے) ان کی بیوی نے ان سے پوچھا: آپ کہاں کام کریں گے؟ انہوں نے کہا: میں براہِ راست رب العالمین کے ادارے میں کام کروں گا! فلاں، فلاں تجارتی ادارے کے تحت کام کرتا ہے، فلاں فلاں گورنر کے لیے کام کرتا ہے...... اور میں تمام جہانوں کے رب کے لیے کام کروں گا! کون مجھ سے بہتر ہے؟ کون مجھ سے زیادہ بلند ہے؟ کس کی زندگی اس زندگی سے زیادہ عزت والی ہے؟

اور اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ قول حقیقت میں اتنا سچّا ہے جب آپ نے کہا کہ ''لوگوں میں سے بہترین زندگی اس شخص کی ہے جو اللہ کی راہ میں گھوڑے کی باگیں تھامے ہوئے ہے، اس کی پشت پر اڑتا پھرتا ہے؛ جب کبھی وہ (جنگ کی) پکار یا دشمن کی طرف پیش قدمی کی پکار سنتا ہے تو اڑ کر اس کی طرف جاتا ہے، شوق سے اس کی راہ میں مرنے اور موت کی تلاش میں'' (مسلم)۔

چنانچہ سب سے پہلا فرض توحید ہے، اللہ کو ایک ماننا۔توحیدِ عبودیت، اور اللہ سے اس کے نام اور صفات کے مطابق طرزِ عمل رکھنا۔اللطیف سے اس کی نرمی اور بردباری کے مطابق رویہ رکھنا، اور القریب سے اس کے قرب کی مناسبت سے رویہ رکھنا اور السمیع سے اس کی سماعت کی مناسبت سے عمل کرنا وغیرہ۔

دوسرا یہ کہ عزت کی تربیت لوگوں کو دی جائے (یعنی امت کی شان اور مرتبے کو پروان چڑھانا)۔یہ اس لیے کیونکہ بے عزتی اور شکست خوف کا نتیجہ ہے......اور بے خوفی اور شجاعت عزت اور شرف ساتھ لاتے ہیں۔لیکن اس زندگی، مال اور جاہ کا خوف شکست اور ذلت ہمراہ لاتے ہیں، اور اپنے آپ کو ان چیزوں سے آزاد کرنے سے عزت کا پھل ملا کرتا ہے۔

''عزت تو گھوڑوں کی سخت پیٹھوں پر ہے
اور عظمت راتوں کے جاگنے اور راتوں کے سفر کی کوکھ سے پیدا ہوتی ہے''

☆☆☆☆☆

مسلمانوں کی عزت وآبرو کی حفاظت کا خیال رکھنا

مولانا عبدالرحیم اشرفی

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''جو (بے توفیق) مسلمان کسی دوسرے مسلمان بندے کو کسی ایسے موقع پر بے یارو مددگار چھوڑ دے گا جس میں اس کی عزت پر حملہ ہو اور اس کی آبروُ اتاری جاتی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی ایسی جگہ اپنی مدد سے محروم رکھے گا جہاں وہ اللہ تعالیٰ کی مدد کا خواہشمند اور طلب گار ہوگا۔ اور جو (باتوفیق مسلمان) کسی مسلمان بندے کی ایسے موقع پر مدد اور حمایت کرے گا جہاں اس کی عزت وآبرو پر حملہ ہو تو اللہ تعالیٰ ایسے موقع پر اس کی مدد فرمائے گا جہاں وہ اس کی نصرت کا خواہش منداور طلب گار ہوگا''۔ (سنن ابی داؤد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اور اسی طرح آپ سے پہلے تمام انبیاء علیہم السلام بھی) اللہ تعالیٰ کی طرف سے دین حق کی دعوت اور ہدایت لے کر آئے تھے جو لوگ ان کی دعوت کو قبول کر کے ان کا دین اور ان کا راستہ اختیار کر لیتے تھے وہ قدرتی طور سے ایک جماعت اور امت بنتے جاتے تھے، یہی دراصل ''اسلامی برادری'' اور ''امت مسلمہ'' تھی۔

جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں رونق افروز رہے، یہی برادری اور یہی امت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دست و بازو اور دعوت و ہدایت کی مہم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفیق و مددگار تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک اسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں اس مقدس مشن کی ذمہ داری سنبھالنی تھی۔ اس کے لیے جس طرح ایمان و یقین، تعلّق باللہ اور اعمال واخلاق کی پاکیزگی اور جذبۂ دعوت کی ضرورت تھی اسی طرح دلوں کے جوڑ اور شیرازہ بندی کی بھی ضرورت تھی۔ اگر دل پھٹے ہوئے ہوں، اتحادواتفاق کے بجائے اختلاف وانتشار اور خود آپس میں جنگ و پیکار ہو تو ظاہر ہے کہ نیابت نبوت کی یہ ذمہ داری کسی بھی طرح ادا نہیں کی جا سکتی۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامیت کو بھی ایک مقدس رشتہ قرار دیا۔ اور امت کے افراد اور مختلف طبقوں کو خاص ہدایت وتاکید فرمائی کہ وہ ایک دوسرے کو اپنا بھائی سمجھیں اور باہم خیر خواہ اور معاون و مددگار بن کے رہیں۔ ہر ایک دوسرے کا لحاظ رکھے اور اس دینی ناطہ سے ایک دوسرے پر جو حقوق ہوں ان کو ادا کرنے کی کوشش کریں۔

اس تعلیم و ہدایت کی ضرورت خاص طور سے اس لیے بھی تھی کہ امت میں مختلف ملکوں نسلوں اور مختلف طبقوں کے لوگ تھے، جن کے رنگ و مزاج اور جن کی زبانیں مختلف تھیں اور یہ رنگا رنگی آگے چل کر اور بڑھنے والی تھی۔ اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہم ہدایات ارشاد فرمائیں۔

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جس نے کسی بد دین منافق کے شر سے بندۂ مومن کی حمایت کی (مثلاً کسی شریر بددین نے کسی مومن بندے پر کوئی الزام لگایا اور کسی باتوفیق مسلمان نے اس کی مدافعت کی) تو اللہ تعالیٰ قیامت میں ایک فرشتہ مقرر فرمائے گا جو اس کے گوشت یعنی جسم کو دوزخ کی آگ سے بچائے گا اور جس نے کسی مسلمان بندے کو بدنام کرنے اور گرانے کے لیے اس پر کوئی الزام لگایا تو اللہ تعالیٰ اس کو جہنّم کے پل پر قید کر دے گا اس وقت تک کے لیے کہ وہ اپنے الزام کی گندگی سے پاک صاف نہ ہو جائے''۔ (سنن ابی داؤد)

مطلب یہ ہے کہ کسی بندۂ مومن کو بدنام رسوا کرنے کے لیے اس پر الزام لگانا اور اس کے خلاف پروپیگنڈہ کرنا ایسا سنگین اور سخت گناہ ہے کہ اس کا ارتکاب کرنے والا اگرچہ مسلمانوں میں سے ہو جہنّم کے ایک حصّے پر (جس کو حدیث میں جسر جہنّم کہا گیا ہے) اس وقت تک ضرور قید میں رکھا جائے گا جب تک جل بھن کر اپنے اس گناہ کی گندگی سے پاک وصاف نہ ہو جائے جس طرح کہ سونا اس وقت تک آگ پر رکھا جاتا ہے جب تک اس کا میل کچیل ختم نہ ہو جائے۔ حدیث کے ظاہری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ گناہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ناقابل معافی ہے لیکن آج ہم مسلمانوں کا، ہمارے خواص تک کا یہ لذیذ ترین مشغلہ ہے۔

اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ''جب کوئی مسلمان اپنے کسی مسلم بھائی کی آبرو پر ہونے والے حملہ کا جواب دے اور اس کی طرف سے مدافعت کرے تو یہ اللہ تعالیٰ کا ذمہ ہوگا کہ وہ قیامت کے دن دوزخ کی آگ کو اس سے دور رکھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ علم نے یہ آیت تلاوت فرمائی ''**وکان حقا علینا نصر المومنین**'' (اور ہمارے ذمہ ہے ایمان والوں کی مدد کرنا)''۔ (شرح السنہ)

اسی طرح حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''جس بندے نے اپنے کسی مسلم بھائی کے خلاف کی جانے والی غیبت اور بدگوئی کی اس کی عدم موجودگی میں مدافعت اور جواب دہی کی تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے کہ آتش دوزخ سے اس کو آزادی بخشے''۔ (شعب الایمان للبیہقی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جس شخص کے سامنے اس کے کسی مسلم بھائی کی غیبت اور بدگوئی کی جائے اور وہ اس کی نصرت وحمایت کرسکتا ہو اور کرے یعنی غیبت وبدگوئی کرنے والے کو اس سے روکے یا اس کا جواب دے اور مداخلت کرے تو اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں اس کی مدد کرے گا اور اگر قدرت حاصل ہونے کے باوجود وہ اس کی نصرت وحمایت نہ کرے یعنی نہ غیبت کرنے والے کو غیبت سے روکے نہ جوابدہی اور مدافعت کرے تو اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں اس کو اس کوتاہی پر پکڑے گا اور اس کی سزا دے گا''۔ (شرح السنہ)

مذکورہ احادیث مبارکہ سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ایک بندۂ مسلم کی عزت وآبرو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کس قدر محترم ہے اور دوسرے مسلمانوں کے لیے اس کی حفاظت وحمایت کس درجہ کا فریضہ ہے اور اس میں کوتاہی کس درجہ کا سنگین جرم ہے۔ افسوس ہے کہ ہدایت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اہم باب کو امت نے بالکل ہی فراموش کر دیا ہے۔ بلاشبہ یہ ہمارے اُن اجتماعی گناہوں میں سے ہے جن کی پاداش میں ہم صدیوں سے اللہ تعالیٰ کی نصرت سے محروم ہیں ٹھوکریں کھا رہے ہیں اور ذلیل ہو رہے ہیں۔

☆☆☆☆☆

کسی مسلمان کو تکلیف نہ دیجیے!

مولانا اشرف علی تھانویؒ

اس وقت دین کے پانچ اجزا میں سے عوام نے تو صرف دو ہی جز کو داخلِ دین سمجھا یعنی عقائد و عبادات کو، اور علمائے ظاہر نے تیسرے جز کو بھی دین اختیار کیا یعنی معاملات کو، اور مشائخ نے چوتھے جز کو بھی دین قرار دیا یعنی اخلاق باطنی کی اصلاح کو۔ لیکن ایک پانچویں جز کو کہ وہ آدابِ معاشرت ہے، قریب قریب ان تینوں طبقوں نے الا ماشاء اللہ اکثر نے تو اعتقاداً دین سے خارج اور بے تعلّق قرار دے رکھا ہے اور اسی وجہ سے اور اجزا کی تو کم و بیش خاص طور پر یا عام طور پر یعنی وعظ میں کچھ تعلیم و تلقین بھی ہے لیکن اس جز کا کبھی زبان پر نام تک بھی نہیں آتا، اسی لیے علماً و عملاً یہ جز بالکلیہ نسیاً منسیاً [بھول بھلیاں] ہو چلا ہے۔ اور میرے نزدیک باہمی الفت و اتفاق میں (جس کی شریعت نے سخت تاکید کی ہے اور اس وقت عقلا بھی بہت چیخ و پکار کر رہے ہیں) جو کمی ہے، اس کا بڑا سبب یہ سوئے معاشرت [خراب برتاؤ] بھی ہے، کیونکہ اس سے ایک کو دوسرے سے تکدّر وانقباض [دلی تنگی] ہوتا ہے اور وہ رافع ومانع [اٹھانے والا، روکنے والا] ہے انبساط وانشراح [خوشی و شادمانی] کا جو اعظم مدار ہے الفتِ باہمدگر [آپس کی محبت] کا، حالانکہ خود اس خیال کو کہ اس کو دین سے کوئی مس [تعلّق] نہیں۔ آیات واحادیث واقوالِ حکمائے دین کے ردّ کرتے ہیں، چنانچہ ان میں سے بعض بطورِ نمونہ کے پیش کرتا ہوں۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلس میں جگہ فراخ کر دو تو جگہ فراخ کر دیا کرو، اور جب تم سے کہا جائے کہ کھڑے ہو جاؤ تو کھڑے ہو جایا کرو''۔ (مجادلہ:۱۱)

اور ارشاد ہے کہ دوسرے کے گھر میں (گو وہ مردانہ ہو مگر خاص خلوت گاہ ہو) بے اجازت لیے مت جایا کرو۔ (النور:۲۷)

دیکھیے! اس میں اپنے ساتھ بیٹھنے والے کی راحت کی رعایت کا کس طرح حکم فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک ساتھ کھانے کے وقت دو دو چھوارے ایک دم سے نہ لینا چاہیے تاوقتیکہ اپنے رفیقوں سے اجازت نہ لے لے (متفق علیہ)۔

دیکھیے! اس خیال سے کہ دوسروں کو ایک خفیف سی اذیت [تکلیف] ہو گی منع فرما دیا، اور ارشاد فرمایا ہے کہ ''مہمان کو حلال نہیں کہ میزبان کے پاس اس قدر قیام کرے کہ وہ تنگ ہو جائے'' (متفق علیہ)۔

اس میں ایسے امر کی ممانعت ہے جس سے دوسروں کے قلب پر تنگی ہو۔ اور ارشاد فرمایا ہے کہ ''لوگوں کے ساتھ کھانے کے وقت گو پیٹ بھر جائے، مگر جب تک کہ دوسرے لوگ فارغ نہ ہو جائیں ہاتھ نہ کھینچے، کیونکہ اس سے دوسرا کھانے والا شرما کر ہاتھ کھینچ لیتا ہے اور شاید اس کو ابھی کھانے کی حاجت باقی ہو'' (ابن ماجہ)۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا کام نہ کرے جس سے دوسرا آدمی شرما جائے، بعضے آدمی طبعی طور پر مجمع میں کسی چیز سے شرماتے ہیں اور ان کو گرانی [پریشانی] ہوتی ہے، یا ان سے مجمع میں کوئی چیز مانگی جائے تو انکار وعذر کرنے سے شرماتے ہیں۔ گو پہلی صورت میں لینے کو جی چاہتا ہے اور دوسری صورت میں دینے کو جی نہ چاہتا ہو، ایسے شخص کو مجمع میں نہ دے، نہ مجمع میں اس سے مانگے۔

اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ ایک بار حضرت جابر رضی اللہ عنہ درِ دولت پر حاضر ہوئے اور دروازہ کھٹکھٹایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کون ہے؟ انہوں نے عرض کیا، میں ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناگواری سے فرمایا: میں ہوں، میں ہوں (متفق علیہ)۔

اس سے معلوم ہوا کہ بات صاف کہے کہ جس کو دوسرا سمجھ سکے، ایسی گول بات کہنا جس کے سمجھنے میں تکلیف ہو اُلجھن [تشویش] میں ڈالتا ہے۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی شخص محبوب نہیں تھا، مگر آپ کو دیکھ کر اس لیے کھڑے نہ ہوتے تھے کہ جانتے تھے کہ آپ کو ناگوار ہوتا ہے (ترمذی)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی خاص ادب یا تعظیم یا کوئی خاص خدمت کسی کے مزاج کے خلاف ہو، اس کے ساتھ وہ معاملہ نہ کرے، گو اپنی خواہش ہو مگر دوسرے کی خواہش کو اس پر مقدم رکھے۔ بعضے لوگ جو بعض خدمات میں اصرار کرتے ہیں بزرگوں کو تکلیف دیتے ہیں۔ اور ارشاد ہے کہ ''ایسے دو شخصوں کے درمیان جو قصداً پاس پاس بیٹھے ہوں جا کر بیٹھنا حلال نہیں بدون ان کے اذن [اجازت] کے'' (ترمذی)۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ ایسے کسی بھی کام سے بچنا چاہیے جو دوسرے مسلمان بھائی پر گراں گزرے۔ اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب چھینک آتی تو اپنا منہ ہاتھ یا کپڑے سے ڈھانپ لیتے اور آواز کو پست [کم] فرماتے (ترمذی)۔

اس سے معلوم ہوا کہ اپنے ساتھ بیٹھنے والے کی اتنی رعایت کرے کہ اس کو سخت آواز سے بھی اذیت و وحشت نہ ہو اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تو جو شخص جس جگہ پہنچ جاتا وہاں ہی بیٹھ جاتا، یعنی لوگوں کو چیر پھاڑ کر آگے نہ بڑھتا (ابوداؤد)۔

اس سے بھی مجلس کا ادب ثابت ہوتا ہے کہ ان کو اتنی ایذا بھی نہ پہنچائے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے موقوفاً اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً اور حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے مرسلاً مروی ہے کہ عیادت میں بیمار کے پاس زیادہ نہ بیٹھے، تھوڑا بیٹھ کر ہی جلد اٹھ کھڑا ہو (بیہقی شعب فی الایمان)۔

اس حدیث میں کسی قدر دقیق [باریک] رعایت ہے اس امر کی کہ کسی کی گرانی کا سبب بھی نہ بنے، کیونکہ بعض اوقات کسی کے بیٹھنے سے مریض کو کروٹ بدلنے میں یا پاؤں پھیلانے میں یا بات چیت کرنے میں ایک گونہ [ذراسا] تکلف ہوتا ہے، البتہ جس کے بیٹھنے سے اس کو راحت ہو وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے غسل جمعہ کے ضروری ہونے کی یہی علت [وجہ] بیان فرمائی ہے کہ ابتدائے اسلام میں اکثر لوگ غریب، مزدوری پیشہ تھے، میلے کپڑوں میں پسینہ نکلنے سے بدبو پھیلتی ہے ، اس لیے غسل واجب کیا گیا تھا پھر بعد میں یہ وجوب منسوخ [ختم] ہو گیا۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ اس کی کوشش واجب ہے کہ کسی کو کسی سے معمولی اذیت نہ پہنچے۔

اور سنن نسائی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سے مروی ہے کہ شب برأت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر سے اٹھے اور اس خیال سے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سوتی ہوں گی بے چین نہ ہوں، آہستہ نعل مبارک پہنے اور آہستہ سے کواڑ [دروازہ] کھولے اور آہستہ سے باہر تشریف لے گئے اور آہستہ سے کواڑ بند کیے۔ اس میں سونے والے کی کس قدر رعایت ہے کہ ایسی آواز یا کھڑکا بھی نہ کیا جائے جس سے سونے والا دفعتاً جاگ اٹھے اور پریشان ہو۔

صحیح مسلم میں حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے ایک طویل قصے میں مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ہاں مقیم تھے، عشا کے بعد اگر لیٹ جاتے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دیر میں تشریف لاتے تو چونکہ مہمانوں کے سونے اور جاگنے کا احتمال ہوتا تھا، اس لیے سلام تو کرتے تھے کہ شاید جاگتے ہوں اور ایسا آہستہ سلام کرتے کہ اگر جاگتے ہوں تو سن لیں اور اگر سوتے ہوں تو آنکھ نہ کھلے۔ اس سے بھی وہی اہتمام معلوم ہوا جو اس سے پہلی حدیث سے معلوم ہوا تھا اور اس باب کی بکثرت احادیث موجود ہیں۔

روایاتِ فقہ میں ایسے شخص کو جو طعام وغیرہ یا درس یا اوراد [وظیفوں] میں مشغول ہو سلام نہ کرنا مصرّح [واضح] ہے، جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بلاضرورت کسی ضروری کام میں مشغول کے قلب کو منتشر، اور جانب کرنا شرعاً ناپسند ہے۔ اسی طرح گندہ دہنی [منہ سے بدبو آنا] کے مرض میں جو شخص مبتلا ہو اس کو مسجد میں نہ آنے دینا بھی فقہا نے نقل کیا ہے، جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کی اذیت کے اسباب کا انسداد [ختم کرنا] نہایت ضروری ہے۔ ان دلائل میں مجموعی طور پر نظر کرنے سے بدالتِ واضحہ [واضح طور پر] معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے نہایت درجہ پر اس کا خاص طور سے اہتمام کیا ہے کہ کسی شخص کی کوئی حرکت، کوئی حالت دوسرے شخص کے لیے ادنیٰ درجہ میں بھی کسی قسم کی تکلیف واذیت یا ثقل وگرانی یا ضیق وتنگی یا تکدّر یا انقباض یا کراہت وناگواری یا تشویش وپریشانی یا توحّش وخلجان [شرمندگی] کا سبب وموجب نہ ہو اور شارع علیہ السلام نے اپنے قول اور اپنے فعل ہی سے صرف اس کے اہتمام کرنے پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ خدّام کے قلتِ اعتنا [لاپرواہی] کے موقع پر ان آداب کے عمل کرنے پر بھی مجبور فرمایا اور ان سے کام لے کر بھی بتلایا ہے۔ چنانچہ ایک صحابی [کلدہ بن حنبل رضی اللہ عنہ] ایک ہدیہ لے کر آپ کی خدمت میں بدونِ سلام اور بدونِ استیذان [بغیر اجازت] داخل ہو گئے، آپ نے فرمایا: باہر جاؤ اور ''السلام علیکم، کیا میں حاضر ہوں؟'' کہہ کر پھر آؤ (ابوداؤد)۔ اور فی الحقیقت حسن اخلاق مع الناس کا راس و اساس [بنیاد] ایک امر ہے کہ کسی کو کسی سے کلفت وایذا نہ پہنچے، جس کو حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت جامع الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے:

المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده

''مسلمان (کامل) تو وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے بھی کسی مسلمان کو تکلیف نہ ہو'' (بخاری)۔

اور جس امر سے اذیت ہو گو وہ صورت خدمت مالی ہو یا جانی ہو، یا ادب وتعظیم ہو جو عرف میں حسن خلق (اچھی عادت) سمجھا جاتا ہے، مگر اس حالت میں وہ سب سوءِ خلق (بری عادت) میں داخل ہے، کیونکہ راحت مقدم ہے خدمت پر، کہ پوست خلق ہے، اور قشر بلالُب (چھلکا بغیر مغز کے) کا بیکار رہنا ظاہر ہے۔ اور گو شعائر [نشانیاں] ہونے کے مرتبہ میں باب معاشرت موخر ہے باب عقائد وعبادات فرضیہ سے لیکن اس اعتبار سے (کہ عقائد وعبادات کے اخلال [کوتاہی] سے اپنا ہی ضرر ہے اور معاشرت کے اخلال سے دوسروں کا ضرر ہے اور دوسروں کو ضرر پہنچانا اشد ہے اپنے نفس کو ضرر پہنچانے سے) اس درجہ میں اس کو ان دونوں پر تقدّم ہے۔

آخر کوئی بات تو ہے جس کے سبب اللہ تعالیٰ نے سورۂ فرقان میں ارشاد فرمایا:

وَعِبَادُ الرَّحْمَـنِ الَّـذِيْـنَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْناً وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَاماً

''جو لوگ کہ زمین پر متواضع [بغیر تکبر کے] چلتے ہیں اور جب ان سے جاہل کوئی بات چیت کرتے ہیں تو اچھی بات کہتے ہیں''۔ (فرقان: ۶۳)

یہ حسن معاشرت کی اہمیّت کی دلیل ہے کہ اس کو ان آیات میں سب سے پہلے بیان کیا گیا ہے۔ صلوٰۃ وخیشۃ واعتدال فی الانفاق وتوحید'' نماز، خوف اور خرچ میں اعتدال کرنے اور توحید'' پر جو کہ بابِ طاعات مفروضہ وعقائد سے ہیں۔ اور یہ تقدم علی الفرائض تو محض بعض وجوہ سے ہے لیکن نفل عبادت پر اس کا تقدم من کل الوجوہ ہے، چنانچہ حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو عورتوں کا ذکر کیا گیا، ایک تو نماز روزہ کثرت سے کرتی تھی (یعنی نوافل کیونکہ کثرت اسی میں ہوسکتی ہے) مگر اپنے ہمسایوں کو ایذا پہنچاتی تھی، دوسری زیادہ نماز روزہ نہ کرتی تھی (یعنی صرف ضروریات پر اکتفا کرتی تھی) مگر ہمسایوں کو ایذا نہ دیتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی کو دوزخی اور دوسری کو جنتی فرمایا۔

☆☆☆☆☆

عافیہ صدیقی......ظلم واسیری کی داستان......کہاں ہیں غیرت کے پاسبان؟

شیخ ابو یحییٰ اللیبی

الحمد للّٰہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللّٰہ وبعد:

تمام امت مسلمہ کے نام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اسلامی تاریخ میں یہ واقعہ محفوظ ہے کہ ایک مسلمان خاتون نے ...... جسے رومیوں نے قید کرلیا تھا...... جب اُس وقت کے عباسی خلیفہ معتصم باللہ کو مدد کے لیے پکارا تو پوری سلطنتِ اسلامی کے ایوان لرز اٹھے۔خلیفہ معتصم نے اُس عورت کی فریاد کے جواب میں غیرتِ اسلامی کا کامل مظاہرہ کرتے ہوئے نفیرِ عام کا حکم دیا اور اُس قیدی بہن کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے بذاتِ خود ایک لشکرِ جرار کی قیادت کرتا ہوا روم کے سب سے مضبوط شہر عموریہ پر حملہ آور ہوا، جہاں اس نے ظالم رومیوں کی لاشوں کے انبار لگا دیے اور شہر کا ایسا حال کردیا گویا کل تک وہاں کچھ تھا ہی نہیں، یہاں تک کہ وہ خاتون پوری عزت واحترام کے ساتھ واپس پہنچ گئیں۔رومیوں کو اپنے کیے کا پورا پورا خمیازہ بھگتنا پڑا اور ایک مسلمان عورت کی پکار ان کی ذلت وتباہی کا باعث بن گئی۔اسی واقعے کے حوالے سے مشہور شاعر "ابوتمام" کا قصیدہ آج تک زبانِ زدِ عام ہے کہ:

تلوار کی کاٹ کتابوں کے انبار سے زیادہ مؤثر ہوتی ہے

اور اس کی تیز دھار حقیقت اور افسانے کو جدا کردیتی ہے

اسی طرح تاریخ شاہد ہے کہ سندھ کے راجہ کے ایک مسلمان خاتون کو قید کرنے پر اُس وقت کا سفاک حکمران حجاج بن یوسف بھی تلملا اٹھا۔اس نے بلاتاخیر سندھ پر حملے کا حکم دیا اور اس مقصد کے لیے خزانے کے انبار خرچ کردیے، یہاں تک کہ اُس خاتون کو بازیاب کرواکر باعزت طریقے سے اس کے شہر پہنچا دیا گیا۔

لیکن آج حالت یہ ہے کہ طواغیت کی جیلیں پاک دامن مسلمان خواتین سے بھری پڑی ہیں، جہاں انہیں ایسے سنگدل مجرموں کے ہاتھوں قسم قسم کے مظالم اور رسوائیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جن کے دلوں کی سختی سے پتھر بھی پناہ مانگیں۔اِن خواتین کا قصور صرف یہ ہے کہ وہ ایک اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لائیں اور انہوں نے اپنے رب کی کتاب کو اپنے سینوں میں بسایا۔

فلسطین میں یہودیوں کی کال کوٹھریاں ہوں یا مصری راہبوں کی خانقاہیں، عراق کی جیلیں ہوں یا جزیرۂ عرب کے اذیت خانے، ہر جگہ آج ہماری عفت مآب بہنیں طرح طرح کے تشدد اور تعذیب کا سامنا کررہی ہیں۔لیکن ان مظلوم خواتین کی چیخ وپکار قید خانوں کے درودیوار سے ٹکراکر، وہیں دم توڑ جاتی ہیں۔اُن کی فریادیں، اُمت کی اکثریت پر طاری وہن، بے حسی اور لاپرواہی کے سمندر میں غرق ہوکر رہ جاتی ہیں۔ولاحول ولاقوۃ الاّ باللہ!

کفر کے جرائم کی فہرست میں ایک اور جرم کا اضافہ کرتی ایسی ہی المناک داستان ہماری بہن ڈاکٹر عافیہ صدیقی کی بھی ہے۔اللہ تعالیٰ اُنہیں جلد آسانی عطا فرمائیں!

عالمی کفر کے سرغنہ امریکہ کو کفر وسرکشی میں مزید طول دینے اور مسلمانوں کی عزت وناموس کو بے قدر وقیمت ثابت کرنے کی غرض سے ایک امریکی عدالت نے دیکھتی آنکھوں اور سنتے کانوں ساری دنیا کے سامنے ایک مسلمان خاتون ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو اسّی سال سے زائد عرصے کے لیے قید کی سزا سنادی۔حالانکہ اس سے پہلے سات سال تک اُنہیں جیل میں جس جسمانی اور نفسیاتی تشدد کا نشانہ بنایا گیا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔اُن کا یہ دعویٰ کہ انہوں نے ڈاکٹر عافیہ کو ۲۰۰۸ میں گرفتار کیا تھا، سراسر جھوٹ ہے۔حقیقت تو یہ ہے کہ وہ ۲۰۰۳ سے آج تک قید وبند کی صعوبتیں جھیل رہی ہیں۔ان کی گرفتاری عزت وشرف سے عاری پرویز مشرف اور اس کی انٹیلی جنس ایجنسیوں کے مکمل تعاون کے ساتھ پاکستان ہی سے عمل میں لائی گئی تھی نہ کہ افغانستان سے، جیسا کہ ان جھوٹوں کا دعویٰ ہے۔

چنانچہ جب سنہ ۲۰۰۴ میں ہمیں قید کرکے بگرام جیل منتقل کیا گیا تو اُس وقت بھی ڈاکٹر عافیہ جیل میں تھیں۔ان کا نمبر ۶۵۰ تھا جو کہ بالکل شروع کے نمبروں میں سے ہے۔پھر جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں جیل سے رہائی عطا فرمائی تو ہم نے اُن پر ڈھائے جانے والے مظالم کی نشاندہی بھی کی تھی۔لہٰذا یہ جھوٹے کس بنیاد پر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انہیں ۲۰۰۸ میں گرفتار کیا گیا۔سچ تو یہ ہے کہ جب کوئی حیا ہی نہ کرے، تو پھر جو چاہے کرے!

مذکورہ ویڈیو کے ٹکڑے کا ترجمہ:

شیخ ابو یحییٰ:

''یہاں میں اس بات کی جانب بھی توجہ دلانا چاہوں گا کہ بگرام جیل میں پانچ سو سے زائد مرد قیدیوں کے ساتھ ایک پاکستانی خاتون بھی ہیں جنہیں عرصۂ دوسال سے مسلسل قیدِ تنہائی کی کوٹھری میں رکھا گیا تھا۔اگر انہیں بیت الخلاء بھی جانا ہوتا تھا تو ایک نجس امریکی کافر اپنا ایک پلید ہاتھ ان کے کندھے پر رکھ کے اور دوسرے ہاتھ سے ان کا بازو تھام کر زنجیروں اور بیڑیوں میں جکڑ کر اُنہیں قضائے حاجت کے لیے لے کر جاتا تھا۔اُن کے ساتھ بالکل ویسا برتاؤ کیا جاتا ہے جیسا ایک مرد کے ساتھ کیا جاتا ہے۔حتیٰ کہ اُنہیں ویسا ہی سرخ لباس پہنایا جاتا ہے جو گوانتانامو اور دیگر جیلوں میں مجاہدین کو پہنایا جاتا ہے۔اُس خاتون کا حال یہ ہوچکا تھا کہ وہ اپنے ہوش وحواس تک کھو چکی تھیں، سارا دن اور ساری رات اُن کی چیخوں کی آوازیں سنائی دیتی تھیں اور شدتِ کرب سے وہ ہر وقت دروازہ پیٹتی رہتی تھیں۔اِس کے جواب میں

امریکی فوجی اُنہیں حقارت کے ساتھ اُن کے نمبر سے بلا کر یہ کہتے تھے کہ:

''Six five zero! What is the problem?''

''چھ، پانچ، صفر: تمہیں کیا مسئلہ ہے؟''

حقیقت یہ ہے کہ کوئی انسان ایسا نہ تھا جس سے وہ بات ہی کر سکتیں! وہ خود قیدِ تنہائی میں ہیں، اُن کے دائیں بائیں آگے پیچھے سب قیدِ تنہائی کی کوٹھریاں ہیں۔کوئی خاتون ایسی نہیں جس سے وہ بات کر سکیں، سوائے امریکی فوج میں موجود حیا باختہ عورتوں کے۔اِس وقت وہ خاتون اپنا ذہنی توازن کھو چکی ہیں اور وہ گزشتہ دو سال سے اسی حال میں سسک رہی ہیں۔غالباً ابھی تک کسی نے اُن کے بارے میں سنا بھی نہیں ہوگا! ولاحول ولاقوۃ الاّ باللہ''۔

شیخ ابوناصر (اللہ تعالیٰ ان کو قید سے رہائی عطا فرمائے):

''عرب وعجم کے اُن حکمرانوں کے نام جو مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں! اللہ تمہیں غارت کرے!

ذرا دیکھو! اس خاتون کو جیل میں سسکتے ہوئے دو سال ہو گئے ہیں.....حتیٰ کہ میں نے اور بھائی ابو یحییٰ نے ان سب ساتھیوں اور بعض افغانی بھائیوں کے ساتھ مل کر اُس خاتون کو کوٹھری سے نکلوانے کے لیے بھوک ہڑتال کر دی......

اللہ کی قسم! ہم نے مسلسل نو دن تک کھانے پینے کی کسی شے کو ہاتھ تک نہیں لگایا! اِس پر امریکی تفتیش کار نے ہم سے پوچھا کہ تمہیں کیا مسئلہ ہے؟ کھاتے پیتے کیوں نہیں؟ اس پر ہم نے اُسے صاف کہہ دیا کہ جب تک اس خاتون کو کوٹھری سے نہیں نکالا جاتا، ہم نہ کچھ کھائیں گے نہ پئیں گے! بلکہ یوں ہی بھوک پیاس سے مر جائیں گے''۔

(یاد رہے کہ یہ ویڈیو سنہ ۲۰۰۵ کی ریکارڈ شدہ ہے)

چنانچہ امریکہ کو تو ہم خوب جان چکے ہیں اور مسلمانوں بلکہ پوری دنیا کے حق میں کیے گئے اُس کے مظالم کے نتیجے میں نکلنے والی آہیں تو سماعت سے محروم لوگوں کو بھی سنائی دیتی ہیں، اس لیے امریکہ کی جانب سے ایسے جرائم کا ارتکاب کرنا اور بعد ازاں ذرائع ابلاغ کے دجل وفریب کے ذریعے اسے کچھ کا کچھ بنا کر پیش کرنا قطعاً تعجب کی بات نہیں! مسئلہ تو ہمارا اپنا ہے۔کیونکہ جب چرواہا ہی ریوڑ کا دشمن ہو جائے تو پھر بھیڑیے کو کیا الزام دینا؟

اصلاً مطلوب تو یہ ہے کہ ہم مسلمان...... اور خاص طور پر اہلِ پاکستان اور وہاں کے فاضل علماء کرام.....خود اپنے آپ سے یہ سوال کریں کہ آیا اس مقصد کے لیے مجرد ایک دو دن مظاہرے اور احتجاج کر لینا کافی ہے جن کے بعد اس مظلوم بہن کا مسئلہ بھی ویسے ہی قصۂ پارینہ بن جائے جس طرح اس جیسے دیگر مسائل ماضی کی دھول میں گم ہو کر رہ گئے؟ اور کیا ان مظاہروں، احتجاجوں، کھوکھلے نعروں اور بلند بانگ دعووں سے امریکہ کے کان پر کبھی جُوں بھی رینگی؟

سو جس کی سمجھنے کی نیت ہی نہ ہو

اسے نصیحت کرنے سے کیا حاصل

ڈاکٹر عافیہ کا مسئلہ محض اتنا نہیں کہ ایک کمزور اور لاچار مسلمان عورت کو کفار نے قید کر لیا، بلکہ اس سے بڑھ کر یہ پوری امت کی غیرت وحمیت کا مسئلہ ہے اور بھلا ایسے شخص میں کیا خیر ہوگی جو غیرت سے ہی عاری ہو؟

ہم نے بارہا انفرادی قید کی کوٹھری سے ان کی چلّانے کی آوازیں سنیں، گویا وہ ہمیں پکار پکار کر ہم سے ہماری بے حسی کا شکوہ کر رہی ہوں: اس لیے ہمیں اس حقیقت کو بخوبی سمجھ لینا چاہیے کہ امریکہ کو مطالبات اور مذمت کی زبان کبھی سمجھ میں نہیں آسکتی اور نہ ہی ہڑتالوں اور احتجاجوں کے ذریعے اسے اس کی سیاہ کاریوں سے روکنا ممکن ہے۔ان متکبرین کے دل ایسے نہیں کہ شکوہ وشکایت سے نرم پڑ جائیں۔اپنا حق کبھی بھی التجاؤں اور فریادوں کے ذریعے نہیں ملا کرتا!

اس لیے جب تک اللہ تعالیٰ ہمارے اور اِن کفار کے درمیان فیصلہ نہیں کر دیتا تب تک صبر واستقامت کے ساتھ جہاد وقتال کے راستے پر جمے رہنے کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَا لَكُمْ لاَ تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاء وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَـذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيّاً وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيراً (النساء: ۷۵)

"اور تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اور اُن ضعیف مردوں عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو یہ فریاد کرتے ہیں کہ اے ہمارے ربّ تو ہمیں ظالموں کی اس بستی سے نکال دے اور تو اپنی جانب سے ہمارے لیے کوئی حمایتی بنا دے اور اپنی ہی جانب سے ہمارے لیے کوئی مددگار مقرر فرما دے"

اے اہلِ پاکستان:

ظالم امریکہ جس نے آپ کی بہن اور اس کے بچوں کو اغوا کیا، آپ سے ایسا دور نہیں کہ آپ کے اور اس کے مابین سمندر اور صحرا حائل ہوں، بلکہ اُس کے اڈے اور فوجی آپ کے سامنے موجود ہیں۔آپ کے افغانی بھائیوں کے لیے موت اور تباہی کا سامان لیے اِن کی رسد کے قافلے دن دہاڑے آپ کی آنکھوں کے سامنے آپ ہی کی سڑکوں کو روندتے ہوئے گزرتے

> آج ہماری عفت مآب بہنیں طرح طرح کے تشدد اور تعذیب کا سامنا کر رہی ہیں۔لیکن ان مظلوم خواتین کی چیخ و پکار قید خانوں کے در و دیوار سے ٹکرا کر، وہیں دم توڑ جاتی ہیں۔اور اُن کی فریادیں اُمت کی اکثریت پر طاری وہن، بے حسی اور لاپرواہی کے سمندر میں غرق ہو کر رہ جاتی ہیں۔

ہیں۔ان کی انٹیلی جنس ایجنسیوں کے دفاتر اور ان کی خفیہ جیلوں کا مکروہ جال آپ کے شہروں میں ہرجگہ پھیلا ہوا ہے جہاں ان کی حفاظت کی ذمہ داری ایک ایسی فوج نے اٹھا رکھی ہے جن کا ربّ صرف اور صرف ڈالر ہے۔قبائلی علاقوں میں مسلمانوں پر بمباری کی غرض سے امریکی فوج کے ہوائی جہاز روزانہ آپ ہی کے ہوائی اڈوں سے اڑتے ہیں اور اس کے بحری بیڑے اور آبدوزیں آپ ہی کے پانیوں میں بے خوف وخطر تیرتی پھرتی ہیں۔پھر ساری حقیقت واضح ہو جانے کے بعد بھی آخر وہ کیا عذر ہے جو آپ کو اس فرض کی ادائیگی سے روکے ہوئے ہے؟

انہیں جہاں پائیں قتل کریں!قید کریں!محاصرہ کریں ان کا!اور ہر گھات لگانے کی جگہ اِن کے لیے گھات لگائیں!ان کی رسد کے راستوں کو کاٹ ڈالیں!اِن کا امدادی سامان جلا ڈالیں!اور اپنے مجاہد بھائیوں کے ساتھ مل کر اُن کی صفوں کو مضبوط کریں!

اللہ کی قسم!اس مقصد کی خاطر نکالے گئے ایسے سینکڑوں مظاہروں سے...... جن میں چاہے نعرہ گو لوگ شدت سے اپنے گلے ہی کیوں نہ پھاڑ لیں...... ان کی طرف چلائی گئی ایک گولی زیادہ بہتر اور نتیجہ خیز ثابت ہو گی۔

پاکستان کے قابلِ صد احترام علمائے کرام!

آپ ہمیشہ سے اپنے عالی قدر اسلاف کے یہ اقوال پڑھتے اور پڑھاتے رہے ہیں کہ:

''اگر مغرب میں بھی کسی مسلمان عورت کو قید کر لیا جائے تو اہل مشرق پر اسے آزاد کرانا فرض ہے''۔

اسی طرح انہوں نے فرمایا:

''اسیر کا چھڑانا ہر اس شخص پر فرض ہے جس کو اس بارے میں علم ہو جائے،اور اس فرضیت میں اہل مشرق ومغرب سب برابر ہیں''۔

جبکہ یہاں تو ایک مسلمان خاتون کو آپ کے سامنے اٹھا کر جیل کی اندھیر نگری کے سپرد کر دیا گیا،اور بعد ازاں اس نصرانی کافر اُسے انواع واقسام کے تشدد اور عذاب دینے کے لیے ظلم وجبر کی نمائندہ سرزمین امریکہ اٹھا کر لے گئے،جہاں وہ اپنی بے بسی اور بے چارگی کا شکوہ لیے کئی سالوں سے پڑی گل سڑ رہی ہے۔ذرا بتائیے کہ اس حوالے سے آپ پر کیا فرض عائد ہوتا ہے؟اگر آپ میں سے ہر کوئی خاموشی کی چادر تانے سویا رہے گا تو آخر پھر وہ کون ہو گا جو اِس مظلوم عورت کی فریاد رسی کے لیے اٹھے گا اور لوگوں کو اُسے قید کرنے والوں کے خلاف قتال پر ابھارے گا؟

آپ لوگوں کے راہبر اور راہنما ہیں،اگر آپ خاموش ہو گئے تو لوگ بھی خاموش ہو جائیں گے۔لیکن اگر آپ لوگوں کو اُبھارتے ہوئے کھڑے ہو گئے تو لوگ بھی آپ کے نقشِ قدم پر اُٹھ کھڑے ہوں گے۔اس بہن کے حوالے سے آپ کے کاندھوں پر علمی وعملی دونوں اعتبار سے بھاری امانت کا بوجھ ہے۔اور پھر ایسے علم سے کیا حاصل جس پر عمل ہی نہ ہو۔ہر شخص بخوبی جانتا ہے کہ اِن کافروں کا زور توڑنا اور اِن کے شر کے آگے بند باندھنا، قتال فی سبیل اللہ اور اس کی دعوت کے بغیر ممکن نہیں!

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّهِ لاَ تُكَلَّفُ إِلاَّ نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَسَى اللّهُ أَن يَكُفَّ بَأْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُواْ وَاللّهُ أَشَدُّ بَأْساً وَأَشَدُّ تَنكِيْلاً (النساء:۸۴)

''سوائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم!آپ اللہ کی راہ میں لڑیں!آپ اپنے سوا کسی کے ذمہ دار نہیں اور مومنین کو بھی ترغیب دیں!قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کا زور توڑ دے گا اور اللہ تعالیٰ لڑائی میں بہت سخت ہے اور سزا دینے میں بھی بہت سخت ہے''۔

افغانستان اور عراق پر امریکی حملے کے بعد اگر مسلمان محض احتجاجی مظاہروں، فلک شگاف نعروں، جوشیلی تقریروں اور کانفرنسوں کے انعقاد پر اکتفا کیے،بیٹھے رہتے تو آج امریکہ کی جو ابتر حالت ہم دیکھ رہے ہیں ایسی نہ ہوتی،بلکہ وہ یکے بعد دیگرے تمام اسلامی ممالک پر قبضہ کرتا چلا جاتا۔لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابلے پر ایسے سچّے مومنین اور مجاہدین کو کھڑا کر دیا جنہوں نے خود سے وہن اور جھوٹی خواہشات کی چادر کو اتار پھینکا اور وہ دشمن کے قلعے مسمار کرتے،اس کے فوجیوں کو جہنّم واصل کرتے،اس کے ایجنٹوں کو سبق سکھلاتے،صبر واستقامت کے ساتھ،اپنے زخموں کی پرواہ کیے بغیر آگے بڑھتے چلے گئے۔انہوں نے قتل کا بدلہ قتل اور تباہی کا بدلہ تباہی سے لیا۔یہ ان کی ثابت قدمی ہی کا ثمر ہے کہ آج اسلام کا علم سربلند اور امریکہ اور اس کے حلیفوں کا جھنڈا سرنگوں ہے۔لہٰذا ہمیں حوصلے اور ہمت کے ساتھ جہاد اور قربانی کی اِس عظیم تجارت کے لیے کمربستہ ہو جانا چاہیے جس میں صرف نفع ہی نفع ہے، خسارہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالآخِرَةِ وَمَن يُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّهِ فَيُقْتَلْ أَو يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ أَجْراً عَظِيْماً(النساء۷۴:)

''سو جو لوگ آخرت کے بدلے میں دنیا کو بیچنا چاہتے ہیں انہیں چاہیے کہ اللہ کی راہ میں قتال کریں۔اور جو شخص بھی اللہ کی راہ میں لڑے گا پھر شہید ہو جائے یا غلبہ پا جائے تو عنقریب ہم اسے بڑا اجر عطا فرمائیں گے''۔

اشعار کا ترجمہ:

امریکہ کے مقدر میں چین تب تک نہیں
جب تک عافیہ اپنی آنکھ سے فتح نہ دیکھ لے
قسم اللہ کی!یہ کسی دیوانے کا خواب نہیں
امریکہ کی تباہی تو ایک اٹل حقیقت ہے
ہمارے جوانوں کے کارنامے فخر کی داستان ہیں
معرکوں میں ان کی شجاعت شیروں سے کم نہیں

جب نفیر کی صدا لگی تو یہ فوراً نکل کھڑے ہوئے
سوا و بام اان کے مقابل جسے چاہے بلا کر دیکھ لے
یہ وہ لشکر ہیں کہ جب میدان میں اتریں
تو ان کا دشمن ایک بھولا ہوا قصہ بن جاتا ہے
کابل و بغداد سے ان کا حال تو پوچھو!
خودداری کی زمین مقدیشو کو دیکھو!
الجزائر اور جزیرۂ عرب میں بھی ہماری تلواریں
ابھی تک ان کے خون سے رنگی ہوئی ہیں
جنگ کے دن بزدلی اور وہن جیسی بیماریاں
ان شہسواروں سے کوسوں دور دکھائی دیتی ہیں
ان کی دعوت سچّی ہے صبر ان کا زادِ راہ ہے
ان کے دل اخلاص کے زیور سے مالا مال ہیں
تم ان کو ہر دم پرسکون حالت میں دیکھتے ہو لیکن
ان کے دل شہادت کی طلب میں روتے رہتے ہیں
امریکہ! تیری ساری امیدیں اور اندازے
سوائے وہم اور خودفریبی کے کچھ بھی نہیں
اس خوابِ غفلت سے اب تو تبھی اٹھے گا جب
تیرے درو دیوار کو جنگ کی شدت نے لپیٹا ہوگا
یہ مجاہدین حق کے لشکر اور سچّائی کے پیکر ہیں
تیری مانند دھوکہ اور فریب ان کا شیوہ نہیں
تیرا زوال اب بالکل قریب آن پہنچا ہے
اور تیری تباہی اور بربادی اب زیادہ دور نہیں
کفر و ضلالت کی تیری یہ مملکت اب کمزور پڑ چکی ہے
اس کے ستونوں اور ایوانوں میں دراڑیں پڑ چکی ہیں
خوشحالی اور آسودگی تجھ سے بہت دور رہ گئی ہے
اپنے لیے پستی اور ذلت کو تو نے خود منتخب کیا ہے
اے امریکہ! تیری شہ رگ بس کٹنے کو ہے
کیا اب بھی تو ان خطرات سے بالکل بے خبر ہے
کیا تجھے تیرے ظلم کا خمیازہ بھگتنا نہ ہوگا؟
اور تو غم سے بے پرواہ یوں ہی چین سے رہے گا؟
نہیں! نہیں! تیری پھانسی کا پھندا تو تیار پڑا ہے
مگر تو اب تلک گہری نیند میں مدہوش پڑا ہے
تیری زندگی کے ایام اب بدمزہ ہی رہیں گے

بس اب تو فیصلہ کن ضرب کا انتظار کر
سو جان رکھ کہ جو ضلالت کی راہ پر راضی ہو جاتا ہے
وہ اپنے ہی ہاتھوں خود کو آگ کا ایندھن بنا دیتا ہے

اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج امریکہ اپنی آخری سانسیں گن رہا ہے۔اب ظاہری طور پر وہ جتنے چاہے بلند بانگ دعوے کرے اور جتنا چاہے عزم و ہمت کا اظہار کرے، ان سب کی حقیقت کھوکھلے دعووں سے زیادہ نہیں۔اس کی معیشت تباہی کے دہانے پر کھڑی ہے، لوگ انتشار کا شکار ہیں، سیاست پٹڑی سے اتر چکی ہے، فیصلوں میں اضطراب ہے، پے در پے شکست ان کا مقدر بن چکی ہے اور ان کی فوجیں اس طویل جنگ اور مسلسل جانی و مالی نقصانات کی وجہ سے تھکن اور اکتاہٹ کا شکار ہیں۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَلاَ تَهِنُواْ فِيْ ابْتِغَاء الْقَوْمِ إِن تَكُونُواْ تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَمَا تَأْلَمونَ وَتَرْجُونَ مِنَ اللّهِ مَا لاَ يَرْجُونَ وَكَانَ اللّهُ عَلِيماً حَكِيماً(النساء:۱۰۴)

''اور ان کافروں کا پیچھا کرنے میں سستی مت کرو! اگر تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو انہیں بھی تکلیف پہنچتی ہے جیسے تمہیں تکلیف پہنچتی ہے، جبکہ تمہیں اللہ سے اس چیز کی امید ہے جس کی انہیں امید نہیں اور اللہ تعالیٰ علم والا حکمت والا ہے''۔

سوائے گروہِ مجاہدین!

اپنے ربّ پر توکل کرتے ہوئے اور اس کے سچّے وعدوں پر یقین رکھتے ہوئے فتح کے اس راستے پر گامزن رہیے! سختیوں پر صبر اور آسانیوں پر شکر کو اپنا وطیرہ بنائیے! اس راہ پر لگنے والے زخم ہی آپ کا زادِ راہ ہیں۔اور اگر ربّ کی رضا ہی آپ کا مقصود ہے تو ہر مشکل آپ کے لیے آسان ہے۔اور پھر جب منزل ربّ کی جنت ہو، تو راستے کی طوالت کا کیا غم؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَمَن زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَما الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلاَّ مَتَاعُ الْغُرُورِ(آل عمران:۱۸۵)

"سو جسے آگ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو وہ کامیاب ہو گیا۔اور دنیا کی زندگی تو ہے ہی دھوکے کا سامان''۔

وَ اللّٰہُ مَعَكُمْ وَ لَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ(سورہ محمد:۳۵)

''اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور وہ ہرگز تمہارے اعمال میں کمی نہ کرے گا''۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین.

☆☆☆☆☆☆

قسط اول

میدان جہاد کے عملی تجربات

(شیخ ابومصعب مجاہدین کے درمیان ممتاز عالم اور حکمت عملی کے ماہر کے طور پر معروف ہیں، ان کو پاکستانی خفیہ اداروں نے ۲۰۰۵ء کے ماہ رمضان میں کراچی سے گرفتار کر کے امریکہ کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا)

الشیخ ابومصعب السوری فک اللہ اسرہٗ

ہماری عسکری فکر کی بنیاد میدان جہاد میں پیش آنے والے ذاتی تجربات کا مطالعہ اور اس کے ساتھ ساتھ مختلف مراحل میں محاذ کی زندگی اور اس کی تکالیف سے گزرنا ہے۔ یہ وہ بنیاد ہے جس پر میں نے اپنی عسکری فکر کو استوار کیا ہے۔

ایسے افکار صرف وہی لوگ تشکیل دے سکتے ہیں جو اللہ کی توفیق سے بذاتِ خود تحریک جہاد میں متحرک رہ چکے ہوں، یہ افکار جنگی میدانوں ہی کے لیے لکھے جاتے ہیں۔ اور ان کی تفاصیل اس وقت جمع ہوتی ہیں جب مجاہدین محاذوں پر جنگ کے بعد ستا رہے ہوتے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں بھی اس جماعت کا ایک فرد بنا دے۔

میری زیادہ تر تحریر تنظیمی اور عسکری لائحہ عمل سے متعلّق ہے جس کی بنیاد میرے ذاتی تجربات، مطالعہ، موازنہ اور تجربہ کار جہادی قیادتوں سے گفت وشنید ہے۔ ان میں زیادہ تر معاملات کا تعلّق جنگی حکمت عملی کے بارے میں انفرادی مشاہدات واسباق سے ہے نہ کہ حلال وحرام یا فتاویٰ کی بحث سے۔

۱۹۹۱ء کے موسم میں ہی میں نے اس فکر کا پہلا بیج بو دیا تھا جب آپریشن Desert Storm نے خطرے کی گھنٹی بجائی اور اس کے طوفانی تھپیڑوں کا رخ ہمیں اپنی طرف افغانستان میں ہوتا دکھائی دیا۔ بعد ازاں جہاد الجزائر کے زلزلوں میں اس فکر کی مزید تعمیر ہوئی اور پھر امارت اسلامیہ افغانستان کے معسکرات اور محاذوں پر یہ فکر پختہ ہوگئی اور میرے ذہن میں اس کی حتمی شکل طے پا گئی۔

میں نے امارت اسلامیہ کے تعاون سے اس فکر کی عملی تطبیق کی کوشش کی۔ ستمبر ۲۰۰۱ء کی صلیبی یلغار کے نتیجہ میں جب ہم نظر بندی اور قید کی سی زندگی میں داخل ہوگئے تو میں اس فکر کو حتمی تشکیل دینے کے لیے اپنے آپ کو فارغ کر پایا۔ مجھے واقعات پر غور وخوض کرنے، تصورات کو دہرانے اور لکھنے کا موقع مل گیا۔ افغانستان کے سقوط کو تین برس بیت چکے ہیں۔ اس عرصہ میں پیش آنے والی تبدیلیوں نے تاریخ کے دھارے کو موڑ کر رکھ دیا ہے۔

امریکی یلغار کا آغاز جدید جنگی طریقوں اور ہر جگہ بھرپور حملوں سے ہوا۔ ان حملوں کو دیکھ کر مجھے اپنے خیالات کی حقانیت کا یقین ہوگیا، واللہ اعلم۔ اور مجھے مدد ملی کہ میں ان خیالات کو نئے حالات کے سانچے میں ڈھال سکوں۔ ہمارے دشمنوں اور ہمارے درمیان مادی قوت کا توازن بکھر چکا ہے۔ ترازو پہلے ان کی جانب جھکا اور پھر ٹوٹ گیا۔ لہٰذا ہمارے اور ان کے درمیان مادی توازن بالکل نہیں ہے۔ اگر ہمیں ان کے مدمقابل صف آرا ہونا ہے تو یہ موازنہ تو کیا ہی نہیں جا سکتا اور ہمیں یقیناً ان کے مدمقابل آنا ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ فریضہ ہے۔ ان کے مقابلے کے لیے ہمیں یہی تصورات قابل عمل نظر آتے ہیں جو میں اس باب میں مکمل تصادم کے نظریہ کے تحت بیان کروں گا، ان شاء اللہ۔

میں اللہ سے فتح، آسانی، سچّائی پر استقامت، رحمت، ہدایت اور توفیق کا سوال کرتا ہوں اور یہ کہ اللہ جل شانہ، اپنے فضل سے میری دعاؤں کو قبول فرمائے۔ بے شک وہ سب کچھ سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔

جہادی تجربات کا آغاز ۱۹۶۰ء سے ہوا اور یہ ستمبر ۲۰۰۱ء تک جاری ہے جس کے بعد ایک نئی دنیا کا آغاز ہوا۔ ان واقعات کا مشاہدہ کرنے والا شخص طریقہ تصادم کی بنیاد پر ان کو تین طریقہ ہائے جہاد میں تقسیم کر سکتا ہے۔ اس عرصہ میں لڑا جانے والا ہر جہاد انہیں تین اقسام کے ضمن میں آتا ہے۔ یہ تین اقسام مندرجہ ذیل ہیں۔

الف) خفیہ جہادی تنظیموں کا نظم؛ (علاقائی، خفیہ، تنظیمی شکل کی حامل)

جن تحریکوں نے جہادی نظریے کو اپنایا اور علاقائی سطح پر خفیہ تنظیمی ترتیب کے ساتھ کام کیا، ان تحریکوں کا بنیادی مقصد مسلح جہاد کے ذریعے موجودہ حکومتوں اور نظام کو اکھاڑ کر اسلامی نظام کا قیام تھا۔

نتائج کا خلاصہ:

ا۔ عسکری شکست	میدان میں شکست
۲۔ امنیات [داخلی رازداری کا نظام] میں ناکامی	خفیہ تنظیموں پر پابندی
۳۔ دعوتی ناکامی	امت مسلمہ کو متحرک کرنے میں ناکام
۴۔ تعلیمی ناکامی	خفیہ ہونے کی وجہ سے تربیت کا فقدان
۵۔ سیاسی ناکامی	مقاصد کے حصول میں ناکامی
نتیجہ:	ہر سطح پر مکمل ناکامی

ب) کھلے محاذوں کا نظم:

یہ جہادی معرکوں کی وہ قسم ہے جو کھلے محاذوں پر لڑے گئے ان میں سب سے زیادہ معروف افغانستان، بوسنیا اور چیچنیا کے حالیہ محاذ ہیں۔ ان محاذوں پر جو طریقے استعمال کیے گئے ان میں مستقل ٹھکانوں سے دشمن کا سامنا کرنا اور قدرے باقاعدہ چھاپہ مار جنگ شامل ہے۔

نتائج کا خلاصہ

ا۔ زبردست عسکری فتح

۲۔ امنیات میں کامیابی — جاسوسی اداروں کے کردار میں کمی

۳۔ دعوتی کامیابی — امتِ مسلمہ ان معاملات پر متحرک ہوئی

۴۔ معسکرات اور محاذوں پر تعلیم وتربیت میں جزوی کامیابی

۵۔ افغانستان کے علاوہ باقی جگہوں پر سیاسی ناکامی، صرف افغانستان میں امارت اسلامیہ قائم ہو پائی۔

نتیجہ: — بالعموم کامیابی اور افغانستان میں مکمل کامیابی

ج)انفرادی جہاد اور مختصر مجموعہ جات کا نظم

یہ جہادی نظم کی وہ قسم ہے جس میں فرد یا گروہ نے علیحدہ کارروائیاں کیں ان میں سے کچھ کارروائیاں ذیل میں دی گئی ہیں۔

- ☆ سیّد نصیر المصری کا ایک بڑے یہودی کاہن کو قتل کرنا،
- ☆ رمزی یوسف بلوچی کی نیو یارک کے ٹریڈ ٹاور کو اڑانے کی پہلی کوشش،
- ☆ الدقمسہ اردنی کا بارڈر پر ایک یہودی عورت کو قتل کرنا،
- ☆ سلیمان خاطر المصری کا اسرائیلی سرحد پر محافظوں کو قتل کرنا،
- ☆ خلیجی جنگ کے دوران میں کی جانے والی انفرادی کارروائیاں۔

خلاصہ

ا۔عسکری کامیابی اور دشمن لرز گیا۔

۲۔امنیاتی فتح، کیونکہ یہ ایسی کارروائیاں ہیں جو مستقبل میں مزید مجموعے بنانے کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتیں۔

۳۔دعوتی کامیابی، کیونکہ امت ایسی کارروائیوں کے نتیجہ میں متحرک ہوئی۔

۴۔تعلیمی ناکامی، نظام العمل کے نہ ہونے کی وجہ سے

۵۔سیاسی ناکامی، کسی ایسے لائحہ عمل کی عدم موجودگی کی وجہ سے جو ان کارروائیوں کو مقصود میں ڈھال سکے۔

نتیجہ: دشمن کو پریشان کرنے اور امت کو متحرک کرنے میں کامیابی

لہٰذا ہم مناسب ترین طریقہ کار وضع کرنے کے لیے ان تین قسم کے نظم پر بحث کرتے ہیں۔

اول)خفیہ جہادی تنظیموں کا نظم (علاقائی، خفیہ، تنظیمی شکل کی حامل)

جیسا کہ اوپر جدول میں مختصراً واضح کیا گیا کہ یہ طریقہ کار ہر سطح پر مکمل ناکامی سے دوچار رہا۔ اس لائحہ عمل کے بارے میں میرے یہ الفاظ کسی خارجی نقاد کی حیثیت سے نہیں بلکہ میں بذات خود اس کی قیادت کا ایک فرد، اس طرز عمل کا داعی اور مصور رہا ہوں۔ میں اللہ رب العزت سے توفیق اور قبولیت کا سوال کرتا ہوں۔

لیکن میں طریقہ کار کو ذریعے کی حیثیت سے دیکھتا ہوں نہ کہ ایک بت جس کی بندگی شروع کر دی جائے۔ ہمیں اس طریقہ کار کو استعمال کرنا چاہیے جس کا نفع ثابت ہو اور ان طریقوں کو چھوڑ دینا چاہیے جنہیں وقت نے بودا کر دیا ہو۔ بصورت دیگر وقت ہمیں بھی ایسا ہی کر کے رکھ دے گا۔

یہ حقیقت ہے کہ ستمبر ۲۰۰۱ء کے واقعات نے خفیہ جہادی تنظیموں کو ختم کر دیا اور اس کے بعد کے حالات نے تو ان کے باقی ماندہ کردار کا بھی خاتمہ کر دیا بالخصوص عرب علاقوں سے تعلق رکھنے والی تنظیمیں۔ ان تنظیموں کے اکثر مجاہدین یا تو شہید کر دیے گئے یا گرفتار ہو گئے لیکن اس نظم کے خاتمہ کی اصل وجہ یہ نہیں۔ عملاً تو یہ نظم بیس سال قبل ۱۹۹۰ء میں نیو ورلڈ آرڈر کا نقارہ بجتے ہی ختم ہو گیا تھا۔

بیسویں صدی کے آخری عشرے میں جہاد اور کفار کی اصطلاح میں دہشت گردی کے خلاف مہم اس قابل ہو چکی تھی کہ وہ ان تنظیموں کی امنیات کا خاتمہ کر دے، عسکری سطح پر انہیں شکست دے، ان تنظیموں کو عوام سے علیحدہ کر دے، ان کی ساکھ کو بگاڑ دے، ان کے مالی وسائل مفقود کر دے، ان کے افراد کو بے گھر کر دے اور انہیں مستقل خوف، بھوک، افراد اور اموال کی کمی سے دوچار کر دے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے میں اور دوسرے پرانے مجاہدین بخوبی آگاہ ہیں۔ آہستہ آہستہ یہ تنظیمیں ختم ہو کر رہ گئیں۔ ان کے بچے کھچے افراد اپنے بیوی بچوں اور ساتھیوں کے ساتھ چھوٹے گروپوں کی صورت میں مشرق و مغرب میں پناہ گزین بن گئے۔ اپنے دین اور نظریہ کی خاطر یہ لوگ دربدر پھرتے رہے اور ایسی حالت میں وہ کچھ بھی تعمیر نہ کر سکے۔

مراکش میں حسن ثانی کے فرعونی اقتدار نے ساٹھ کی دہائی میں جہادی تنظیم ''الشباب المغربیہ'' کو شروع ہونے سے پہلے ہی ختم کر دیا۔ یہی کچھ ستر کی دہائی میں شاذلی بن جدید کی حکومت نے الجزائر میں کیا جب اس نے بڑی آسانی سے ''حرکۃ الدولۃ الاسلامیہ'' کا خاتمہ کر دیا۔ شام میں نصیری بعث کی موروثی حکومت نے یہی کچھ نیو ورلڈ آرڈر سے دس سال اور ستمبر ۲۰۰۱ء سے بیس سال قبل ''الطلیعۃ المقاتلۃ الاخوان المسلمین'' کے ساتھ کیا۔ اس کی فوجی قوت نے تنظیم کا مکمل خاتمہ کر دیا۔

مصر میں حسنی مبارک کے مجرم فرعونی اقتدار نے، اللہ اس قماش کے لوگوں کو اپنی رحمت سے محروم رکھے، مصر کی جہادی تنظیموں کو یکے بعد دیگرے ختم کر دیا۔ ان تنظیموں میں سے آخری ''جماعۃ الجہاد'' اور ''الجماعۃ الاسلامیہ'' تھیں جنہیں نوے کی دہائی میں ختم کیا گیا۔ مصری انٹیلی جنس نے ان کے مراکز بند کر دیے اور حکومت نے ان کے اکثر کارکنان کو گرفتار کر لیا اور یہ سب کچھ ستمبر ۲۰۰۱ء سے کافی پہلے ہوا۔

ایسا ہی کچھ لیبیا میں ہوا جب قذافی کی حکومت نے اسی نوے کی دہائیوں کے وسط میں اسلامی نظام کے قیام کی دونوں کوششوں کو ناکام بنا دیا۔ اگر مجاہدین نے کم فوجی قوت اور کمزور استخباراتی (انٹیلی جنس) نظام کے حامل عرب اور دوسرے اسلامی ممالک میں بھی کوشش کی تو نتیجہ یہی نکلا کہ اس تحریک کو کچل دیا گیا۔ الجزائر میں ۱۹۹۱ سے ۱۹۹۷ کے درمیان ہونے والے واقعات عرب کے سیکورٹی اداروں کی واضح برتری کی عکاسی کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ محاذ مجاہدین کو کامیابی کے لیے درکار تمام ضروری شرائط مہیا کرتا تھا۔ پھر بیسویں صدی کے اواخر میں یمن اور لبنان کی خفیہ جہادی تنظیموں نے بھی دم توڑ دیا۔ عرب اور علاقائی تعاون کے نظام کی وجہ سے ہمارے ملکوں کے سیکورٹی ادارے اس قابل تھے کہ وہ ان کوششوں کو ختم کر ڈالیں اور جب یہ تعاون بین الاقوامی سطح تک جا پہنچا تو ان کے لیے مطلوبہ نتائج کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

ا۔ ہماری تمام تنظیموں کو عسکری محاذ پر شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اگر چہ ہم نے بہت سے معرکے جیتے لیکن بحیثیت مجموعی ہم جنگ ہار گئے۔

۲۔امنیات کے حوالے سے بھی ہماری تنظیمیں شکست خوردہ رہیں۔ ان کے حلقے منکشف ہو گئے اور ان پر پابندیاں عائد کر دی گئیں۔ اور ان حلقوں کو پھر سے بنانے کی تمام تر کوششیں بھی مسدود کر دی گئیں۔ دشمن کا حفاظتی نظام اس سطح تک پہنچ گیا کہ جہادی حلقوں کو پھر سے قائم

کرنے کی کوششوں کو انتہائی ابتدائی حالت ہی میں زمین بوس کر دیا گیا۔

۳۔اس نظم کے تحت جہادی تحریک دلانے میں ہم بری طرح ناکام ہوئے۔ جہادی تنظیمیں مقصد کی سچّائی کے باوجود عوامی حلقوں تک رسائی حاصل نہ کرسکیں اور نہ ہی معروف ہوسکیں۔لاکھوں کی آبادی والے ممالک میں معاونین کی تعداد سینکڑوں تک ہی محدود رہی۔

۴۔ جہادی تنظیموں کو نظریاتی، علمی، تنظیمی استخباراتی یہاں تک کہ سیاسی اور عسکری محاذوں پر لڑنے کے لیے اپنے افراد کی تعلیم و تربیت اور تیاری کے معاملے میں بھی ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔اگرچہ چند مرتبہ صورتحال بہتر رہی۔

بالخصوص تصادم کے آغاز کے بعد تو تعلیم و تربیت کا عمل مفقود ہی رہا۔کیونکہ رازدارانہ صورتحال کی وجہ سے جنگ کے ذریعے تربیت کا نعرہ عملی وجود نہ پا سکا۔لمبی تربیت سے گزرنے والے افراد اور معاونین یا تو شہید کر دیے گئے یا گرفتار ہو گئے اس وجہ سے بعد میں آنے والے افراد کے لیے تربیت کا معیار گرتا گیا اور ایسا اکثر اوقات دیکھنے میں آیا۔

۵۔تمام پہلوؤں سے شکست کی وجہ سے بالآخر ناکامی منزل کے مبہم ہوجانے کی صورت میں سامنے آئی۔

اس خلاصے کی بنیاد پر اب ہم ان طریقہ ہائے کار کے نتائج پر نیوورلڈ آرڈر کے قیام کے بعد کے حقائق کی روشنی میں نظر ڈالتے ہیں

☆اگر خفیہ، علاقائی اور تنظیمی شکل کی حامل تنظیموں کا طریقہ تصادم علاقائی فوجی قوتوں کے خلاف گزشتہ دہائیوں میں مکمل ناکام ہوا تو ذرا تصور کیجیے کہ نیوورلڈ آرڈر کے تحت قائم ہونے والے حفاظتی نظام کے خلاف جنگ میں یہ کیسی بری طرح شکست کھائے گا۔جبکہ دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ اپنے تمام تر استخباراتی، عسکری، نظریاتی، سیاسی اور معاشی وسائل کے ساتھ شروع کی جاچکی ہے، یہ تو قطعی ناممکن سی بات ہے۔اور میری نظر میں تو اگر ان حالات میں اسی طریقے پر ڈٹے رہیں تو یہ شکست پر اصرار اور خودکشی کے مترادف ہے۔ایسا کرنا جہاد کے لیے وقف سادہ لوح مسلمان نوجوانوں سے دھوکہ ہی تصور کیا جائے گا۔اس نتیجہ تک پہنچنے کی قیمت ہم نے اپنے قیمتی خون سے ادا کی ہے۔

☆خامی خفیہ جہادی تنظیموں کے طریقہ کار یا بذات خود خفیہ تنظیموں میں نہیں تھی۔ بلکہ اصل سبب وقت کی تبدیلی تھا۔۱۹۹۰ء کے بعد سامنے آنے والے منظرنامے نے ان طریقوں کو ناکامی کی طرف مائل کر دیا۔افغانستان کی جنگ میں روس کی شکست کے دوران میں نے اس امر کی وضاحت کے لیے ایک مثال سامنے رکھی جسے میں یہاں بیان کروں گا۔

تصور کیجیے کہ آپ کے پاس ایک زبردست برقی مشین ہے لیکن یہ صرف ۱۱۰ وولٹ والے پرانے برقی نظام کے تحت چلتی ہے جبکہ اب تمام ممالک میں اس پرانے نظام کی جگہ ۲۲۰ وولٹ والے برقی آلات استعمال ہورہے ہیں اب اگر آپ ایسی مشین کے استعمال ہی پر اصرار کریں تو نتیجہ کیا نکلے گا؟ مشین آگ پکڑ لے گی اور آپ کا برقی نظام بھی خراب کر دے گی۔اور ممکن ہے کہ بجلی کا جھٹکا بھی آپ کو دبوچ لے! یقیناً خامی مشین میں نہیں بلکہ وہ تو بالکل ٹھیک ہے اور پرانے نظام کے تحت ٹھیک کام کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔لیکن نئے حالات نے اسے ناکارہ بنادیا۔اور اب اس کی جگہ ماضی کی یادگار کے طور پر کوئی الماری یا عجائب گھر ہی ہے۔

اس سے آپ کی محبت، یادیں اور آپ کے والدین کی ملکیت ہونا، اس کی حقیقت کو بالکل تبدیل نہیں کر پائے گا، مشین بالکل بھی قابل عمل نہیں رہی وقت کی تبدیلی نے اسے استعمال کے قابل ہی نہیں رہنے دیا۔یہی کام نیوورلڈ آرڈر نے ہماری تنظیمی مشین کے ساتھ باوجود اس کی وسعت کے کردیا۔نتیجتاً بہت ہی اہم معاملہ وقوع پذیر ہوا جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

☆حکومتوں اور جہادی تنظیموں کے مابین جنگ ساٹھ ستّر اور اسّی کی دہائیوں میں کئی سالوں تک جاری رہی یہاں تک کہ حکومتیں جہادی تنظیموں کو ختم کر دینے میں کامیاب ہوگئیں، اس دوران میں بڑے بڑے معرکے لڑے گئے۔اور حکومتوں کو کافی نقصان اٹھانا پڑا۔

شام میں ۷۳ سے ۸۳ء کے دوران میں دس سال محاذ آرائی جاری رہی۔اور اتنا یا شاید اس سے بھی زیادہ مصر میں۔لیکن اگر الجزائر پر نگاہ دوڑائیں جہاں جہاد کے لیے حالات ساز گار تھے، تحریک کو صرف چار سال میں کچل دیا گیا۔۹۰ء کی دہائی اور اکیسویں صدی کے آغاز میں ہونے والی معرکہ آرائیوں کو تو چند دنوں ہی میں ختم کر دیا گیا۔لبنان میں ابوعائشہؒ کی قائم کردہ تحریک جس کو کھڑا کرنے میں کئی سال لگے پانچ دنوں میں ہی ختم کر دی گئی۔یمن میں ابوالحسن المہندؒ کی تحریک کو ختم کرنے میں صرف تین دن لگے۔اور ایسا ہی دیگر تنظیموں کے ساتھ ہوا۔اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ پرانی مشین کسی طور بھی قابل استعمال نہیں رہی سوائے اس کے کہ جو لوگ اس طریقہ کار پر چلنے پر مُصر رہے انہیں اور تحریک کو ختم کرکے رکھ دے۔

ایک اور تجزیہ یہ ہے کہ

☆۱۹۹۰ کے بعد نیوورلڈ آرڈر کے قیام اور خصوصاً ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد علاقائی اور بین الاقوامی خفیہ تنظیموں، خواہ ان کا تعلّق مسلمانوں سے نہ بھی ہو، کے لیے علاقائی اور بین الاقوامی سرحدیں بند کر دی گئیں۔پرانے بین الاقوامی سیاسی نظام میں کئی قطب (poles) موجود تھے۔مشرقی اور مغربی خیمے الگ الگ تھے اور مغربی جانب ریاستوں کے مابین تضادات اور انکے ذاتی مفادات کے محور موجود تھے۔ان حالات میں کسی خاص بین الاقوامی محور کے گرد گھومنے والے ملک کو مطلوب افراد کسی ایسے ملک میں بیٹھ کر اپنی کارروائیاں جاری رکھ لیتے تھے، جس کا محور مختلف ہوتا تھا۔اس ملک میں خفیہ تنظیمیں مدد بھی حاصل کر لیتی تھیں اور اپنے آپ کو محفوظ بھی محسوس کرتی تھیں۔یہ تنظیمیں وہاں محفوظ ٹھکانے قائم کر لیتیں اور اپنے حجم میں اضافے کے ساتھ ساتھ مالی طور پر بھی مستحکم رہتیں۔مصر میں برسرپیکار مجاہدین مشرقی محور کے شاہ فیصل کے ہاں سعودیہ میں پناہ گزین ہوگئے۔صدام کے مخالفین شام میں رہتے ہوئے اپنی کارروائیاں کرتے اور شام کے خلاف لڑنے والی اخوان المسلمون اور طلیعۃ المقاتلہ کے افراد عراق اور اردنی سائے میں کام کرتے۔اسلامی، جہادی اور سیاسی حریف اسی طرح پوری دنیا میں پھرتے، کئی ممالک سے گزرتے، سیاسی پناہ حاصل کر لیتے اور سرحد پار سے خفیہ کارروائی جاری رکھتے وغیرہ۔

تاہم روس کے سقوط کے بعد اور امریکی یک جہتی نظام کے وجود میں آتے ہی بہت سی ریاستیں خصوصاً چھوٹی ریاستیں اس کی اتحادی بن گئیں۔لہٰذا ہر جگہ ایک سی پالیسی نافذ العمل ہوگئی اور اتحادی ملکوں کے مابین پائے جانے والے محور اور سرحدیں ختم ہوکر رہ گئیں۔یعنی

ریاستیں، سیاسی جماعتیں اور چھوٹی قوتیں اپنے ذاتی مفاد سے ہاتھ دھو بیٹھیں اور انہیں زمین پر غالب قوت کے احکام کی پیروی کرنا پڑی۔ ریاست، تنظیم یا محاذ جتنا چھوٹا تھا اس نے اس نیو ورلڈ آرڈر سے اتنا ہی زیادہ نقصان اٹھایا۔ اس موڑ پر سب سے زیادہ نقصان خفیہ مزاحمتی تحریکوں اور حریف جماعتوں کو اٹھانا پڑا کیونکہ انہیں جبراً ہتھیار ڈالنے پڑے اور اپنی حکومتوں کے ساتھ مذاکرات کرنے پڑے۔ دریں اثنا نتیجہ مکمل تباہی کی صورت میں سامنے آیا۔ کردستان ورکرز پارٹی (PKK) جو کہ دنیا میں سب سے محفوظ عسکری حریف جماعت ہے اور اس کے کئی ہزار جنگجو ترکی، شام، شمالی عراق اور لبنان کی سرحدوں پر فوجی کیمپوں میں موجود تھے، اس کے حامی شمال مغربی ایران تک پھیلے ہوئے تھے۔ اس کے قائد عبداللہ اوسلان کی مثال سب سے زیادہ افسوس ناک ہے۔ یورپ بالخصوص جرمنی میں مقیم لاکھوں کرد PKK کو اپنی ماہانہ آمدن سے حصّہ دیتے تھے۔ اس کے مالی ذخائر کروڑوں ڈالر میں تھے اور اس کے پاس بہت سے سیٹلائٹ ٹی وی چینل بھی تھے۔............ اسلامی جہادی تنظیموں کے مقابل میں تو یہ ایک تنظیمی سلطنت تھی۔

جب نیو ورلڈ آرڈر آیا تو شام نے خوف اور لالچ کی وجہ سے امریکی محور اختیار کیا۔ شام نے اپنے ملک سے PKK کے کیمپوں کا صفایا کر دیا اور لبنان نے بھی نہ چاہتے ہوئے ایسا ہی کیا۔ PKK کے صدر کو کئی ملکوں میں مارا مارا پھرنا پڑا اور بالآخر CIA، موساد اور ترک انٹیلی جنس کے مشترکہ آپریشن کے ذریعے اسے اغوا کر لیا گیا حتیٰ کہ ترکی کے تاریخی دشمن یونان نے بھی اسے ترکی کے حوالے کرنے میں مدد فراہم کی۔ نتیجتاً پارٹی کا خاتمہ ہو گیا اور اس کے کیمپ تباہ کر دیے گئے۔ امریکہ نے عراق میں اس کے باقی ماندہ کیمپ بھی ختم کر دیے۔ بالآخر بچے کھچے افراد نے مسلح جدوجہد ترک کر کے نیو ورلڈ آرڈر اور جمہوری معیار کے مطابق ایک سیاسی حریف جماعت کی شکل اختیار کر لی، جبکہ اس کے قیدی لیڈر کے لیے صرف یہ امید باقی بچی کہ شاید اسے قتل نہ کیا جائے!۔

اب آخری مثال آئرش ری پبلیکن آرمی (IRA) کی۔ یہ ایک ایسی جنگجو تنظیم ہے جس کی جڑیں سو سال پرانی ہیں جس کے تعلقات آئرش نژاد امریکیوں سے ہیں اور یہ ان سے امداد کی مد میں اربوں ڈالر وصول کرتی رہی۔ اس تنظیم کے بہت سے تربیتی مراکز امریکہ میں تھے اور تربیت اور تعاون کے حوالے سے مغربی ممالک مثلاً الجزائر، لیبیا اور بائیں بازو کی عرب تنظیموں سے بھی اس کے روابط تھے جب نیو ورلڈ آرڈر کا نعرہ لگا اور تاجِ برطانیہ امریکا کا اتحادی بن بیٹھا تو اس تنظیم کو پرامن راہ اپنانے پر مجبور کر دیا گیا۔ اس کے ہتھیار قبضے میں لے لیے گئے، تنظیم منتشر ہو کر رہ گئی اور اس طرح کہانی اختتام پذیر ہو گئی۔

ہمارے سامنے یہ چند واضح مثالیں ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر مثالیں بھی موجود ہیں۔ اب دور بدل چکا ہے اور ہمیں موجودہ وقت کے تقاضوں کے مطابق اپنے طریقہ جنگ کو ڈھالنا چاہیے۔ لہٰذا میں پھر سے دہراتا ہوں کہ اصل کمزوری خفیہ تنظیمی ڈھانچے یا اندرونی کمزوریوں کی نہیں، حالانکہ یہ بھی کسی حد تک شامل ہیں، اصل کمزوری کا سبب وقت کی بنیادی اور انقلابی تبدیلی ہے۔ جس نے تاریخ کے دھارے کا رخ موڑ دیا ہے۔ (جاری ہے)

☆☆☆☆☆☆

کفر کا حکم لگانے میں احتیاط شریعت کا حکم ہے

(شیخ ابو عبدالرحمٰن عطیۃ اللہ بلادِ خراسان میں تنظیم القاعدہ کے مسئول ہیں اور مجاہدین کے حلقوں میں معروف عالم دین ہیں)

شیخ عطیۃ اللہ

سوال: علما نے تکفیرِ معیّن کے لیے کچھ شرائط اور موانع بیان کیے ہیں۔ کسی شخص کی تکفیر کے لیے اس سے براہِ راست ان شرائط یا موانع کے بارے میں استفسار کیا جائے گا یا اس کا ظاہری عمل ہی کافی ہے؟ مثلاً ہمارے بلادِ حرمین (سعودیہ) میں کچھ لوگ ڈراموں میں دین کا مذاق اڑاتے ہیں، جبکہ انہوں نے توحید پڑھی ہے اور وہ جانتے ہیں کہ دین کا مذاق اڑانا کفر ہے اور میرا خیال ہے کہ وہ اس کا حکم ضرور جانتے ہیں، تو کیا ان کی ظاہری حالت پر کفر کا حکم لگتا ہے یا اُن سے اس کی تصدیق کرنا ہوگی کہ وہ اس حکم کو جانتے ہیں یا نہیں؟

جواب: جب تک کسی حکم کی شرائط یا موانع ثابت نہ ہو جائیں، کسی شخص پر تکفیر کا حکم نہیں لگایا جا سکتا اور یہ تفصیلی علم علما ہی بہتر جانتے ہیں، عام لوگ جن کے پاس شرعی علم نہیں ہے اُن کو اپنے ذاتی اجتہاد اور استدلال کی بنیاد پر کسی کی تکفیر کے معاملے میں پڑنے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ صرف علما کا کام ہے، عام آدمی جو اس چیز میں مہارت نہیں رکھتا اُسے تکفیر کے بارے میں یہ کہنا ہی مناسب ہے کہ "میں نہیں جانتا، علما سے پوچھو"۔ اگر وہ اللہ، دین اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہے اور طاغوت کا اجمالاً کفر کرتا ہے تو ایسا کرنا عام آدمی پر واجب ہے۔ البتہ کچھ لوگ ہیں جن کی تکفیر عامی اور عالم ہر کوئی کر سکتا ہے۔ مثلاً اصلی کفار جن کی اسلام کے ساتھ کوئی نسبت نہیں، مثال کے طور پر صریح مرتد جو ملّتِ اسلام سے خروج کا اعلان کر دے، یا وہ شخص جو اللہ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا دین کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہو یا اللہ کی آیات کا مذاق اڑائے، لیکن شرط یہ ہے کہ ان کاموں کے بارے میں علما کے درمیان کوئی اختلاف نہ ہو کہ یہ گستاخی یا استہزا ہے یا نہیں؟ اور یہ چیز علما کے لیے چھوڑ دی جاتی ہے۔ المختصر یہ کہ اس معاملے میں احتیاط بہت ضروری، بلکہ واجب ہے ورنہ اس معاملے میں بے احتیاطی اور بے باکی مسلمان کی ہلاکت کا باعث بن سکتی ہے۔ ہم اللہ سبحانہ تعالیٰ سے عافیت اور سلامتی کا سوال کرتے ہیں، یہ انتہائی خطرناک مسئلہ ہے اسی لیے علمائے کرام بھی بغیر علم کے اس بحث میں پڑنے سے ڈرتے ہیں۔ جہاں تک ڈراموں میں دین کا مذاق اُڑانے والوں کا سوال ہے تو اُن کی تحقیق اور حکم ہم وہاں کے اہلِ علم کے سپرد کرتے ہیں جو اُن کے حال سے واقف ہیں، وما توفیقی الا باللہ۔

اللہ آپ کو بہترین جزا عطا فرمائے، خیر، ہدایت اور تقویٰ کے ساتھ اپنی راہ میں جہاد کی توفیق نصیب کرے، مجھے اور آپ کو صراطِ مستقیم پر ثبات اور مقبول شہادت عطا کرے، ہمیں پیٹھ پھیرنے والوں میں سے نہ کرے اور صادق اور یکسو کر دے۔ تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں اور درود اور سلامتی ہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی آل پر۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپکا بھائی عطیۃ اللہ ابو عبدالرحمٰن۔ جمادی الثانی ۱۴۳۱ھ۔

☆☆☆☆☆

دوسری قسط

جمہوریت......ایک دینِ جدید

شیخ ابو یحییٰ اللیبی

جب ہم جمہوریت کا جائزہ لیتے ہیں تو اس حقیقت تک پہنچتے ہیں کہ جمہوریت تو ایک مکمل و مستقل دین ہے۔ دیگر ادیان کی طرح اس کے اپنے مفاہیم، اصول و قواعد، نظریات اور اقدار ہیں۔ اس حقیقت کو جان لیا جائے تو بیان کردہ عبارتوں کی قباحت و بدصورتی مزید نمایاں ہو جاتی ہے۔ یہ تو ایسا ہی ہوگا جیسے کوئی کہے یہودی اسلام، عیسائی اسلام، اسلامی یہودیت، اسلامی نصرانیت یا اسلامی مجوسیت۔ کیا اس روئے زمین پر کوئی جاہل اور گناہ گار مسلمان ایسا بھی ہوگا جو ان ناموں کو قبول کرنے کے لیے تیار ہو؟ یا اپنے لیے بطورِ دین انہیں پسند کرے؟ یقیناً زمین کے کسی دور دراز کنارے پر بسنے والی ایک بوڑھی مسلمان خاتون، کہ جسے نئی تہذیب اور ثقافت کے جراثیم نہ پہنچے ہوں وہ بھی یہ کلمات سنتے ہی فوراً ہی ان کے شر سے اللہ کی پناہ مانگے گی۔ اور یہ کلمات ان کے کہنے والوں کے منہ پر دے مارے گی اور کہے گی کہ مجھے ایسا کوئی دین نہیں چاہئے۔ سمندر یا فضا میں کھیت اگ سکتے ہیں؛ یہ بات شاید اس عورت کو اس عبارت کو تسلیم کروانے سے زیادہ آسان ہو۔ اگر آپ کو اس بات میں کوئی شک ہو تو تجربہ کر کے دیکھ لیجئے۔

تو پھر ہم جمہوریت کو اسلام کے ساتھ جوڑنے کی مذموم کوشش کیوں کریں؟......

جبکہ یہ بات ہمیں سخت ناپسند ہے اور ہر مسلمان بھی اس بات کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے کہ اسلام کو یہودیت، عیسائیت یا مجوسیت کے ساتھ جوڑا جائے۔

لہٰذا اس بات کو سمجھنا ضروری ہے کہ جمہوریت ہر اعتبار سے دینِ اسلام کی ضد ہے اور اسلام مخالف ادیان کی طرح ایک مکمل دین ہے۔ جمہوریت کی اس حقیقت کو جاننا اس لیے لازم ہے کہ وہ لوگ جو اس دینِ جدید کے پھیلائے جال میں الجھ کر رہ گئے ہیں انہیں اس بات کا حقیقی ادراک ہو سکے کہ جب وہ جمہوریت کے تانے بانے اسلام کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں تو درحقیقت اسلام کی توحید کو جمہوریت کے شرک کے ساتھ اور اسلام کے نور کو جمہوریت کے اندھیروں کے ساتھ ملانے کے جرمِ عظیم میں ملوث ہوتے ہیں۔ بھلا اسلام کی اعلیٰ اقدار، پاکیزہ اخلاق اور عدل و انصاف کا خود ساختہ جمہوریت کے ظلم و جبر اور بے انصافیوں سے کیا تعلق؟ کیا تاریکیوں کا رشتہ اجالوں کے ساتھ جوڑا جا سکتا؟ کیا اللہ کی غلامی و عبودیت (اسلام) اور خواہشاتِ نفس کی پیروی (جمہوریت) ایک ہو سکتے ہیں؟

لہٰذا جمہوری اسلام کے دعویداروں سے ہمارا پہلا سوال تو یہ ہے کہ تم ڈیموکریسی کا لفظ اسلام میں ثابت کر کے دکھلاؤ۔ اس مقصد کے لیے عربی لغت کی تمام کتابیں چھان مارو، تمام اشعارِ عرب کو پڑھ کر دیکھ لو، اہلِ فصاحت و بلاغت میں سے جس سے چاہو پوچھ لو بلکہ گاؤں میں رہنے والی بوڑھی عرب خواتین سے پتہ کر لو اور بادیہ نشین دیہاتیوں سے استفسار کر لو۔ کیا اصل و فصیح لغتِ عرب میں تمہیں ڈیموکریسی کا لفظ مل سکتا ہے؟ فصیح تو کجا غیر فصیح عرب لغت میں بھی تم یہ لفظ نہیں پاؤ گے۔ ثابت ہوا کہ یہ لفظ ہماری زبان میں اجنبی ہے جو مغرب سے درآمد شدہ ہے۔ اسے گھڑنے والوں کے نزدیک اس کے خاص اصطلاحی معنی ہیں جن سے اسے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ ہماری زبان میں ان معنی کو ''عوام کی حاکمیت'' سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اسی ایک فقرے میں جمہوریت کا نچوڑ اور خلاصہ موجود ہے اور اگر اس معنی کو جمہوریت سے نکال دیا جائے تو جمہوریت کا وجود ہی باقی نہیں رہتا۔ تمام جمہوری نظام اگرچہ متعدد راہیں رکھتے ہیں لیکن ان سب کی منزل ایک ہے......یعنی ''عوام کی حاکمیت''۔ کوئی بھی مسلم یا غیر مسلم یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میں جس جمہوریت کو مانتا ہوں وہ اس معنی سے عاری ہے اور عوام کی حاکمیت کا اقرار نہیں کرتی۔ اور اگر کوئی عقل سے عاری شخص یہ دعویٰ کرتا ہے تو اس کا حال اُسی شخص کی طرح ہوگا جو یہ کہے کہ میں ایسی یہودیت کی طرف دعوت دے رہا ہوں جو اپنے بنیادی مضامین و معانی سے خالی ہے۔ تو کیا ایسے شخص کے دعوے کی تصدیق کی جائے گی؟ کیا کوئی مسلمان ایسی یہودیت کو قبول کرنے کے لیے تیار ہوگا؟

دینِ جمہوریت میں عوام کو حاکم تصور کیا جاتا ہے، اس طور پر کہ عوام کی طاقت ہی اصل طاقت ہے اور عوام کا فیصلہ ہی نافذ العمل ہے۔ عوام کا ارادہ ہی دینِ جمہوریت میں رائج ہوگا اور عوام کے قوانین ہی لاگو و قابلِ احترام ہوں گے۔ اس نظام کے مطابق کسی کو جرأت نہیں کہ عوام کے حکم پر نظرِ ثانی کر سکے یا ان کے فیصلے کو ٹال سکے، گو کہ عوام اپنی حکمرانی میں کسی کے سامنے جوابدہ نہیں ہوں گے۔

مجھے یہ بات بھی معلوم ہے کہ کوئی مسلمان بھی ان کلمات کو پسند نہیں کرے گا۔ بلکہ انہیں انتہائی ناپسندیدگی اور نفرت و ملامت کی نگاہ سے دیکھے گا۔ اور اللہ کی قسم! یہ نفرت کے حقدار ہی ہیں......اور ملامت کے حقدار تو وہ لوگ ہیں جو اسلامی جمہوریت کا راگ الاپتے ہیں اور عوام کے سامنے اس کی اصل حقیقت کا اظہار نہیں کرتے اور جمہوریت کے بدصورت چہرے کا نقاب نہیں الٹتے بلکہ فاسد تاویلات اور حیلہ سازیوں کے ذریعے اس کی قباحتوں پر پردہ ڈالتے اور اسے مستحسن قرار دیتے ہیں۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ ۔

چونکہ یہ ناممکن ہے کہ تمام عوام کو ایک میدان میں جمع کر دیا جائے تاکہ وہ اپنی اجتماعی یا اکثریتی رائے سے قانون سازی کر سکیں، لہٰذا مغرب نے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ایک خاص نظام وضع کیا ہے۔ اس نظام میں عوامی نمائندے عوام کی مرضی اور رائے سے منتخب ہو کر ان کی ترجمانی کرتے ہیں، اور اس مقصد کے لیے پارلیمان کو تشکیل دیا جاتا ہے جس کا ہر رکن اپنے حلقے کے عوام کا ترجمان اور قائم مقام ہوتا ہے، اس کی رائے عوام کی رائے سمجھی جاتی ہے اور اس کا فیصلہ عوامی فیصلہ کہلاتا ہے، جمہوری نظام میں پارلیمنٹ ہی قانون سازی کا بالاتر ادارہ ہوتا ہے اور اسے ہر طرح کے قانون بنانے کی کھلی آزادی ہوتی ہے صرف اس شرط پر کہ وہ قانون آئین سے متصادم نہ ہوں۔ (یہ بات پیشِ نظر رہے کہ پاکستان کے آئین میں پارلیمان کی دو تہائی اکثریت کے ذریعے سے ترمیم و اضافہ کیا جا سکتا ہے......مترجم)۔ اس شرط کا لحاظ رکھنے کے بعد پھر پارلیمان کو کھلی چھوٹ ہے کہ شریعت کے مطابق یا مخالف، جیسے چاہے قانون بنائے کیونکہ یہ عوام کا منتخب شدہ ادارہ ہے اور جمہوریت یہ کہتی ہے کہ حاکمیت صرف عوام کا حق ہے۔ لہٰذا اس پر کسی کو اعتراض کرنے یا تلملانے کا حق نہیں ہے۔ الا ساء ما یحکمون (بہت برا ہے جو یہ فیصلہ کرتے ہیں)۔

پارلیمان کی ذمہ داری ہی یہ ہے کہ قانون سازی کرے، خواہ اس کا نام پارلیمنٹ ہو، دستور ساز اسمبلی یا ایوانِ نمائندگان۔ یہ ایک ہی ادارے کے مختلف نام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا:

''مَاتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (یوسف: ۴۰)

''تم اُس (ذاتِ باری تعالیٰ) کے سوا صرف ناموں ہی کی عبادت کرتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے مقرر کیے ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی کوئی دلیل نازل نہیں کی، حکم تو صرف اللہ کے لیے خالص ہے، اس نے حکم دیا ہے کہ تم اس کے علاوہ کسی کی عبادت مت کرو، یہی مضبوط اور مستحکم دین ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے''۔

جس کے دل میں ایمان کا نور موجود ہے اسے یقین کی حد تک یہ معلوم ہے کہ یہ دینِ جدید (جمہوریت) ایک لحظے کے لیے بھی نہ تو دل و دماغ میں اور نہ ہی عملی زندگی میں ایمان کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے۔ جب کوئی شخص اس دینِ جدید (جمہوریت) کو قبول کرتا ہے تو دوسرے دین کو منہدم کر کے ہی نئے دین میں داخل ہوتا ہے۔ جس نے یہ حقیقت جان لی، سو جان لی اور جو اس حقیقت سے جاہل رہا، سو جاہل رہا۔ اور بہت بری ہے وہ جہالت جو انسان کو ایمان کی سر بلندی سے اٹھا کر کفر کی کھائیوں میں جا گراتی ہے اور اسے خبر تک نہیں ہوتی۔

یہ حقیقت ہر اس شخص پر واضح اور عیاں ہو چکی ہے جو حق سے عناد اور بغض نہیں رکھتا۔ البتہ مزید وضاحت کے لیے ہم جمہوریت کے بعض اہم امور کا تذکرہ کرنا چاہیں گے جو دین اسلام سے مکمل تضاد رکھتے ہیں۔ یہ اس لیے تاکہ ہمیں اس عظیم جرم کا ادراک ہو سکے جسے جمہوری اسلام کے دعویدار اسلام اور مسلمانوں کے سروں پر مسلط کر کے انہیں ہلاکت کی راہوں پر دھکیلنا چاہتے ہیں، بلکہ دھکیل چکے ہیں اور آج حیرت واضطراب اور نحوست وعذاب کی شکل میں امتِ مسلمہ اس جمہوری تماشے کا مزہ چکھ رہی ہے۔

اولاً: وہ بنیادی اصول جس پر اسلام کی عمارت کھڑی ہے، یہ ہے کہ اللہ ربّ العزت کی نازل کردہ شریعت کو غیر مشروط طور پر تسلیم کر لیا جائے۔ اسی میں بندوں کا امتحان بھی ہے اور یہی دنیا اور آخرت کی کامیابی کے لیے کسوٹی بھی ہے۔ اگر بندہ اپنے رب کی غیر مشروط اطاعت نہ کرے تو وہ بندہ نہ ہوا۔ لہٰذا بندے کا یہ کام نہیں کہ اللہ کے حکم کے مقابلے میں اپنی عقل کے گھوڑے دوڑائے، اپنی عادت کو اس پر ترجیح دے، اپنے تجربے کی بنیاد پر حکم الٰہی سے سرتابی کرے یا اپنی رائے کو اللہ کے حکم کے مقابلے میں قابلِ احترام سمجھے۔ خواہ فرد ہو یا جماعت، پارلیمنٹ ہو یا عوام، کوئی قبیلہ ہو یا تنظیم سب پر لازم ہے کہ اللہ کے احکامات کے سامنے جھک جائیں اور اس کی نازل کردہ شریعت کو دل و جان اور قلب و قالب سے تسلیم کر لیں۔ کوئی مسلمان خواہ کتنے ہی دعوے یا زعم کیوں نہ رکھتا ہو اس وقت تک حقیقی مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک اسلام کی یہ حقیقت اس کے دل میں ثبت نہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ''(النسآء: ۱۲۵)

''اور اس شخص سے اچھا دین کس کا ہو سکتا ہے جس نے خود کو اللہ کے (حکم کے) سامنے جھکا دیا اور وہ نیکوکار بھی ہے اور ملتِ ابراہیم (علیہ السلام) کی پیروی کی جو یکسو تھے''۔

تو جب اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کسی بات کا فیصلہ کر دیں تو پھر کسی کے لیے اس بارے میں کوئی اختیار باقی نہیں رہتا اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو من وعن تسلیم کر لینا اور اس کے سامنے جھک جانا ہر مسلمان پر فرض ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا''(الاحزاب ۔ ۳۶)

''اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کوئی امر مقرر کر دیں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں اور جس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ کی نافرمانی کی تو وہ صریح گمراہ ہو گیا''۔

یہی اسلام کا بنیادی اصول ہے، جس کی طرف انتہائی تاکید کے ساتھ دعوت دی گئی ہے۔ جبکہ دینِ جمہوریت میں تو اسلام کے مندرجہ بالا اصول کو بالکل منہدم کر دیا گیا ہے۔ نظامِ جمہوریت میں بلکہ صحیح تر الفاظ میں دینِ جمہوریت میں انسانوں کو ہر قسم کے اختیارات حاصل ہوتے ہیں اور جب تک کوئی قانون پارلیمنٹ سے منظور نہ ہو اس وقت تک اس کو کوئی تقدس، احترام یا حیثیت حاصل نہیں ہوتی۔

آسمانوں سے نازل ہونے والے احکاماتِ الٰہی کہ جنہیں سن کر ہر مسلمان مرد و زن پر یہ کہنا واجب ہوتا ہے کہ **سمعنا و اطعنا**.....ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ لیکن ان کے بارے میں جمہوریت کہتی ہے کہ ہم ابھی ان پر نظرِ ثانی کریں گے۔ بحث ومباحثہ ہوگا، ترمیم واضافہ ہوگا، جسے چاہیں گے مانیں گے اور جسے چاہیں گے رد کر دیں گے۔ گویا دینِ جمہوریت میں اللہ رب العزت کے حقوق ارکان پارلیمنٹ کو تفویض کر دیے گئے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے شراب کو حرام قرار دیا ہے، اب اگر روئے زمین پر مشرق سے مغرب تک بسنے والے تمام جن وانس مل جائیں اور شراب کے جواز یا حرمت کا از سرِ نو جائزہ لیں تو صرف اسی بات پر وہ معاند کفار بن جائیں گے خواہ اس جائزے کے بعد اسے حرام ہی کیوں نہ قرار دیں۔ یہ تو ایک مسئلہ ہے جبکہ جمہوریت نے تو تمام احکاماتِ الٰہیہ پر نظرِ ثانی اور حک و تنسیخ کے دروازے چوپٹ کھول رکھے ہیں۔ پورا دین گویا کہ عوامی اختیار اور ارادے کا ماتحت ہو کر رہ گیا ہے کہ اگر عوام اسے قبول کر لیں پھر تو یہ محترم ومقدس و قابلِ عمل دین قرار پائے گا اور اگر عوام اسے رد کر دیں تو نعوذ باللہ یہ بے وزن، بے وقعت اور مردود ٹھہرے گا۔ یہاں تک کہ جمہوری اسلام کے بعض دعویداروں نے تو بصراحت کہا ہے کہ اگر عوام ملحد کیمونسٹ طرزِ حکومت اختیار کریں تب بھی ان کے اختیار کا احترام کیا جائے گا اور اگر خود عوام ہی اسلامی حکومت کو رد کر دیں تو تب بھی ان کی پسند واختیار کو تقدیس حاصل ہوگی۔ جبکہ قرآنِ حکیم کا ارشاد ہے:

''وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ''(الرعد: ۴۱)

''اللہ فیصلہ کرتا ہے.....کوئی اس کے فیصلے پر نظرِ ثانی نہیں کر سکتا''

اس کے برعکس جمہویت کہتی ہے کہ نہیں، ہزار بار نہیں...... بلکہ عوام فیصلہ کرتے ہیں اور عوامی فیصلے کو چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔

قرآنِ کریم کہتا ہے:

"وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ"(الاحزاب ۔۳۶)

"اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کوئی امر مقرر کر دیں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں"۔

جبکہ جمہوریت کہتی ہے نہیں...... بلکہ عوام کو تمام اختیارات حاصل ہیں، حق وہ ہے جسے عوام قبول کریں اور باطل وہ ہے جسے عوام رد کر دیں۔ عوام کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنی مرضی سے جیسے چاہیں احکام وقوانین اختیار کریں۔

قرآن پاک کا فرمان ہے:

"اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا"(النور: ۵۱)

"مومنوں کی تو یہ بات ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلائے جائیں تا کہ وہ ان میں فیصلہ کریں تو کہیں کہ ہم نے (حکم) سن لیا اور مان لیا"۔

جبکہ جمہوریت کہتی ہے کہ نہیں...... بلکہ جب لوگوں کو عوامی فیصلے کی طرف بلایا جائے تو انہیں کہنا چاہئے کہ **سمعنا و اطعنا**.....ہم نے سنا اور اطاعت کی۔

قرآن مجید کہتا ہے:

"وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّ فِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ"(الزخرف:۸۴)

"اور وہی ذاتِ باری تعالیٰ آسمان میں بھی معبود ہے اور زمین پر بھی معبود ہے"۔

لیکن نعوذ باللہ! جمہوریت گویا اللہ تعالیٰ کو خطاب کرتے ہوئے کہتی ہے ٹھیک ہے آسمان تو تیرا ہے لیکن زمین عوام کی ہے اور اس پر حکمرانی اور قانون سازی کا حق بھی صرف عوام کو حاصل ہے۔ اللہ رب العزت نے سچ فرمایا:

"وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ"(یوسف: ۱۰۶)

"اور اکثر لوگ اللہ پر ایمان کا (دعویٰ) رکھنے کے ساتھ اس کے ساتھ شرک بھی کرتے ہیں"۔

اللہ کی قسم! جمہوریت تو قریش اور عرب کی انہی پامال راہوں پر گامزن ہے جو دورانِ حج کہا کرتے تھے؛

"لبیک اللھم لبیک، لبیک لا شریک لہ، الا شریک ھو لک تملکہ وما ملک" ۔

'حاضر ہیں اے اللہ! ہم حاضر ہیں ہم حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں سوائے اس شریک کے جو تیرا ہی ہے تو ہی اس کا مالک ہے اور اس کے اختیارات بھی تیری ملکیت ہیں'۔

قرآن مجید نے واشگاف انداز میں مسئلہ حاکمیت کی حقیقت بیان کی ہے:

"فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا" (النسآء:۶۵)

"تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ تب تک مومن نہ ہونگے جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کر دو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں"۔

اس آیت کے سببِ نزول کے حوالے سے بعض علما نے لکھا ہے کہ دو آدمی اپنا جھگڑا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مستحق کے حق میں فیصلہ دے دیا تو جس کے خلاف فیصلہ ہوا اس نے کہا کہ میں اس فیصلہ پر راضی نہیں۔ دوسرے فریق نے پوچھا کہ پھر تم کیا چاہتے ہو؟ تو اس نے کہا کہ ابوبکر صدیق ؓ سے فیصلہ کرانا چاہتا ہوں۔ وہ دونوں سیدھا ابوبکر ؓ کے پاس گئے اور جس فریق کے حق میں فیصلہ ہوا تھا اس نے انہیں بتایا کہ اس جھگڑے کا فیصلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے حق میں کر چکے ہیں۔ ابوبکر صدیق ؓ نے فرمایا کہ جو فیصلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کر دیا وہی تمہارے لیے بہتر ہے۔ لیکن دوسرا فریق اب بھی راضی نہیں ہوا اور کہنے لگا کہ ہم عمر بن خطاب ؓ کے پاس جائیں گے۔ لہٰذا وہ دونوں سیدنا عمر بن خطاب ؓ کے پاس پہنچے اور جس فریق کے حق میں فیصلہ ہوا تھا اس نے کہا کہ اس جھگڑے کا فیصلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے حق میں کر چکے ہیں لیکن دوسرا فریق اس پر راضی نہ ہوا اور پھر ہم ابوبکر صدیق ؓ کے پاس گئے تو انہوں نے بھی یہی کہا تمہارے لیے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ بہتر ہے لیکن دوسرے فریق نے ان کی بات ماننے سے بھی انکار کر دیا۔ عمر فاروق ؓ نے دوسرے فریق سے استفسار کیا کہ آیا یہ معاملہ اسی طرح ہوا ہے؟ اس نے اقرار کیا۔ عمر فاروق ؓ اپنے گھر کے اندر چلے گئے۔ واپس نکلے تو ان کے ہاتھ میں بے نیام تلوار تھی جس سے انہوں نے اس شخص کا سر قلم کر دیا اور فرمایا کہ جو شخص رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر راضی نہ ہو اس کے لیے میرا فیصلہ یہی ہے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی:

"فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا"(تفسیر ابن کثیر ۲۔ ۳۵۲)

تو جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر نظرِ ثانی کی درخواست کرنے والے ایک شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ دوٹوک فیصلہ صادر فرمایا، حالانکہ اس نے صرف ایک معاملے میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر نظر ثانی کے لیے کہا تھا اور رجوع بھی ان عظیم القدر شخصیات کی طرف کیا تھا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل ترین ہیں، تو ان لوگوں کا کیا معاملہ ہوگا جو دینِ جمہوریت کی طرف بلاتے ہیں جبکہ دینِ جمہوریت میں تو پورا اسلام ہی عوام کے ارادے پر معلق ہوتا ہے۔ عوام چاہے گی تو اس کا نفاذ ہوگا ورنہ نہیں۔ اس بدترین دینِ جمہوریت میں تو اللہ تعالیٰ کے قطعی احکامات مثلاً شراب، زنا اور فواحش کی آزادی کو بھی پارلیمان کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تا کہ وہ غور کرے کہ آیا ان کی تحریم مناسب ہے یا تحلیل۔ احکامِ الٰہی پر نظر ثانی کرنے والے یہ ارکان پارلیمنٹ آخر کون ہیں؟ کیا یہ ابوبکر ؓ و عمر ؓ ہیں یا پاکباز و نیکوکار ہیں؟ اللہ کی پناہ! بھلا یہ متقی و پاکباز نفوس ان ارکان پارلیمنٹ سے کیا نسبت رکھتے ہیں۔ یہ تو کائنات کے گھٹیا اور جاہل ترین افراد ہیں، جو فسق و فجور میں لت پت ہیں۔ ان میں سے بظاہر قدرے بہتر وہ لوگ ہیں جو اسلامی جماعتوں کی طرف نسبت رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم مصلحین ہیں لیکن

"اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ"۔(البقرہ:۱۲)

"سن لو! یہی لوگ مفسدین ہیں لیکن انہیں شعور نہیں"۔

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆

مجاہدین اللہ کے فضل و کرم سے اس جنگ میں پوری طرح سے فتح یاب ہو چکے ہیں

صوبہ بدخشاں کے نائب امیرِ عسکری مولوی فضل احمد سے امارتِ اسلامی افغانستان کے عربی مجلّے 'الصمود' کا انٹرویو

الصمود: ادارہ الصمود کے قارئین کے لیے آپ اپنا تعارف اور مختصر حالات زندگی بیان فرمائیں تو ہمارے لیے باعثِ مسرت ہوگا۔

مولوی فضل احمد: میرا نام فضل احمد بن عبدالصمد ہے۔ میرا تعلّق خشک ندی گاؤں سے ہے جو صوبہ بدخشاں کے ضلع کشیم میں واقع ہے۔ میں ۱۳۸۴ھ میں پیدا ہوا، ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں مکمل کی، پھر علومِ شریعہ کے حصول کا آغاز کیا، اس سلسلے میں اپنے علاقے میں ایک سال تعلیم حاصل کرنے کے بعد مزید تعلیم کے لیے پاکستان آ گیا۔ جہاں میں نے مختلف مدارس میں ۸ سال حصولِ علم میں صرف کیے۔ افغانستان میں امارت اسلامیہ کے قیام کے بعد سلسلۂ تعلیم اور مدارس کی ذمہ داریوں کو موقوف کر کے افغانستان کے لیے رختِ سفر باندھا اور امارت اسلامیہ کے لیے اپنی خدمات پیش کیں۔ اسی دوران جب قندھار میں مدرسہ الجہاد کا آغاز ہوا تو وہاں داخلہ لے کر شرعی علوم کے حصول کا سلسلہ دوبارہ شروع کیا۔ یہاں مجھے ۳ سال کے عرصے میں اللہ کی رحمت سے علوم شریعہ کی تعلیم مکمل کرنے کا اعزاز حاصل ہوا۔

الصمود: ہم چاہیں گے کہ آپ ہمارے قارئین کو صوبہ بدخشاں کے محلِ وقوع اور دیگر تفصیلات سے آگاہ فرمائیں۔

مولوی فضل احمد: صوبہ بدخشاں افغانستان کے شمال مشرقی حصے میں واقع ہے۔ اس کے شمال میں تاجکستان، شمال مشرقی سرحد پر چین جبکہ جنوب مشرق میں پاکستان ہے، افغانستان میں مغرب کی جانب صوبہ تخار سے اس کی سرحد ملتی ہے جبکہ مشرق میں صوبہ نورستان اور پنجشیر واقع ہیں۔ ۴۴۰۵۹ مربع کلومیٹر کا رقبہ رکھنے والا یہ صوبہ ۱۵ لاکھ نفوس کی آبادی پر مشتمل ہے۔ صوبہ بدخشاں کے ستائیس اضلاع ہیں، ان اضلاع میں تگاب، کشیم، تشکان، درایم، اُرگو، بہارک، جُرم، ھماکان، کاران وامنجان، واخان، وردج، شہادا، زیباک، اشکاشیم، شغنان، یفتلی شفلا، راغ، راغستان، باوان، کُف، مایاما، شُکی، نسی، خاوان، خشک، شہری بزرگ، ارگنج خواہ شامل ہیں۔

الصمود: بدخشاں کے عوام کے ذرائع معاش کیا ہیں؟

مولوی فضل احمد: صوبہ بدخشاں میں زیادہ تر زراعت، گلہ بانی اور مال مویشی پالنے کا پیشہ اختیار کیا جاتا ہے۔ یہ لوگ اللہ رب العالمین کے سہارے سے انہی ذرائع کے بل بوتے پر اپنی زندگی کو رواں رکھے ہوئے ہیں۔ چونکہ یہ علاقہ کابل سے بہت دور واقع ہے اور چاروں اطراف سے بلند و بالا پہاڑی سلسلوں میں گِھرا ہوا ہے لہٰذا یہاں کے عوام کے ذرائع آمدن انتہائی محدود ہیں۔

الصمود: اس صوبہ کے کن حصوں میں مجاہدین کی سرگرمیاں زیادہ ہیں؟

مولوی فضل احمد: اس حقیقت سے کون واقف نہیں کہ سوویت یونین کے افغانستان میں قبضے کے وقت اس صوبے کے بے شمار لوگوں نے جان و مال کی بے مثال قربانیاں دی ہیں۔ سوویت یونین کے خلاف جہاد میں ان لوگوں نے کچھ بھی بچا کر نہیں رکھا اور ہر شے اللہ کے راستے میں قربان کر دی۔ امت مسلمہ پر مسلط کی جانے والی موجودہ صلیبی جنگ میں بھی مجاہدین کی ان قربانیوں کا سلسلہ جاری ہے۔ صوبے کے تمام علاقے جہاد میں پوری طرح حصّہ لے کر عظیم قربانیاں پیش کر رہے ہیں اور ہر علاقے میں جہادی کارروائیاں تسلسل کے ساتھ ہو رہی ہیں۔ ضلع کشیم، وردج، بہارک' وہ اضلاع ہیں جہاں جنگ زور و شور سے جاری ہے اور جہادی سرگرمیاں اپنے عروج پر ہیں، مجاہدین اللہ کے فضل و کرم اس جنگ میں پوری طرح سے فتح یاب ہو چکے ہیں اور صلیبیوں کی شکست نوشتۂ دیوار ہے۔

الصمود: بدخشاں کے عامۃ المسلمین کا جہاد میں کیا حصّہ ہے اور وہ کس طرح مجاہدین کی نصرت کرتے ہیں؟

مولوی فضل احمد: بدخشاں کے مسلمانوں کی صلیبیوں کے خلاف جدوجہد روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ وہ صلیبیوں کے خلاف صف آرا ہیں اور جنگ کے لیے مکمل طور پر تیار ہیں۔ اُن کے دلوں میں اِن خونخوار سفاک درندوں اور ان کے مقامی اتحادیوں کے لیے شدید ترین نفرت پائی جاتی ہے، کچھ لوگ صلیبیوں اور اُن کے ہرکاروں کی طرف سے سچ کو چھپانے کے نتیجے میں اب تک اس غلط فہمی میں مبتلا تھے کہ جنگ میں کفار کا پلڑا بھاری ہے۔ ایسے تمام افراد ان خبیث طاغوتی طاقتوں کے بچھائے گئے گمراہ کن افواہوں کے جال میں پھنس گئے تھے۔ اُس وقت وہ مجاہدین کی باتوں کو قابل توجہ نہیں سمجھتے تھے، ناں ہی ان مجاہدین کی کامیابیوں کو خاطر میں لاتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے سبب امارت اسلامیہ کی ان تھک کاوشیں رنگ لائیں اور لوگوں کو اس حقیقت کا ادراک ہو گیا کہ اصل میں کون اپنے دامن میں ذلت و خواری کو سمیٹ رہا ہے۔ اب ناصرف یہ کہ لوگ اس حقیقت سے واقف ہو چکے ہیں بلکہ مجاہدین کے سرگرم حمایتی بن چکے ہیں اور جہاد میں اپنا حصّہ ڈال رہے ہیں۔ یہ لوگ مجاہدین سے کہتے ہیں کہ ہم ہر طرح سے آپ کے ساتھ ہیں، وہ اپنے مجاہد بھائیوں کے لیے روزمرہ راشن سے لے کر تمام ضروریات کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس بات سے دلی طور پر متفق ہیں کو مجاہدین کہ اسلام دشمنوں سے برسرِ پیکار رہنا چاہیے۔

الصمود: جہاد اور مجاہدین کے بارے میں کفار کے پروپیگنڈے کے اثرات کو زائل کرنے کے لیے آپ کیا کوششیں کر رہے ہیں؟

مولوی فضل احمد: جہاد کے حوالے سے رائے عامہ ہموار کرنا اور لوگوں کو اس

راستے میں قربانی کے لیے تیار کرنا جہاد کے اعلیٰ ترین بنیادی مقاصد میں سے ہے۔ ہمیں اس حوالے سے بہت سے اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ کی رحمتوں سے ہم اس میدان میں استقامت سے ڈٹے ہوئے ہیں، ہم نے علمائے کرام اور عام افراد کے درمیان باہمی رابطے کے ذریعے اس بات کو یقینی بنایا ہے کہ وہ مغربی ذرائع ابلاغ اور صلیبیوں کی پھیلائی گئی افواہوں اور اُن کی جنگی کامیابیوں کے جھوٹے دعووں پر کان نہ دھریں بلکہ اس پروپیگنڈے کے توڑ میں اپنا کردار ادا کریں اور صلیبیوں اور اُن کے ہرکاروں کے ناپاک ارادوں کے آگے مضبوط چٹان کی مانند کھڑے ہو جائیں۔ اللہ کے فضل و کرم سے ہم اپنے اس مقصد میں کامیاب ہیں اور بدخشاں کے عوام مجاہدین کے نا صرف ساتھ ہیں بلکہ امارت اسلامیہ کے قیام کے لیے ہر قسم کی قربانیاں دینے کی مثال بھی قائم کر رہے ہیں۔

الصمود: بدخشاں کے محل وقوع کے لحاظ سے یہ صوبہ جنوبی اور وسطی صوبوں سے بہت دور واقع ہے، کیا آپ کے لیے مقابلے عملیات (عسکری کارروائیاں) کرنے میں کسی قسم کی کوئی رکاوٹ پیدا ہوتی ہے؟

مولوی فضل احمد: یہ حقیقت ہے کہ بدخشاں میں کارروائیاں کرنے کے لیے ہمیں کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے کیونکہ یہ صوبہ پسماندہ اور معاشی لحاظ سے بھی کمزور ہے، اس لیے ذرائع آمدن بھی محدود ہیں۔ مزید یہ کہ شاہراہیں بھی بری طرح ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں اور اس قابل نہیں کہ اسلحہ کی ترسیل کا کام آسانی سے ہو سکے۔ ان تمام زمینی حقائق اور مسائل کے باوجود صوبے کے عوام جہاد کے مقاصد سے بخوبی آگاہ ہیں لہٰذا مجاہدین کو نا صرف عوامی حمایت حاصل ہے بلکہ عوام کی طرف سے بھرپور تعاون اور مدد بھی ملتی ہے۔ اللہ کے فضل و احسان سے عوام کا مجاہدین کے لیے فکرمند رہنا اور اُن کے لیے اسباب و وسائل فراہم کرنا' ہمیں اپنی بہت سی مشکلات پر قابو پانے میں مدد دیتا ہے۔

الصمود: جب سے آپریشن 'الفتح' شروع ہوا ہے اُس وقت سے اب تک مجاہدین نے صلیبیوں اور اُن کے حواریوں کے خلاف کتنی عسکری کارروائیاں کی ہیں؟

مولوی فضل احمد: اللہ کی مدد و نصرت اور رحمت سے ہمارے باہمت مجاہدین نے صلیبیوں کے خلاف بدخشاں کے مختلف علاقوں میں اب تک ۲۸ عسکری کارروائیاں کی ہیں۔ اس دوران ۲۵ جرمن باشندوں کو قتل کیا گیا، ٹینک اور بکتر بند گاڑیاں تباہ کر دی گئیں۔ ان کارروائیوں میں ۳۵ سے زاید صلیبی ہرکارے اور پٹھو قتل کیے گئے۔ یہ صرف اُن کارروائیوں کا اجمالی سا خاکہ ہے جو کہ صرف ضلع کشیم اور ٹُف میں کی گئیں ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ وقت ہمارے لیے ایک آزمائش کا وقت ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور اُس کے فضل و کرم سے مجاہدین نے عسکری کارروائیاں کامیابی سے نمٹائی ہیں اور مشکلات پر قابو پا لیا ہے۔

الصمود: یہ کہا جا رہا ہے کہ صلیبی طاقتیں' اپنے نام نہاد رفاہی ادارے ''Presenting services and assistance'' کے نام سے بدخشاں کے عوام میں صلیبی نظریات و افکار پھیلا رہی ہیں۔ ان قبیح حرکتوں میں چھپا سچ کیا ہے؟

مولوی فضل احمد: جی ہاں، یقیناً! اصل میں ان قبیح صلیبی حرکتوں کے پیچھے یہ مقاصد پوشیدہ ہیں کہ ایک ایسی نسل کو اٹھایا جا سکے جو افغانستان میں اپنے مغربی آقاؤں کے لیے سرگرم عمل رہے، جوان کے پے رول پر (ڈالروں کی بھیک کے لیے) کام کرنے والی ہو، کفار اس مقصد کے لیے سر توڑ کوششیں کر رہے ہیں۔ جیسا کہ آپ نے بتایا کہ بدخشاں میں اسی طرح کی ایک تنظیم ہے جو کہ فلاحی و خیراتی ادارے کے طور پر خود کو متعارف کرواتی ہے، یہ لوگ پسِ پردہ کام کرتے ہیں۔ لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل اور کرم ہے کہ بدخشاں کے غیور عوام ایسی مشکوک تنظیموں کی سرگرمیوں پر خاص نظر رکھتے ہیں اور ان کو اپنے غلیظ مقاصد میں کامیاب نہیں ہونے دیتے۔ آپ کے علم میں آغا خان فاؤنڈیشن کی سرگرمیاں بھی ہوں گی' جن میں وہ سال بھر مصروف رہتے ہیں۔ یہاں کے لوگ ایسی تمام شیطانی حرکات کے بارے میں علم رکھتے ہیں مجاہدین اور علمائے کرام کے ساتھ مل کر اپنے ردعمل کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ اسی ردعمل کے اظہار کے لیے ہم نے عوام کے ہمراہ اس ادارے کی عمارت کا محاصرہ کیا اور عمارت پر دھاوا بول دیا۔ جس کے نتیجے میں عمارت کو تباہ اور اس ادارے سے وابستہ متعدد افراد کو قتل کر دیا گیا۔ اس کارروائی میں ہمارے ۲ مجاہدین بھائی شہید اور ۳ زخمی ہوئے (اللہ تعالیٰ ان کی قربانیوں کو قبول فرمائے، آمین)۔ الحمدللہ اس کارروائی کے نتیجے میں ان کا علاقے سے قلع قمع ہو گیا۔ اس طرح اللہ کی رحمت اور فضل سے اب وہ اس قبیل کی سرگرمیوں کو جاری رکھنے کی ہمت نہیں کر پا رہے۔

الصمود: آپ بدخشاں کے مسلمانوں کو کیا پیغام دینا چاہتے ہیں؟

مولوی فضل احمد: اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والے افراد اور اُس کی راہ میں جہاد کرنے والے مجاہدین کے لیے میرا یہ پیغام ہے کہ: آپ جانتے ہیں کہ دنیا بھر کے کفار امتِ مسلمہ کو مٹانے کے لیے یک جان ہو چکے ہیں، اُنہوں نے ہمارے گھروں پر ظالمانہ حملے کیے ہیں تاکہ وہ اپنے شیطانی مقاصد حاصل کر سکیں۔ اُن کے اِن شیطانی مقاصد میں فروغِ جمہوریت اور اس سرزمین سے اسلامی اقدار کی بیخ کنی نمایاں ترین ہیں۔ ہمیں اس صورت حال کو بخوبی سمجھنا ہوگا اور اپنے تمام اختلافات کو ایک جانب رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی، دینِ اسلام کے ابلاغ، اسلامی اقدار کے تحفظ، اپنی سرزمین کی حفاظت اور صلیبی کفار اور اُن کے ایجنٹوں کو مار بھگانے کے لیے متحد ہونا ہوگا۔ ہمیں بہرصورت امارت اسلامیہ کے مجاہدین کی نصرت کرنا ہوگی اور اُن سے مدد و تعاون کے سلسلے کو قائم رکھنا ہوگا تاکہ ہم اپنے آباء کی تابندہ روایات کو زندہ رکھتے ہوئے اسلام کی عظمت کا احیا کر سکیں۔ ہمیں ہرگز اُن لوگوں کے دام میں نہیں آنا جن کا مقصد و محور دنیا کی چند روزہ زندگی، اس کی رنگینیاں اور آسائش و آرام ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ پوری دنیا میں اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر جہاد کرنے والوں کی نصرت فرمائیں، آمین۔

☆☆☆☆☆

ہالبروک کا نزاعی بیان

عامرہ احسان صاحبہ

پاکستان میں امریکی وائسرائے، ہماری قیادت کا مائی باپ (Foster Father) ہالبروک عالمی جنگ برائے دہشت گردی کو یتیم و یسیر کر کے اچانک آنجہانی ہوگیا۔ اس کی شہہ رگ پھٹ گئی۔ ''پھر دیکھو موت کی جانکنی حق لے کر آ پہنچی۔ یہ وہی چیز ہے جس سے تو بھاگتا تھا'' (ق:۱۹)۔ جب وہ آپریشن کے لیے لے جایا جارہا تھا تو ہوش وحواس کے آخری لمحات میں موت کو قریب پاکر دیے جانے والا نزعی بیان، اہمیّت کا حامل ہے۔ جب حقائق کا پردہ آنکھوں سے اٹھ جاتا ہے ''اس چیز کی طرف سے تو غفلت میں تھا، ہم نے وہ پردہ ہٹا دیا جو تیرے آگے پڑا ہوا تھا اور آج تیری نگاہ خوب تیز ہے'' (ق:۲۲) دنیا اور آخرت کی دہلیز پر کھڑے ہو کر پکارنے والوں نے بہت کچھ پکارا ہے، زبان پر حق جاری ہوا ہے۔

فرعون سے بڑا کافرِ حق کون ہوگا لیکن فرعون موت کی دہلیز پر بول اٹھا ''میں نے مان لیا کہ خداوندِ حقیقی اسکے سوا کوئی نہیں ہے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں بھی سر اطاعت جھکا دینے والوں میں سے ہوں'' (یونس:۹۰)۔ حق اس لمحے سر چڑھ کر بولتا اور نوک زبان سے ادا ہو جاتا ہے باذن اللہ! سیدنا علی رضی اللہ عنہ بہ اندازِ دگر آخری لمحے حق کی گواہی دیتے ہیں۔ ابن ملجم ملعون کی تلوار موت کا وار کر گئی۔ زخم کھاتے ہی آپ نے پکارا فزت برب الکعبۃ (رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوگیا)۔ یہی پکار وقتِ شہادت حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کی بھی تھی۔ کامیابی کی اطلاع دینے والے یہ دو نفوس قدسیہ اور سچ کے آگے سر جھکاتا فرعون، ہالبروک نے آخری بیان (جس کا ہر بیان شہ سرخی بنتا رہا) دیا۔ جب وہ رگ گردن پھٹ چکی تھی جسے اللہ نے بندے سے نزدیک ترین ہونے اور اس پر قبضۂ قدرت کا استعارہ بنایا ہے۔ ''ہم اس کی رگ گردن سے بھی زیادہ اس سے قریب ہیں'' (ق:۱۶)۔

ہالبروک نے عالم نزع میں کہا ''افغانستان میں اب جنگ ختم کر دینی چاہیے''۔ یہ نصیحت، وصیّت کسی عام فرد کی نہیں، اس کہنہ مشق یہودی لیڈر کی ہے جس نے زندگی بھر بوسنیا، عراق، افغانستان، پاکستان کے مسلمانوں پر بلڈوزر پھیرا، یہی اس کا لقب تھا (بلڈوزر)۔ انتشار، تفریق، تقسیم کے ذریعے اس نے مسلمانوں کو ہر جگہ زیر کیا۔ یہی کھیل اب پاکستان قدم رکھ چکا تاہم اس کی وصیّت اس کے محبان کے لیے بہترین نصیحت ہے۔ ہم مسلمان غلامی کے ہاتھوں فکر و تدبر، غور و تعقل کی صلاحیت کھو چکے ہیں۔ اس کی نصیحت کو ہی رہنما بنا کر ہم ''فرنٹ لائن اتحادی''۔ ذرا اس جنگ پر نظر ثانی فرمالیں! تاریخ کے صفحات پلٹ کر مسلمانوں کا کفر کے ساتھ اتحاد اور اس کے نتائج ملاحظہ فرمالیں۔ بہت دور جانے کی ضرورت نہیں۔ جنگ عظیم اول میں عربوں نے اتحادیوں کا اتحادی بننا قبول کیا۔ شریف حسین کو خلافت سونپنے کا وعدہ کیا گیا۔ اتحادیوں نے امت کا شیرازہ بکھیر کر چپہ بھر اردن کا ٹکڑا حوالے کیا۔ عربوں کو اتحاد کا نقد انعام ''اعلان بالفور'' کی صورت دیا اور قیام اسرائیل کی راہ ہموار کر دی۔ دوسری جنگ عظیم میں ہندوستان سے برطانوی فوج کے لیے بھرتی کھل گئی۔ علمائے سوء نے جرمنی کے خلاف برطانیہ کے شانہ بشانہ (فرنٹ لائن اتحادی) لڑنا جہاد فی سبیل اللہ قرار دے دیا۔ شمالی افریقہ کے مسلمان ممالک فرانس کے ہمراہ جہاد فی سبیل اللہ کے نام پر بھرتی ہوئے۔

مصر میں برطانیہ جرمنی کے مابین جنگ ''جہاد فی سبیل اللہ'' قرار پائی۔ گذشتہ کل میں اس ''جہاد'' کا ثمر اسرائیل کے قیام کی صورت نکلا تھا آج مشرق وسطیٰ کے مسلمان اور پاکستان کے مسلمان امریکہ و نیٹو کے ہمراہ ''جہاد فی سبیل اللہ'' فرما کر گریٹر اسرائیل کے لیے قربانیاں دے رہے ہیں۔ ہالبروک سچ کہہ گیا۔ عقل مند کو اشارہ کافی ہے۔ کہاں وہ مسلمان کہ ... ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے... نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر، اور کہاں اب کھلے بندوں اسرائیل کی پاسبانی۔ مسیح الدجال کے لیے برپا کی گئی اس جنگ کا واضح ایجنڈہ......جس میں تحریف شدہ تورات میں گریٹر اسرائیل کی ارض موعود کا حدود اربعہ دیکھئے۔ ''یہ ملک دریائے مصر (نیل) سے لے کر اس بڑے دریا یعنی دریائے فرات تک میں نے تیری اولاد کو دیا ہے'' (کتاب پیدائش:باب15:آیت18)

نیز امریکہ یورپ کی اسرائیل کی غیر مشروط مکمل پشت پناہی، عسکری، معاشی فراخدلانہ امداد سیاسی نہیں گہری مذہبی بنیادوں پر استوار ہے۔ بقول جمی کارٹر سابق صدر امریکہ ''اسرائیل کیساتھ ہمارے تعلقات کی جڑیں ہمارے دلوں، اخلاقیات اور عوام کے عقیدے میں ہیں'' اور یہ کہ ''سات امریکی سابقہ سربراہان معرکۂ ہرمجدون (ہمارے ہاں ملحمۃ الکبریٰ بحوالۂ حدیث) پر ایمان رکھتے ہیں۔ وہ یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ عرب یہود تنازعہ کی نوعیت وہی ہے جو داؤد علیہ السلام اور جالوت کے مابین تھی (گویا نعوذ باللہ یہودی داؤد علیہ السلام اور جالوت سے مراد عرب ہیں) ان کے ہاں درج بالا حوالوں سے نیل تا فرات نیز سعودی عرب تا وسعت پذیر گریٹر اسرائیل کے حصول کے لیے یہ جنگ جاری ہے۔

رچرڈ نکسن واشگاف الفاظ میں ''امور مملکت مسیح علیہ السلام (یعنی مسیح الدجال) سنبھال لیں گے'' اور ''امریکیوں کی ذمہ داری ان انتظامات کے مہیا کرنے کی حد تک ہے'' (1999:Victory Withour war) پیشین گوئی اپنی مذکورہ کتاب میں کرتا ہے جبکہ ہم مسلمان قرآن و حدیث بند کیے، سیکولر بننے کے شوق میں بے خدا دانشوری بگھارتے اپنے مسلمان بھائیوں کے خلاف کفر کے اتحادی بنے بیٹھے ہیں! عیسائی علماء جیری فال ویل، پیٹ روبرٹسن، مائیک ایونس، جارج اوٹس اپنے سیاستدانوں کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنے میں شریک مشورہ، شریک کار ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول ثانی کے امیدوار مسلمان آپس کے سر پھٹول اور جماعتی گروہ بندی، تقسیم در تقسیم ہوئے سارا زوران احادیث کی رد پر صرف کر رہے ہیں کیونکہ فی الوقت جنگ عظیم اول دوئم کی طرح ''جہاد فی سبیل اللہ'' مع کفار درپیش ہے!

(بقیہ صفحہ ۴۵ پر)

افغانستان: مغرب کی ذہانت، دولت اور عسکری طاقت کا قبرستان

شاہ نواز فاروقی

افغانستان میں مجاہدین کا مقابلہ امریکہ سمیت ۴۹ ممالک کی اجتماعی قوت سے ہے۔ سیاسی اعتبار سے یہ ایک اور ایک لاکھ کا مقابلہ ہے، معاشی اعتبار سے یہ ایک اور ایک کروڑ کی جنگ ہے، عسکری اعتبار سے یہ ایک اور ایک ارب کا معرکہ ہے۔ لیکن اس کے باوجود افغانستان پورے مغرب کی ذہانت اور عسکری طاقت کا قبرستان بن گیا ہے۔ افغانستان کو سلطنتوں کا قبرستان کہا جاتا ہے۔ یہاں عظیم برطانیہ آیا اور ناکام ہوا، یہاں سوویت یونین آیا اور شکست سے دوچار ہوا۔ لیکن امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی شکست کے سامنے برطانیہ اور سوویت یونین کی شکست کچھ بھی نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ برطانیہ اور سوویت یونین نے جنگ تنہا لڑی، مگر امریکہ افغانستان میں تنہا نہیں ہے، ناٹو کے ۲۸ ممالک اس کے ساتھ ہیں۔ دنیا کے مزید ۲۰ ملک انٹرنیشنل سیکورٹی اسسٹینس فورس (ایساف) کے تحت امریکہ کے ساتھ کھڑے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی مجموعی طاقت کا ۸۰ فیصد افغانستان میں مجاہدین کے مقابلے پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مجاہدین کی فتح اور امریکہ کی شکست دونوں تاریخ بن گئی ہیں۔ لیکن اس اجمال کی تفصیل کیا ہے؟ آیئے نکتہ وار دیکھتے ہیں۔

۱۔ افغانستان میں امریکہ اور اس کے اتحادیوں کا سب سے اہم مشن القاعدہ اور طالبان کا خاتمہ تھا۔ لیکن خود مغربی ذرائع ابلاغ کہہ رہے ہیں کہ افغانستان میں القاعدہ بھی موجود ہے اور طالبان بھی۔ طالبان کی ''موجودگی'' کا یہ عالم ہے کہ مغرب کے نام نہاد امدادی ادارے شکایت کرتے ہیں کہ ہم افغانستان کے نصف حصّے میں داخل بھی نہیں ہو سکتے کیونکہ وہاں طالبان کا کنٹرول ہے۔ نو سال کی جنگ کے باوجود طالبان کی یہ قوت امریکہ اور اس کے مغربی و مشرقی اتحادیوں کی ناکامی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

۲۔ افغانستان پر قبضے کے بعد امریکہ نے شیخ اسامہ بن لادن اور ملا عمر کی گرفتاری کے لیے اپنی ساری قوت صرف کردی۔ لیکن امریکہ کے جاسوس طیاروں کی نگاہیں اور تمام مغربی ملکوں کے شرلاک ہومز اسامہ اور ملا عمر کو تلاش نہیں کر سکے۔ اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے امریکیوں نے کہنا شروع کر دیا کہ دونوں فضائی بم باری میں ہلاک ہو چکے ہیں، لیکن پھر دونوں شخصیات کے ٹیپ آنا شروع ہو گئے۔ چنانچہ کہا گیا کہ یہ دونوں زندہ ہیں اور ان کے سر کی قیمت ڈھائی کروڑ ڈالر مقرر ہے۔ امریکیوں کا خیال تھا کہ اتنا بڑا لالچ موثر ثابت ہوگا اور ممکن ہے کہ اتنے بڑے لالچ میں آ کر دونوں شخصیتوں کے قریبی لوگوں میں سے کوئی مخبری کردے۔ لیکن امریکہ کی یہ توقع بھی تادم تحریر پوری نہیں ہو سکی۔ عسکری طاقت کے بعد امریکہ کی سب سے بڑی قوت ''ڈالر'' ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ڈالر عسکری طاقت سے بھی بڑی قوت ہے، اس لیے کہ جہاں عسکری طاقت کام نہیں کرتی ڈالر وہاں بھی کارگر ہوتا ہے۔ اس کے ذریعے لوگوں کی وفاداریاں کیا اُن کے ایمان تک کا سودا کیا گیا۔ لیکن اسامہ بن لادن اور ملا عمر کے سلسلے میں امریکہ کے اس ہتھیار نے بھی اس کا ساتھ نہیں دیا۔ چنانچہ افغانستان میں ڈالر محض کاغذ کا ایک ٹکڑا بن کر رہ گیا ہے۔

۳۔ افغانستان کے خلاف جارحیت کے آغاز کے ساتھ ہی امریکہ نے اعلان کیا تھا کہ وہ افغانستان میں جمہوریت ''کاشت'' کر کے دکھائے گا۔ امریکہ نے میزائلوں اور بموں کی بارش میں جمہوریت کا تجربہ کیا، لیکن یہ جمہوریت اتنی شرم ناک تھی کہ مغربی ذرائع ابلاغ نے بھی اسے ''ناکام تماشا'' قرار دے دیا۔ اس جمہوریت میں ووٹ خریدے گئے، لاکھوں کی تعداد میں جعلی ووٹ ڈالے گئے، رائے دہندگی کی شرح بمشکل ۱۰ فیصد رہی۔ اس طرح امریکہ کا جمہوری تجربہ اچھی طرح ناکام ہو گیا۔

۴۔ امریکہ افغانستان میں داخل ہو رہا تھا تو اس نے اعلان کیا تھا کہ وہ افغانستان کی تعمیر نو کرے گا۔ لیکن افغانستان میں امریکہ کی موجودگی کے نو سال افغانستان کی ''تعمیر نو'' کے بجائے ''تخریبِ نو'' کے سال ہیں۔ ان نو برسوں میں افغانستان میں غربت بڑھی ہے۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ افغانستان میں پوست کی جو کاشت طالبان کے زمانے میں تقریباً ختم ہو گئی تھی، وہ اب اپنے عروج پر ہے اور افغانستان ایک بار پھر ہیروئن کے اسمگلروں کے لیے دنیا کا پرکشش ترین علاقہ بن گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کے پاس روزگار کے مواقع نہ ہونے کے برابر رہ گئے ہیں، ملک میں بنیادی سہولتوں کا ڈھانچہ تباہ ہو چکا ہے، ملک کی آدھی آبادی غذائی قلت کا شکار ہے اور نومولود بچوں کی شرح اموات میں افغانستان دنیا میں پہلے نمبر پر ہے۔

۵۔ ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل مغرب کا ادارہ ہے اور اس ادارے کی رپورٹ کے مطابق امریکہ کا افغانستان دنیا کا دوسرا بدعنوان ترین ملک ہے۔ بدعنوانی کی سنگین صورت حال دو چیزوں کی غمازی کر رہی ہے، ایک یہ کہ مغرب کی نوآبادیاتی اور توسیع پسند طاقتیں جہاں جاتی ہیں، لوگوں کی اخلاقیات کو تباہ کرتی ہیں۔ ان کے زیر سایہ بدعنوانی کو شعوری طور پر فروغ دیا جاتا ہے تاکہ پورا معاشرہ بالخصوص اس کے بالائی طبقات اندر سے کھوکھلے ہو جائیں۔ افغانستان میں بدعنوانی کی اس صورت حال سے دوسری بات یہ سامنے آتی ہے کہ افغانستان میں جو کچھ ہو رہا ہے ڈالر کے غلط استعمال سے ہو رہا ہے۔ افغانستان کی مقامی فوج ڈالر کے لالچ پر کھڑی ہے۔ افغانستان کی پولیس ڈالر پہ رال ٹپکنے کا نتیجہ ہے۔ افغانستان کی ساری سیاست ڈالروں کی ڈگڈگی پر رقص کر رہی ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ افغانستان میں کچھ بھی حقیقی نہیں، سب کچھ مصنوعی ہے۔ یہ افغانستان میں امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی دانش اور حکمتِ عملی کی مکمل ناکامی کی تصویر ہے۔

۶۔ مغربی دنیا کے ماہرین کے مطابق افغانستان میں امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی مزاحمت کرنے والے مجاہدین کی تعداد ۲۰ ہزار سے زیادہ نہیں۔ مغربی ذرائع کے مطابق اس تناظر میں دیکھا جائے تو افغانستان میں ایک مجاہد کے لیے امریکہ اور اس کے اتحادیوں اور کٹھ پتلی افغان حکومت کے ۱۵ فوجی موجود ہیں۔ ایسی عددی برتری کے باوجود افغانستان کا جنوب اور شمال امریکہ کے ہاتھ میں نہیں۔ باقی علاقوں میں بھی مجاہدین بم دھماکوں اور فدائی حملوں کے ذریعے امریکہ اور اس کے اتحادیوں کا ناک میں دم کیے ہوئے ہیں۔

۷۔سلامتی اور ترقی کے بارے میں انٹرنیشنل کونسل کے ایک تازہ ترین سروے کے مطابق افغانستان کے جنوب اور مشرقی علاقے کے نوجوانوں کی ۹۲ فیصد تعداد کو ۱۱/۹ کے واقعہ کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں۔اس کا مطلب یہ ہے کہ امریکہ نو برس میں اپنا مقدمہ بھی افغان عوام کے سامنے پیش نہیں کر سکا۔

۸۔سروے کے مطابق افغانستان کے ان علاقوں کے ۴۳ فیصد نوجوان امریکہ کی جمہوریت کے بارے میں نہایت منفی رائے رکھتے ہیں۔

۹۔۴۰ فیصد نوجوانوں کا خیال ہے کہ ناٹو کی افواج افغانستان میں اسلام کو تباہ کرنے آئی ہیں۔

۱۰۔۶۱ فیصد نوجوان سمجھتے ہیں کہ افغان نیشنل سیکورٹی فورس امریکہ اور ناٹو کی حمایت کے بغیر طالبان کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

۱۱۔۵۶ فیصد نوجوانوں کا خیال ہے کہ افغان پولیس طالبان کی مدد کر رہی ہے۔

۱۲۔۲۵ فیصد نوجوانوں نے کہا کہ وہ بالآخر طالبان کی صفوں میں شامل ہو جائیں گے۔

۱۳۔سروے کے مطابق افغان فوج کے ۳۹ فیصد فوجی طالبان کے مددگار ہیں۔

۱۴۔سروے کے مطابق افغان فوج کے ۳۰ فیصد فوجی موقع ملتے ہی طالبان کی صفوں میں شامل ہو جاتے ہیں۔

۱۵۔فرانسیسی خبر رساں ادارے اے ایف پی کے مطابق افغانستان میں امدادی اداروں کو مشاورت فراہم کرنے والے ادارے The Afghan Non Government Safety Official کے مطابق طالبان مستقبل میں افغانستان میں مستقل کردار ادا کریں گے اور ان کی سیاسی اہمیّت بڑھتی ہی چلی جائے گی۔

۱۶۔افغانستان میں امریکہ کی سیاسی تنہائی اچانک نمودار ہو کر بڑھتی نظر آ رہی ہے۔ ہالینڈ نے اپنی فوج افغانستان سے واپس بلالی ہے۔کینیڈا ۲۰۱۲ء تک اپنے تمام فوجی افغانستان سے نکال لے گا۔افغانستان سے امریکی فوجوں کا انخلا جولائی ۲۰۱۱ء سے شروع ہونا ہے۔امکان ہے کہ اس کے بعد امریکہ کے اتحادیوں پر امریکہ کا دباؤ کم ہو جائے گا اور وہ امریکہ کے انخلا کو بنیاد بنا کر تیزی کے ساتھ اپنی فوجیں افغانستان سے نکالیں گے۔

۱۷۔امریکہ ۲۰۰۱ء میں افغانستان آیا تھا اور اس سال طالبان سے معرکہ آرائی میں اس کے ۵۰ سے کم فوجی ہلاک ہوئے تھے۔لیکن امریکہ کی آمد کے نو سال بعد ۲۰۱۰ء میں مجاہدین کے ہاتھوں مرنے والے امریکی فوجیوں کی تعداد ۵۰۰ ہوا چاہتی ہے۔یاد رہے یہ وہ اعداد و شمار ہیں جن کا اعتراف کفار کا میڈیا کرتا ہے جبکہ صلیبیوں کے نقصانات کے حقیقی اعداد و شمار کئی گنا زیادہ ہیں۔

۱۸۔نو سال پہلے امریکہ طالبان کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینا چاہتا تھا مگر اب وہ طالبان سے مذاکرات کا خواہش مند ہے۔بلاشبہ مذاکرات کی امریکی خواہش امریکہ کی محض حکمت عملی ہے، مگر اس حکمت عملی سے ظاہر ہوتا ہے کہ امریکہ عسکری اور ''ڈالرانہ'' قوت سے مجاہدین کو شکست دینے میں ناکام ہو گیا ہے۔ورنہ وہ ماضی کے ''وحشیوں''، ''درندوں''، خون آشاموں'' اور ''ٹھگوں'' سے مذاکرات پر کیوں آمادہ ہوتا؟

۱۹۔افغان صدر حامد کرزئی امریکہ کی کٹھ پتلی ہے، مگر مجاہدین کی بے مثال مزاحمت نے کرزئی کو امریکیوں سے اختلاف پر مجبُور کر دیا ہے۔کرزئی کا خیال ہے کہ امریکی طاقت کا غیر ذمہ دارانہ استعمال کر رہے ہیں۔کرزئی نے مطالبہ کیا ہے کہ امریکہ اور ناٹو کے فوجی طالبان کے گڑھ میں رات کا آپریشن ترک کر دیں، کیونکہ یہ آپریشن عوام میں انتہائی غیر مقبول ہے۔

۲۰۔امریکہ نے گذشتہ نو برس کے دوران مجاہدین کی صفوں میں دراڑیں ڈالنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔کبھی کہا گیا کہ افغانستان کا اصل مسئلہ القاعدہ ہے طالبان نہیں،کبھی ارشاد ہوا کہ افغان عوام کو مقامی اور غیر مقامی کا فرق سمجھنا چاہیے۔تاہم امریکہ مجاہدین کو آج تک تقسیم نہیں کر سکا، البتہ خود امریکہ کی صفوں میں دھڑے بندی ہو چکی ہے۔ایک طرف جنرل پیٹریاس اور اس کا پینٹا گون ہے جو افغانستان سے فوجی انخلا کے حق میں نہیں۔دوسری جانب اوباما کا قومی سلامتی کا مشیر جیمس جونز ہے جو افغانستان سے فوجی انخلا کے حق میں ہے۔اس سلسلے میں امریکہ کا نائب صدر جو بائیڈن بھی کھل کر سامنے آ گیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ امریکی فوجوں کا انخلا جولائی ۲۰۱۱ء سے شروع ہو کر ۲۰۱۴ء تک مکمل ہو جائے گا اور اس سال کے بعد امریکہ کی فوجی قوت افغانستان میں موجود نہیں رہے گی۔

تجزیہ کیا جائے تو یہ ۲۰ نکات نہیں، افغانستان میں امریکہ اور اُس کے اتحادیوں کی ناکامی کی ۲۰ متنوع تصاویر ہیں۔یہ تصاویر اپنی جگہ غیر معمولی ہیں، مگر ان سے بھی زیادہ غیر معمولی مندرجہ ذیل حقائق ہیں:

۱۔جن لوگوں نے ''نصرت الٰہی'' کی اصطلاح سنی ہو مگر اس کو عملاً ظہور پذیر ہوتے ہوئے نہ دیکھا ہو، وہ افغانستان میں مغرب کی شکست کو دیکھ لیں اور جان لیں کہ ''نصرت الٰہی'' اس کو کہتے ہیں۔

۲۔نصرتِ الٰہی مجاہدین کی شخصی یا گروہی کامیابی نہیں، یہ جہاد اور شوقِ شہادت کی برکت ہے۔

۳۔افغانستان میں مغرب کی شکست کو عسکری شکست کہنا ادھوری حقیقت کو بیان کرنا ہے۔پوری حقیقت یہ ہے کہ مغرب کی عسکری حکمت عملی کی پشت پر مغرب کی علم اور ذہانت کی تمام جہتیں موجود ہیں۔چنانچہ مغرب کی شکست صرف عسکری شکست نہیں، یہ اُس کی عسکری شکست کے ساتھ ساتھ اُس کی ذہانت کی شکست بھی ہے، اُس کے علم کی بھی شکست ہے۔

۴۔اس شکست سے ثابت ہوتا ہے کہ مغرب کی معلومات بھی غلط (ہو سکتی) ہیں۔اس کا تجزیہ بھی غلط (ہو سکتا) ہے۔اس کی تفہیم بھی غلط (ہو سکتی) ہے۔

۵۔مجاہدین اور مغرب کے درمیان طاقت کا جو عدم توازن ہے اس کے کم از کم انسانی نقصان کو جذب کرنا مذاق نہیں۔مگر اسلام کے تصورِ جہاد اور شوقِ شہادت میں اتنی جاذبیت اور اتنی کشش ہے کہ مجاہدین نے اس نقصان کو نہ صرف یہ کہ جذب کر کے دکھایا بلکہ اس کے اثر سے نکل کر حکمتِ عملی وضع کر کے بھی دکھا دی۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی دنیا کا انسانی مواد Human Content مغرب کے انسانی مواد Human Content سے ان حوالوں سے ہزاروں گنا بہتر ہے۔

۶۔افغانستان میں برپا معرکہ تہذیبوں کے تصادم کا اہم مرحلہ ہے اور اس اہم مرحلہ میں اسلامی تہذیب کی بالادستی عیاں ہو چکی ہے۔امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی شکست جس دن افغانستان میں ''حتمی'' بن کر ابھرے گی وہ دن تہذیبوں کے تصادم کو ایسی جہتوں سے روشناس کرے گا جن سے ایک جانب امت مسلمہ نئی قوت کشید کرے گی اور دوسری جانب امریکہ کی عالمی بالادستی ماضی کا قصہ بن کر رہ جائے گی۔

☆☆☆☆☆

امریکہ کی رکھیل ناپاک فوج کا نشانہ......وزیرستان

عبیدالرحمٰن زبیر

خطۂ وزیرستان، پاکستانی فوج کے لیے گلے کی پھانس بن گیا ہے۔ یہاں ایک طرف مجاہدین اللہ تعالیٰ کی رحمت سے صلیبی اتحادی پاکستانی فوج کو ادھ موا کیے ہوئے ہیں جبکہ دوسری طرف صلیبی سردار اس فوج کو شمالی وزیرستان میں ''سولی چڑھانے'' پر بضد ومُصر ہیں۔ یہود ونصاریٰ کے لیے شمالی وزیرستان، افغانستان سے بھی زیادہ اہمیّت اختیار کر چکا ہے۔ یہاں موجود مجاہدین اور اُن کے انصار، کفار اور اُن کے دُم چھلوں کے لیے خوف اور دہشت کی علامت بن چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صلیبیوں کو افغانستان کے طول وعرض میں عموماً اور جنوب مشرقی افغانستان کے صوبوں خوست، پکتیا، پکتیکا، غزنی اور زابل وغیرہ میں خصوصاً مجاہدین کی کارروائیوں کے پیچھے شمالی وزیرستان میں موجود مجاہدین دکھائی دیتے ہیں۔ صلیبی اتحاد اپنی پوری توجہ وزیرستان پر مرکوز کیے ہوئے ہے۔

پاکستانی فوج کے لیے 'زمینی حقائق' تو یہی ہیں کہ وہ وزیرستان میں مجاہدین کی کارروائیوں کے بدولت بری طرح اضمحلال کا شکار ہے۔ لیکن امریکی بڑے سفاک اور ظالم واقع ہوئے ہیں کہ وہ اپنی غلامی کرنے کی بھی پوری پوری قیمت وصول کر رہے ہیں اور پاکستانی فوج کو شمالی وزیرستان کے ''اندھے کنویں'' میں کود جانے کا حکم سنا رہے ہیں۔ صلیبی آقا، وزیرستان کو غلامی کی رسیا پاکستانی فوج کا مرگھٹ بنانے پر تُلے بیٹھے ہیں اور ''فرنٹ لائن اتحادی'' کے لیے اس مذبح خانے کا تصور ہی جان کا لاگو بنا ہوا ہے۔

۱۵ دسمبر کو جنرل پیٹریاس نے پاکستان وافغانستان کے حوالے سے ایک جائزہ رپورٹ اوباما کو پیش کی جس میں زور دے کر کہا گیا کہ شمالی وزیرستان میں آپریشن ضروری ہو چکا ہے۔ جبکہ امریکی فوج کا سربراہ مائیک مولن جو کہ سی آئی اے کے نائب سربراہ مائیکل جے موریل سمیت پاکستان کے پانچ روزہ دورے پر تھا، ۱۵ دسمبر ہی کو کہتا ہے کہ ''پاکستانی سرحد سے کارروائیوں پر برداشت جواب دے گئی۔ ہم پاک افغان سرحد پر عسکریت پسندوں کا معاملہ ایک رات میں حل کرنا چاہتے ہیں، میری اور میرے ساتھیوں کی برداشت جواب دے چکی ہے، یہ کہنا درست نہیں کہ کارروائی کے لیے ابھی مناسب وقت نہیں ہے، کارروائی بہرصورت ہونی چاہیے۔ مشکل یہ آ رہی ہے کہ امریکہ اسے ہنگامی بنیادوں پر دیکھ رہا ہے کیونکہ امریکہ اپنے لوگوں کو کھو رہا ہے، امریکہ اور پاکستان دونوں سمجھتے ہیں کہ عسکریت پسندوں کا معاملہ حل کرنا ہوگا، وہ یہاں سے افغانستان میں امریکہ اور اتحادی افواج پر حملے کر رہے ہیں، امید ہے کہ پاکستان جلد شمالی وزیرستان میں بھی دہشت گردوں کی قیادت کو تباہ کرتے ہوئے اپنی رٹ کو قائم کرے گا''۔ یاد رہے کہ مولن کا بطور امریکی چیئرمین جوائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی یہ پاکستان کا ۲۱واں دورہ تھا۔ جبکہ پاکستان میں امریکی سفیر کیمرون منٹر نے کہا ''القاعدہ سمیت دیگر انتہا پسند گروہوں کا پاکستان اور افغانستان سے جڑ سے خاتمہ چاہتے ہیں، پاکستان کے ساتھ فوجی اور سیکورٹی تعاون کو مزید بڑھایا جائے گا، دہشت گردی کے خاتمے کے لیے ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے، پاکستانی فوج نے شمالی وزیرستان میں آپریشن کی یقین دہانی کرائی ہے اور فوج شمالی وزیرستان میں آپریشن کے لیے ہچکچاہٹ کا شکار نہیں''۔

مولن اور منٹر زبان حال سے بھی اور زبان قال سے بھی افغانستان میں اپنے اوپر گزرنے والے حالات کی ''روداد الم'' سنا رہے ہیں۔ ہذیان زدہ امریکی جنرل اور امریکی سفیر پاکستانی فوج کی مدد سے راتوں رات مجاہدین کی قیادت کے صفایا کا خواب دیکھ رہے ہے اور خواب دیکھنے پر بھلا کون پابندی لگا سکتا ہے۔ ایسے ہی خواب دیکھتے دیکھتے رچرڈ ہالبروک جہنّم کی وادیوں میں جا پہنچا اور جاتے جاتے اپنے کرچی کرچی خوابوں کی پوٹلیاں صلیبیوں کے ہاتھوں میں دے کر یہ کہتا ہوا اُن کے چہروں پر سیاہیوں کا لیپ کر گیا کہ ''افغانستان میں جنگ کو روکنا ہوگا''۔

افغانستان میں امریکیوں کی دُرگت کے بعد یہود ونصاریٰ غصّے اور جھنجھلاہٹ کے عالم میں باؤلے ہو چکے ہیں اور انصارانِ جہاد ومجاہدین کی سرزمین وزیرستان کو تہہ وبالا کرنے اور اُنہیں نصرتِ جہاد کے ''جرم'' کی سزا دینے کے لیے اپنا رہا سہا زور صرف کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اپنے اس منصوبے پر عمل درآمد کے لیے وہ پاکستانی فوج کو مزید مدد دینے کا عندیہ دے رہے ہیں۔ مولن نے ہی دورۂ پاکستان کے دوران بارہا کہا کہ ''مشکل یہ پیش آ رہی ہے کہ دہشت گردوں کو کس طرح سرحد پار حملوں سے روکا جائے، اس سلسلے میں پاکستان کی دفاعی ضروریات کو بھی پورا کیا جائے گا اور دہشت گردوں سے لڑنے میں اُس کی مدد بھی کی جائے گی''۔ اسی تناظر میں کابینہ کی دفاعی کمیٹی نے شمالی وزیرستان آپریشن کے لیے فوج کو آپریشن کا اختیار اور وقت کے تعیّن کا ذمہ دے دیا ہے۔ ۳۰ نومبر کو یوسف گیلانی نے کہا کہ شمالی وزیرستان میں آپریشن کی اجازت ہے!!!

کیانی کو اپنی اوقات اور آپریشن ''راہ نجات'' کی کامیابی کا اُسی وقت ادراک ہو گیا جب اُس کے لدھا پہنچتے ہی مجاہدین نے لدھا میں فوجی مرکز پر میزائلوں سے حملہ کر دیا اور ''بہادر'' کیانی اور فضائیہ چیف کو جان بچانے کے لیے زیر زمین خندقوں میں پناہ لینا پڑی۔

جبکہ ذرائع ابلاغ پر پاکستانی فوج کی جانب سے کھل کر کہا جا چکا ہے کہ ''فوج موسم گرما تک شمالی وزیرستان میں دہشت گردوں کے خلاف کارروائی شروع کر سکتی ہے۔ ایک پاکستانی فوجی عہدیدار نے بتایا ہے کہ پاکستان میں کیے جانے والے موجودہ ڈرون حملوں میں شمال کی طرف جانے والے جنگجوؤں کو نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ فوج شمالی وزیرستان میں بھی شدت پسندوں

کے خلاف کارروائی کی منصوبہ بندی کررہی ہے۔اس کام میں چھ ماہ کا عرصہ لگ سکتا ہے۔حکام کو توقع ہے کہ موسم گرما تک فوج اس علاقے میں داخل ہوسکتی ہے''۔

اب ایک طرف پورے زور وشور سے شمالی وزیرستان میں آپریشن کے لیے پاکستانی فوج کی پیٹھ ٹھونکی جارہی ہے جبکہ دوسری جانب یہی فوج جنوبی وزیرستان میں اپنی رسوائیوں اور نامرادیوں کی طویل داستان کو دنیا سے چھپانے ،صلیبی کفار کے آگے اپنی جھوٹی کامیابیوں کو نمایاں کرنے اور بدلے میں ڈالروں کی سیاہی سے اپنا حصّہ وصول کرنے کے لیے مکر اور کذب وافترا کے نئے نئے انداز متعارف کرواتی ہے۔نومبر ۲۰۱۰ کے آخری ہفتے میں اعلان کیا گیا کہ ۴دسمبر ۲۰۱۰ سے جنوبی وزیرستان علاقہ محسود کے متاثرین کی علاقہ میں واپسی کا آغاز ہوجائے گا۔اس سلسلے میں ۲۷ نومبر کو(خبروں کی حد تک)ضلع ٹانک میں محسود قبائل کا جرگہ منعقد ہوا۔اس جرگے میں فیصلہ کیا گیا کہ علاقے میں واپس آنے والے ہر متاثرہ خاندان کو ۲۵ ہزار روپے دیے جائیں گے اور پاکستانی فوج ۳ دن کا راشن اپنی طرف سے دے گی (بفرضِ محال اس خبر کو سچ بھی مان لیا جائے تو عامۃ المسلمین کے مساجد ومدارس، گھر بار،کھیت کھلیان،مال مویشی،گلی محلے،بازار اور تمام کاروبارِ زندگی کو بھاری توپ خانے سے جلا کر بھسم کردینے کے بعد ۲۵ ہزار روپے اور ۳ دن کا راشن!!! کیا خوب ''سخاوت'' ہے اور کیا ہی خوب ہے یہ ''اندازِ خسروانہ''!)۔۱۳ دسمبر کو خبر دی گئی کہ ۱۲ سو متاثرین اپنے گھروں کو واپس پہنچ گئے ہیں۔

خود کو عُقلا کے سردار سمجھنے والے اور تھنک ٹینکس کو سوچوں کے زاویے فراہم کرنے والے اس قدر غبی،کوردماغ اور گودن ہوجاتے ہیں کہ اُنکی نظروں سے اصل زمینی حقائق بھی اوجھل ہی رہتے ہیں۔کوئی بھی عام فہم شخص جو جنوبی وزیرستان کے علاقہ محسود کے بارے میں ابجد سے ہی واقف ہو،وہ بخوبی جانتا ہے کہ امن وسکون کے حالات میں بھی اس علاقے کے لوگ ہر سال ستمبر تا فروری کا عرصہ اپنے علاقوں اور گھروں کو خیر باد کہہ کر ٹانک،بنوں،ڈیرہ اسماعیل خان اور لکی مروت کے اضلاع میں ڈیرے ڈالتے ہیں اور ماہِ مارچ کے وسط میں دوبارہ اپنے علاقوں کا رخ کرتے ہیں۔یہ اُن کا صدیوں سے معمول ہے اور اس معمول کی وجہ یہی ہے کہ ان علاقوں میں سردی اس شدت سے پڑتی ہے،برف باری اس عروج پر ہوتی ہے اور موسم کی کی سختی اس قدر ہوتی ہے کہ عام آبادی کا وہاں رہنا اور قیام کرنا ممکن ہی نہیں ہوتا۔لہٰذا یہ لوگ اس موسم میں اپنا گھر بار اپنے علاقے میں موجود مجاہدین کے سپرد کرکے نچلے علاقوں میں آجاتے ہیں۔

یہ تو اُس وقت کی بات ہے جب کہ ہر طرف سکون وآرام ہوتا ہے اور جنگی کیفیت کا دور ونزدیک کوئی نشان نہیں ملتا جبکہ اب صورت حال یہ ہے کہ فوجی آپریشن نے سارے علاقے کو ادھیڑ کر رکھ دیا ہے اور تباہی و بربادی کے مناظر پورے علاقے میں جابجا بکھرے پڑے ہیں۔پھر بھلا ان حالات اور ایسے سخت موسم میں کون جنڈولہ،لدھا،مکین،شکئی اور سراروغہ جانے کی حامی بھر سکتا ہے؟؟؟اگر پاکستانی فوج کے کرتا دھرتا یہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح کے جھوٹے پروپیگنڈے اور دروغ گوئی کے ہتھیاروں کو آزما کر وہ خود پر فتوحات کے دروازے وا کرسکتے ہیں تو اُنہیں کم از کم اتنا تو سوچنا ہی چاہیے کہ اُن کے آقا صلیبی اتحادی ممالک افغانستان وعراق سے شکست خوردگی کے داغ سینوں پر سجائے واپس کیوں لوٹ رہے ہیں،جبکہ وہ ان کاسہ لیس غلاموں سے زیادہ فریب کے داؤ آزما چکے ہیں!!!

یہ سب تو ٹھیک لیکن اک نظر ادھر بھی کہ ۱۷ دسمبر ۲۰۱۰ء کو شمالی وزیرستان میں محسود قبائل کے حکومتی حمایت یافتہ ۲۳ رکنی جرگے کو مجاہدین نے اغوا کرلیا۔یہ جرگہ جمعہ کے روز مجاہدین سے مذاکرات کرنے گیا تھا۔ان لوگوں نے آپریشن راہ نجات کی کھل کر حمایت کی تھی اور اب بھی مہاجرین کی علاقے میں واپسی اور بحالی میں حکومت کو مکمل تعاون کی یقین دہانی کرائی تھی۔

علاقہ محسود کے کوہ ودمن میں پاکستانی فوج کی طرف سے کی جانے والی بارود کی بارش کے بعد گل ولالہ کھلنے کا موسم آیا کیانی کو اس ''پر بہار فضا'' کے نظارے کے لیے بلوایا گیا۔میڈیا پر اس قسم کے تبصرہ و تجزیے سامنے آئے ،آئی ایس پی آر اور کور کمانڈر پشاور کی طرف سے ایسے مناظر کی منظر کشی کی گئی گویا ویران گھروں کے آنگن میں ہر جانب خوشیاں بکھر رہی ،اداس کوچہ وبازار آباد ہو رہے ہیں،آتش وآہن کے سیلاب میں بہہ جانے والے ضعیف العمر بزرگ،خواتین اور بچے نئی زندگی کی کروٹیں لے رہے ہیں اور مساجد ومدارس کے شہید کردیے جانے والے گنبد ومینار اور عمارتیں پھر سے نور کی کرنوں میں لپٹی معطر فضاؤں میں موجود ہیں۔

اس ساری ''گہما گہمی'' کو ''چار چاند'' لگانے کے لیے کیانی پاکستانی فضائیہ کے سربراہ راؤ قمر سلیمان کے ہمراہ ۸ دسمبر کو وہاں گیا لیکن اُس کو اپنی اوقات اور آپریشن ''راہ نجات'' کی کامیابی کا اُسی وقت ادراک ہوگیا جب اُس کے لدھا پہنچتے ہی مجاہدین نے لدھا میں فوجی مرکز پر میزائلوں سے حملہ کردیا اور ''بہادر'' کیانی اور فضائیہ چیف کو جان بچانے کے لیے زیر زمین خندقوں میں پناہ لینا پڑی۔کیانی نے لدھا فوجی مرکز میں خطاب بھی کیا،اُس نے کہا کہ ''جنوبی وزیرستان کو شدت پسندوں سے ۱۰۰ فیصد کلیئر کرالیا گیا ہے وزیرستان کے راستے پاک افغان تجارت کے لیے روٹ بنایا جائے گا''۔اس خطاب کا جواب کیانی کو موقع پر ہی مل گیا کیونکہ مجاہدین ادھار رکھنے کے عادی نہیں ہیں!!!

> **افغانستان میں ہونے والی دُرگت کے بعد یہود ونصاریٰ غصّے اور جھنجھلاہٹ کے عالم میں باؤلے ہوچکے ہیں اور انصارانِ جہاد ومجاہدین کی سرزمین وزیرستان کو تہہ وبالا کرنے اور اُنہیں نصرتِ جہاد کے ''جرم'' کی سزا دینے کے لیے اپنا رہا سہا زور صرف کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔**

محسود قبائل نے اس ظالمانہ آپریشن کے نتیجے میں جان ومال کی بے بہا قربانیاں پیش کیں۔

(بقیہ صفحہ ۳۸ پر)

USA TODAY | Home | News | Travel | Money | Sports | Life | Tech

News » World ▪ War casualties

Taliban small-arms attacks nearly double

Updated 2d 14h ago | Comments 92 | Recommend 10 | E-mail | Save | Print | Reprints & Permissions | RSS

By Tom Vanden Brook, USA TODAY

Taliban small-arms attacks against U.S. and allied troops in Afghanistan are nearly twice what they were a year ago, a reflection of increased coalition penetration of Taliban strongholds and the insurgency's resilience, military officials and analysts said.

U.S. forces have encountered more than 18,000 attacks this year from Taliban fighters armed with automatic weapons, rocket-propelled grenades and in some cases missiles, according to data from the Pentagon. That compares with about 10,600 such attacks in 2009.

The rise in battles comes as the Obama administration prepares a year-end review of how its strategy is working in Afghanistan.

Enlarge — By Paula Bronstein, Getty Images

Sgt. Jay Kenney, right, with the 101st Airborne Division, assists wounded Afghan soldiers off a Black Hawk helicopter after they were rescued in an air mission in Kandahar.

Share: Yahoo! Buzz | Add to Mixx | Facebook | Twitter | More

Subscribe: myYahoo | iGoogle | More

امریکی اخبار Daily USA Today کی خبر کا عکس......جس میں پنٹاگون کوبھیجی جانے والی رپورٹ کے حوالے سے واضح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ سال ۲۰۱۰ء میں طالبان مجاہدین نے امریکی ونیٹو فورسز پر ہلکے ہتھیاروں سے اٹھارہ ہزار حملے کیے گئے۔یہ خبر افغانستان میں صلیبیوں پر گزرنے والی ''رودادِ الم'' بیان کررہی ہے۔اب اگر کفار کے ذرائع ابلاغ بھی افغان جہاد کے نتیجے میں ہونے والی اپنی تباہی کا واویلا کررہے ہیں تو کیا مجاہدین کی جانب سے محاذِ جنگ کی خبروں پر چیں بچیں ہونے والے

اپنے طرزِ عمل پر غور کریں؟؟؟یہ خبر متذکرہ بالا اخبار کی ویب سائیٹ پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

یادرہے کہ Daily USA Today امریکہ کا دوسرابڑا روزنامہ اخبار ہے اوراس کی اشاعت اٹھارہ لاکھ ہے۔

کیانی کے دورۂ لدھا کے موقع پر مجاہدین کی طرف سے داغے گئے میزائلوں کے دھماکوں کے بعد فوجی کیمپ سے دھویں کے بادل اٹھتے دکھائی دے رہے ہیں۔

لشکرِ کفار کی افغانستان کے کوہ و دمن میں ذلتوں اور رسوائیوں کی چند تصویری جھلکیاں

ماہِ ذوالحجہ ومحرم کے دوران میں کابل، قندھار اور قندوز میں فدائی حملوں کے بعد صلیبیوں کے نقصانات کے مناظر

مروجہ قانونِ توہین رسالت یا شاتمین رسول کا تحفظ؟

سلسبیل مجاہد

صلیبی جنگ اپنی پوری شدت سے جاری ہے۔میدانِ جنگ سے لے کر میدانِ فکر تک کے تمام شعبوں میں محاذ دو حصوں میں تقسیم ہو چکا ہے۔کفار کا اہلِ ایمان سے حسد،بغض وعداوت،کینہ ابل ابل کر باہر آ رہا ہے۔نفرت کی یہ چنگاریاں کبھی اہلِ ایمان کو قید و بند کی صعوبتوں سے گزار کر،ان کی ماؤں،بہنوں،بیٹیوں کی عصمت دری کر کے،قید خانوں میں اہلِ ایمان کے ساتھ ظلم وتشدد کر کے تو کبھی درجنوں ڈرون حملے کر کے بھی پوری نہ ہو تو پھر وار براہِ راست اہلِ ایمان کے مرکزِ محبت کے محور،ایمان کی شرطِ تکمیل،سردارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر حملہ کر کے اپنے غلیظ اور قبیح جذبات کو تسکین پہنچانے کی کوشش میں صرف ہوتے ہیں۔امتِ مسلمہ کے محبت کے محور پر حملہ،جذباتی اور روحانی اذیت پہنچا کر اپنے اندر بھری گندگی دکھانے کا یہ سلسلہ کوئی نیا تو نہیں،اگر آج ملعونہ آسیہ اس ناپاک حرکت کی مجرم ہے تو اس سے پہلے بین الاقوامی سطح پر خاکے بنوا کر ڈنمارک،ناروے کے اخبار مالکان نے اپنے مذموم جذبات کو تسکین پہنچائی تھی۔گیارہ ستمبر کے مبارک حملوں کے بعد تو جیسے پورا صلیبی یورپ وحشت زدہ ہو کر رہ گیا ہے،عراق میں ملنے والی ہزیمت،افغانستان میں دن بدن ہونے والی رسوائی تمام تر جھوٹے دعووں کے باوجود ناکامی کا اذیت ناک احساس ایسا جان لیوا ثابت ہو رہا ہے کہ بے بسی میں دشمن،انتہائی گری ہوئی،ایسی گھٹیا وگھناونی حرکتوں پر اتر آیا ہے جو اہلِ ایمان کے دلوں کو پارہ پارہ کر دینے کو ہے۔

حال ہی میں سامنے آنے والے توہین رسالت کے واقعے کی مجرمہ ملعونہ آسیہ کو بین الاقوامی کوریج مل رہی ہے،جس کے پردے میں وہ تمام چہرے بے نقاب ہو گئے جن کے دلوں میں اسلام سے ازلی بغض وعداوت ہے،یہ واقعہ کیسے پیش آیا،اس کا پس منظر کیا ہے،ذرائع ابلاغ کے مطابق ملعونہ آسیہ پنجاب کے ضلع ننکانہ صاحب کے نواحی گاؤں اٹاں والی کی رہنے والی ہے۔شاتمہ رسول نے کچھ عرصہ قبل قران پاک اور پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بدگوئی کی۔تفصیل کے مطابق ۳۸ سالہ شاتمہ رسول وقوعہ کے روز گاؤں کی دوسری خواتین کے ساتھ مقامی زمین دار کے کھیت میں فالسہ چن رہی تھی کہ اس نے دانستہ دو کمسن مسلمان بہنوں کے گلاس سے پانی پی لیا۔ان دونوں بہنوں نے اس گلاس سے پانی پینے کے بجائے پیالی میں پانی پی لیا جس پر اس ملعونہ عورت نے ان دونوں بہنوں کو برا بھلا کہنے کے بجائے براہِ راست اللہ،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر زبان طعن دراز کی اور قرآن مجید پر تنقید شروع کر دی۔اُس نے اپنی ناپاک زبان کے استعمال سے اہلِ ایمان کی عقیدتوں اور محبتوں کے مرکز کو نشانۂ تضحیک بنایا۔یہ باتیں سن کر دونوں کمسن بہنیں رونے لگیں۔چیخ و پکار سن کر کھیت کا مالک بھی ادھر آ گیا اور جھگڑے کی تفصیلات معلوم کرنے لگا۔اس پر مالک نے آسیہ سے تمام واقعہ کی تصدیق چاہی اور اس کے الفاظ کا اقرار کروایا تو آسیہ نے انتہائی ڈھٹائی سے اپنے الفاظ کی تصدیق کی۔گاؤں کی پنچائیت میں بھی اس نے اپنی بات کا انکار نہ کیا بلکہ کہتی رہی کہ ہاں اس نے یہ بات کہی ہے اور اب اسے سب سے کہتی ہوں۔جس کے بعد گاؤں والوں نے فیصلہ کر کے اس کی ایف آئی آر درج کروادی۔بعد ازاں جیل جانے تک جیل میں بھی ساتھی خواتین سے اس عورت نے اپنے کارنامے کا فخریہ تذکرہ کیا۔مقدمے کی سماعت کے دوران گو اس نے اپنے توہین آمیز جملے دہرائے نہیں لیکن ان کا انکار بھی نہیں کیا۔

ملعونہ کی ذاتی زندگی:

ملعونہ کی ذاتی زندگی بھی ایسے تضادات اور گندی باتوں سے بھری ہوئی ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس عورت کا ذاتی کردار بھی کتنا خراب ہے اور جس قبیل کی یہ عورت ہے اس سے یہ جرم کسی کوتاہی یا غفلت کا نتیجہ نہیں بلکہ سوچ سمجھ کر کیا جانے والا عمل ہے۔اخبارات کی رپورٹ کے مطابق ملعونہ آسیہ نے اپنی بڑی بہن کے شوہر سے شادی کر رکھی ہے جو کہ مسیحی قوانین کی رو سے بھی جائز نہیں۔خود اس کا ذاتی بیان ہے کہ وہ شہر میں بیوٹی پارلر چلاتی رہی ہے۔گاؤں کی خواتین کے مطابق ملعونہ سیدھی سادی عورتوں میں عیسائیت کی تبلیغ بھی کرتی رہتی تھی جسے اکثر نظر انداز کیا جاتا رہا ہے۔عدالت میں بات پہنچنے تک ملعونہ کے لیے دس وکلا کام کرتے رہے ہیں جس سے اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس کی پشت پناہ قوتیں کون ہیں۔ملعونہ کی ذاتی زندگی اور اُس کے معالات کا تذکرہ اس لیے ضروری سمجھا گیا کہ قارئین کے ذہن میں اُس کا کردار اور ماضی کے کرتوت تازہ رہیں۔شاتمین رسول کی بدکرداریوں اور لہوولعب میں گزری زندگیوں کا تذکرہ قرآن مجید نے بھی اسی لیے کیا کہ اُن کے شیطانی کردار کو پوری طرح واضح کیا جا سکے۔ولید بن مغیرہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدترین دشمنوں میں سے تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شانِ اقدس میں گستاخیوں کو مرتکب ہوتا تھا' کا تذکرہ قرآن مجید ان الفاظ میں کرتا ہے:

هَمَّازٍ مَّشَّاء بِنَمِيمٍ O مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ O عُتُلٍّ بَعْدَ ذَلِكَ زَنِيمٍ O

(القلم: ۱۱-۱۳)

''طعن آمیز اشارتیں کرنے والا چغلیاں لیے پھرنے والا،مال میں بخل کرنے والا حد سے بڑھا ہوا بدکار،سخت خو اور اس کے علاوہ بدذات ہے''۔

قرآن مجید کے ان الفاظ نے ولید بن مغیرہ کا کچا چٹھا کھول کر رکھ دیا سو ہر شاتم رسول اسی طرح بدکردار اور خبیث الفطرت ہوتا ہے جس کے بارے میں آگہی ہونا ضروری ہے۔

ملعونہ کے لیے پیٹ میں مروڑ کیوں؟

مقامی عدالت سے سزا کا اعلان ہوتے ہی تمام صلیبی قوتیں سرگرم ہو گئیں،ویٹی کن سے دنیائے عیسائیت کا سردار پوپ بینی ڈکٹ چیخ اٹھا کہ یہ سزا فوری طور پر ختم کی جائے۔پھر کیا تھا،میڈیا میں موجود صلیبی ہرکاروں کے ملعونہ کی مظلومیت ثابت کرنے کے لیے بہتے ٹسووں سے لے کر حکومتی ایوانوں میں براجمان شیطانوں کی پھرتیاں زور پکڑ گئیں۔خاص طور پر سلمان تاثیر کی اس ملعونہ کے لیے پھرتیاں قابلِ دید ہیں جبکہ اس عورت کو بچانے کے لیے امریکہ نے ۲۱ نومبر ۲۰۱۰ کو اعلان کیا کہ وہ آسیہ کو پورے خاندان سمیت پناہ دینے پر تیار ہے۔اب تک آسیہ کو خاموشی کے ساتھ اسلام آباد منتقل کر دیا گیا ہے۔دوسری طرف سیاسی ہرکارے،حکومتی اہلکار،صلیبیوں کے تنخواہ دار،صدر سپریم کورٹ بار،بعض این جی

اوز،اورمیڈیا میں توہین رسالت کی اس مجرمہ کو مظلوم ثابت کر کے توہین رسالت کے قانون کے خلاف راہ ہموار کی جارہی ہے۔اس ساری صورت حال کو ویٹی کن سے خصوصیّت کے ساتھ مانیٹر کیا جارہا ہے اور ویٹی کن کا نمائندہ بھی پاکستان پہنچ چکا ہے۔حکومت اور اپوزیشن کی ۵ جماعتوں نے اس قانون کے خلاف قومی اسمبلی میں تحریک التوا بھی جمع کروادی ہے۔یعنی ملعونہ کی حمایت ایک طرف اور دوسری طرف توہین رسالت کے خلاف صف آرا ہونا ایک اہم فریضہ بن گیا ہے۔

پاکستان میں قانون توہین رسالت:

گذشتہ بیس سالوں کے دوران اس قانون کے تحت ۷۰۰ مقدمات درج کرائے گئے جس میں سے نصف سے زائد مقدمات مسلمانوں نے کسی دوسرے مسلمان کے خلاف درج کرائے ہیں۔ملعونہ آسیہ وہ پہلی عورت ہے جس کو ۲۰ سالوں کے دوران پہلی مرتبہ سزائے موت سنائی گئی ہے۔جبکہ یہ وہ قانون ہے کہ جس کے تحت آج تک کسی بھی مجرم کو سزائے موت نہیں ہو ئی ہے۔اب تک اس قانون کے تحت ملزموں کو نہ صرف تحفظ ملا بلکہ ان کو منظر عام پر ایک مظلوم، بے کس اور لاچار فرد کے طور پر پیش کیا گیا۔عدالت سے سزا پانے والوں کو بے گناہ قرار دیا جاتا رہا۔ماضی میں رحمت، سلامت اور منظور مسیح نے گوجرانوالہ کے نواح میں مسجد کی دیوار پر توہین آمیز چاکنگ کی۔ایک پیشی کے وقت ان پر حملہ ہوا تو ایک ملزم منظور مارا گیا۔بعد میں رحمت مسیح اور سلامت مسیح کو جسٹس (ر) عارف اقبال بھٹی نے سیشن کورٹ کے فیصلے کو کالعدم قرار دیتے ہوئے بری کر دیا تھا اور وہ جرمنی چلے گئے تھے (یعنی دونوں کو جرمنی فرار کروادیا گیا)۔یاد رہے کہ مذکورہ جج کو ریٹائرمنٹ کے بعد قتل کر دیا گیا تھا۔بلاشبہ یہ قانون ہی ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت میں کٹ مرنے والوں کو راست اقدام سے روکے ہوئے ہے اور یہی قانون ایسے ایسے دو ٹکے کے لوگوں کو کہ جن کی باتوں کو ان کے گھر میں بھی کوئی قابلِ توجہ نہیں گردانتا' اتنا اہم بنا رہا ہے کہ کفریہ ممالک اُن کی رہائی اور فرار کے لیے تمام تر انتظامات کرنے میں جُت جاتے ہیں۔یہ سب اس کفریہ نظام کی وجہ سے ہی ممکن ہوا کہ جس کا کام ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والوں کی پشت پناہی کرنا ہے۔وہ لوگ جن کو نیچے اور ذلیل بن کر رہنا اور جزیہ دے کر جان بخشی کا حکم ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر حملے کی جرات کرتے ہیں۔ایک مسلمان کے لیے اہمیّت قانون کی نہیں بلکہ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جو اس کے لیے ایمان کا مسئلہ ہے۔ناموس رسالت کسی قانون کا پابند نہیں نہ ہی اس کے لیے کسی قانون کی ضرورت ہے۔قانون کے ہوتے ہوئے بھی اگر ناموس رسالت کا دفاع نہ ہو سکے تو تف ہے ایسی تمام دفعات پر جو الٹا مجرم کو تحفظ فراہم کرنے کا ذریعہ ہیں۔توہین رسالت کے لیے ایک ہی سزا ہے جو کہ دور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے ثابت ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے مطابق توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی مجرم کو نہیں بخشا گیا۔پاکستان میں اس جرم کی سزا کو قانون کا پابند کر کے مجرموں کے ہاتھ مضبوط کیے گئے ہیں ورنہ شاتم رسول کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے نہ تو امت کسی قانون کی پابند ہے نہ ہی کسی دنیاوی حکم کی' اس کے لیے اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود ہے، اور سزا کا شرعی طریقہ کار بھی۔امت میں غازی علم دین شہید اور غازی عبدالقیوم کا کارروان بھی موجود ہے، جو اپنے جلو میں عامر چیمہ شہید جیسی موجودہ دور کی زندہ مثالیں بھی رکھتا ہے۔نہیں ہے تو وہ نظام نہیں ہے جو کفر اور ایمان کی تفریق کر دے۔

قانونِ توہین رسالت اور یہ نظام :

کچھ سادہ لوح لوگوں کا خیال ہے کہ اسلامی قوانین اس جمہوری نظام کفر کے ساتھ ساتھ چل سکتے ہیں۔ایسے تمام لوگوں کے لیے یہ ایک مثال ہے کہ اسلام کے چند ٹانکے بھی اس نظام کفر کو برداشت نہیں۔حالیہ واقعہ سے پہلے بھی بارہا توہین رسالت کا قانون، حدود آرڈیننس وغیرہ جیسی چند اسلامی دفعات اور شقوں کے خلاف ایک عرصے سے سیکولر اور صلیبیوں کا غلام طبقہ سرگرم رہا ہے۔یہ وہ نظام ہے جو ان چند اسلامی دفعات (جو کہ محض زبانی کلامی ہی ہیں) کو بھی قبول کرنے کو تیار نہیں حالانکہ ان سے نظام کفر کو کسی قسم کا کوئی خطرہ بھی نہیں۔جمہوریت کو عین اسلام ثابت کرنے والوں کو مزید انتظار کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی کیوں کہ متعفن اور ناپاک پانی میں چند قطرے آب زم زم ملا دینے سے بدبو دور نہیں ہوتی نہ ہی پانی پاک ہو جائے گا اسی طرح چند اسلامی شقوں کے پیوند سے نہ نظام اسلامی بنتا ہے نہ ہی اس کا نفاذ، اور تو اور یہ چند اسلامی قوانین بذات خود اسلام کی نفاذ کی راہ میں رکاوٹ بن گئے ہیں، ایمان کے اہم تقاضے، ان قوانین کے پابند ہو گئے ہیں۔غازی علم دین، عبدالقیوم اور عامر چیمہ جیسے حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار افراد قانون کے پابند کر دیے گئے ہیں۔یہ قوانین دراصل ہماری دینی غیرت پر تازیانہ کی صورت میں برس رہے ہیں۔یہ پورا نظام ہی فاسد اور باطل ہے، اس کی بنیادوں میں لادینیت اور الحاد اس بُری طرح سے سمایا ہوا ہے کہ جب تک کلی طور پر اس نظام سے برأت اور اس کو بیخ و بُن سے اکھاڑ نہیں جاتا تب تک یہاں کسی خیر اور بھلائی کی امید نہیں۔اسی لیے مجاہدین برملا کہتے ہیں کہ اب تلواریں ہی کریں گی فیصلہ کہ نظامِ اسلام یا نظامِ کفر! کفریہ پیوندامت کو کسی طور منظور نہیں۔ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہماری جانیں قربان، مجاہدین اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھے گے جب تک ان مجرموں کو کیفر کردار تک نہ پہنچالیں۔اللہ کے کلمہ کی سربلندی ہو کر رہے گی اور اس کے لیے معرکہ تیار ہے۔توہین رسالت کے پے در پے واقعات از خود کفار کے شکست کی دلیل ہے۔

توہین رسالت بمقابلہ توہین عدالت!

اس سلسلے میں کچھ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ کفریہ نظام کو چلانے والی یہ عدالتیں کتنی معتبر، معزز اور مقدس ہیں کہ ان کی توہین کرنے والے کو باقاعدہ سخت سزاؤں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لیکن توہین رسالت کا قانون بھی اس قدر مظلوم ہے کہ اس پر ہر کوئی رائے زنی کر کے اپنے آپ کو فقہ کا عالم ثابت کرنے کی کوششوں میں مصروف ہے۔یہ نظام باطل کے شجر ہائے خبیثہ کی خباثتیں ہیں جو امر بیل کی طرح امت مسلمہ سے چمٹ گئی ہیں کہ آج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کا تحفظ بھی ممکن نہیں رہا جبکہ ذلیل لوگوں کی گردنیں مارنے والوں کو تکذیب کا نشانہ بنایا جارہا ہے۔

گستاخانِ رسول اور ان کا انجام

آئیے! دیکھتے ہیں خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے والوں سے کیا سلوک کیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے توہین رسالت پر کیا رویہ اختیار کیا، تابعین اور ائمہ نے کیا ردعمل ظاہر کیا اور گستاخ رسول سے کیا سلوک کیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شان نبوت میں گستاخی کرنے والے بعض مردوں اور عورتوں

کو بعض مواقع پر قتل کروایا، کبھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دے کر اور کبھی پوری منصوبہ بندی کے ساتھ روانہ کر کے۔ کبھی کسی صحابی نے حُبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں خود گستاخِ نبی کے جگر کو چیر دیا اور کبھی عزم کر لیا کہ خود زندہ رہوں گا یا گستاخِ نبی زندہ رہے گا۔ کبھی نذر مان لی کہ فلاں گستاخ کو ضرور قتل کروں گا۔ جو گستاخ مسلمانوں کی تلوار سے بچے رہے، انہیں اللہ جل شانہ نے عذابوں میں مبتلا کیا، رسوائیوں کا شکار رہے، قبر نے اپنے اندر رکھنے کے بجائے باہر پھینک دیا کہ عبرت کا نمونہ بن جائے۔

عصما بنت مروان کو عمیر بن عدی نے قتل کیا۔ یہ عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کیا کرتی تھی، اس متعلّق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اس عورت سے کون نمٹے گا؟''۔ عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ، جن کی بینائی بھی کمزور تھی، نے اس عورت کو اس حالت میں قتل کیا کہ ایک بچہ اس کے سینے پر تھا جسے وہ دودھ پلا رہی تھی۔ عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے اس عورت کو ٹٹولا تو معلوم ہوا کہ یہ عورت اپنے بچے کو دودھ پلا رہی ہے۔ عمیر رضی اللہ عنہ نے بچے کو اس سے الگ کر دیا پھر اپنی تلوار کو اس کے سینے پر رکھ کر اس زور سے دبایا کہ وہ تلوار اس کی پشت سے پار ہوگئی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس صحابی کے بارے میں فرمایا ''تم ایسے شخص کو دیکھنا پسند کرتے ہو، جس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی غیبی مدد کی ہے، تو عمیر بن عدی کو دیکھ لو، اسے نابینا نہ کہو، یہ بینا ہے (الصارم المسلول، ص ۱۳۰)

ابوعفک یہودی، جو کہ ۱۲۰ سال کا بوڑھا اور ضعیف العمر تھا لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت رکھتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کرتا تھا، کو سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ اسی طرح ایک یہودی عورت جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں بکا کرتی تھی، کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

ابورافع یہودی جو کہ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض اور دشمنی رکھتا تھا اور لوگوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی پر ابھارتا تھا کو قتل کرنے کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کی قیادت میں چند انصاری صحابہ کو بھیجا، جنہوں نے اُسے قتل کیا۔ ایک اور یہودی سردار کعب بن اشرف کی ایذا رسانیوں کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''کون ہے جو کعب بن اشرف کا کام تمام کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ اس اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ ستا رہا ہے''۔ اس دشمن اسلام کو اسی جرم کی بنا پر محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

ایک نابینا صحابی کی باندی تھی جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتی تھی، جب ایک رات اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرنی شروع کی تو اس نابینا صحابی نے خنجر لیا اور اس کے پیٹ پر رکھا، وزن ڈال کر دبا دیا اور مار ڈالا۔ پھر صبح وہ صحابی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی اُس باندی کو مار چکا ہوں، یہ آپ کو گالیاں دیتی تھی اور گستاخیاں کرتی تھی، میں اسے روکتا تھا وہ رکتی نہ تھی، میں دھمکاتا تھا وہ باز نہ آتی تھی اور اس سے میرے دو بچے ہیں جو موتیوں کی طرح ہیں وہ مجھ پر مہربان بھی تھی لیکن آج رات جب اس نے آپ کو گالیاں دینی اور برا بھلا کہنا شروع کیا تو میں نے خنجر لیا اس کے پیٹ پر رکھا اور زور لگا کر اسے مار ڈالا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگو گواہ رہو! اس کا خون بے بدلہ (بے سزا) ہے۔ (ابوداؤد، کنزالعمال ج ۷، ص ۳۰۴)

فتح مکہ کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے شاتم رسول ابن خطل کو قتل کیا۔ اس کی دونوں لونڈیوں کو بھی قتل کیا گیا جو شان رسالت میں لکھے گئے گستاخانہ اشعار کو پڑھا کرتی تھیں۔ ابن خطل کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اگر کعبۃ اللہ کے پردوں میں بھی پناہ لیے ہوئے ہو تو اُسے قتل کیا جائے۔

ان واقعات سے معلوم ہوا کہ حضور کی توہین کرنے والا مباح الدم (جس کا خون بہانا جائز ہو) بن جاتا ہے۔ اگر عورت بھی گستاخی کی مرتکب ہو تو اس کی سزا میں کمی واقع نہ ہو گی، شرعی حد کے طور پر قتل ہی کی جائے گی۔

ناموس رسالت اور صلیبیوں کا بغض:

جیسا کہ قرآن خود بیان کرتا ہے:

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاء مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ

''جو نفرت ان کافروں کی زبانوں سے ظاہر ہے وہ تو تم کو معلوم ہے اور جو بغض ان کے سینوں میں چھپا ہے وہ بہت زیادہ ہے''۔

یہود و نصاریٰ روزِ اول ہی سے شانِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں نازیبا کلمات کہتے چلے آ رہے ہیں۔ کبھی یہودی عورتوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیں۔ کبھی کافر مردوں نے گستاخانہ قصیدے کہے۔ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں اشعار پڑھے اور کبھی نازیبا کلمات کہے۔ (اُس زمانے میں شاعری کا دور دورہ تھا، کسی کی ہجو کہی جاتی تھی، آج کافروں نے توہین کا انداز بدل دیا ہے اور فلموں، کارٹونوں اور خاکوں کے ذریعے مذاق اڑایا جاتا ہے)۔ لارس ولکس، فلیمنگ روز، کرسٹن جسٹ، گرٹ ولڈرز، سلمان رشدی، کرٹ ویسٹر گارڈ، آیان ہرسی علی، اُلف جانسن، مولی نورس سمیت لاتعداد شیطان صلیبی دنیا کی آشیر باد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر طعن و تشنیع کے تمام حربے آزما رہے ہیں۔

توہین رسالت صلیبی جنگوں کا ایک تسلسل ہے۔ جس کے تحت ایمان وعقائد پر حملے کر کے امت کو ذہنی و جذباتی طور پر مضمحل کرنا ہے۔ توہین رسالت کے ذریعے احکامات ربانی کا مذاق اڑانا، تمام انبیا کی توہین کرنا، اور دین اسلام کی بنیادوں کو ہلا دینا، اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ یہ وحشی، اپنے کفر میں اتنے بڑھ چکے ہیں کہ اگر ان کو روکنے والے ہاتھ نہ ہوں اور ان پر اللہ کی لعنت نہ ہوتی تو یہ کوئی جگہ ایسی محفوظ نہ چھوڑتے جہاں مسلمان سجدہ بھی کرنے کے قابل ہوتے۔ اسلام کی مستحکم بنیادوں سے لرزاں کفار اپنے نظام باطل کی کمزور عمارت کا بوجھ اٹھائے، اسلام کو اپنی چند کمزور پھونکوں سے مٹانا چاہتے ہیں۔ یہ خائف ہیں تو دراصل اس نظام سے جو مظلوموں کو ان کے ظالمانہ چنگل سے نکال دے گا، جو اللہ کی حاکمیت قائم کر کے ان جھوٹے خداؤں کے بت پاش پاش کر دے گا۔ لہٰذا جب کچھ سمجھ میں نہیں آتا تو اپنی گندگی اور خبثِ باطن کو اپنے الفاظ، خیال، قلم کے ذریعے باہر لے آتے ہیں تاکہ دیکھ سکیں کہ امت میں اب بھی محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی رمق باقی ہے یا نہیں؟ اور کتنے کلمہ گو ہیں جو اپنے ایمانوں کا سودا ان صلیبیوں سے کر چکے ہیں!

☆☆☆☆☆

وہ گیارہ قیدی!!!

مصعب ابراہیم

عالم کفر کی متحدہ فوجوں کے مقابل استقامت وجرأت کی داستانیں رقم کرنے والے ابطالِ امت ہر میدان میں شیطان کے لشکروں کو ہزیمت سے دوچار کیے ہوئے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اپنی بے مثال قربانیوں اور لازوال جدوجہد کے ثمرات کا مشاہدہ اس دنیا میں بھی کر رہے ہیں اور آخرت کی تمام تر حسنات کا وعدہ تو ہے ہی اُن کے ساتھ!!! کامیابیوں اور کامرانیوں کے اسی مبارک سفر کو دیکھ کر عسا کرِ کفر اور اُن کے حواری ایمان فروش ''کلمہ گو' سیاہ' دنیا میں ہر جگہ ان مجاہدین فی سبیل اللہ کی راہ کو کھوٹا کرنے اور ان کے اذہان سے منزل اور نشاناتِ منزل کا پتا گم کرنے کے لیے ظلم وعدوان اور فسطائیت کے تمام حربے اور گُر ان پر آزما رہے ہیں۔لیکن بھلا یہ آخرت کی بھلائیوں کے طلب گار اور جنتوں کے سوداگر اس قدر کمزور اور ضعیف کیونکر ہوسکتے ہیں کہ ان وقتی آزمائشوں سے گھبرا کر اپنی حقیقی منزل کو کھوٹا کرلیں۔جنتوں کی آرزو، اللہ رب العزت کا دیدار اور نبی اکرام صلی اللہ کی شفاعت کی حرص اور تڑپ ہی اِن میں ایسا ایمان پھونک دیتی ہے کہ وہ ہر آزمائش کے مقابل صرف اتنا کہتے ہیں کہ'' جنت کا سودا تو سستا نہیں ہے!''۔

قید وبند کی صعوبتیں اور مرتدین کے مظالم:

ایسی ہی کٹھن آزمائشوں میں سے کڑی ترین آزمائش قید وبند کی صعوبت ہے۔ اللہ کے یہ بندے دنیا کے ہر خطے میں اس آزمائش سے دوچار ہیں۔ یہود ونصاریٰ اور اُن کے غلام مرتد حکمرانوں کے اذیت خانے مجاہدین فی سبیل اللہ سے بھرے ہوئے ہیں۔ یہ کفار اور اُن کے حواری مجاہدین کو قید کرنے اور اُنہیں پسِ دیوارِ زنداں دھکیلنے کے لیے خود کو کسی بھی قاعدے، قانون، اصول اور ضابطے کا پابند نہیں مانتے۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اِن کے اپنے وضع کردہ باطل قوانین بھی اِن کے راستے میں آتے ہیں۔لیکن یہ اپنے ہی بنائے ہوئے قوانین کو پاؤں تلے روند کر مجاہدین پر کال کوٹھڑیوں کے در کھولتے ہیں اور اُنہیں بدترین اور انسانیت سوز تشدد کا نشانہ بناتے ہیں۔

گوانتا نامو، ابوغریب اور باگرام کے قید خانے اور اُن میں بارہا دہرائی جانے والی سفاکیت سے تو دنیا تھوڑا بہت آگاہ ہی ہے لیکن مرتد حکمرانوں اور اُن کی افواج کے ظلم وجور کے سامنے کفارِ صلیبین کی سفاکیت بھی پانی بھرتے نظر آتی ہے۔

پاکستانی فوج کے سیکورٹی ادارے آئی ایس آئی اور ایم آئی مجاہدین پر تعذیب و تشدد کرنے اور اُن پر بے انتہا مظالم ڈھانے میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتے۔مجاہدین پر جسمانی تشدد کے نئے نئے طریقے ایجاد کیے گئے، اُن کی خواتین کے ساتھ ایسا سلوک کیا گیا کہ اُسے احاطۂ تحریر میں لاتے ہوئے بھی اعضا و جوارح ساتھ چھوڑتے محسوس ہوتے ہیں۔ جامعہ حفصہ کی مطہر طالبات کے ساتھ جیسا بہیمانہ سلوک کیا گیا......اُسے الفاظ و بیان کے ذریعے قلمبند کرنا ناممکن ہے۔لال مسجد کے طلبہ ہوں یا عرب وعجم کے گرفتار شدہ مجاہدین......اُن کے ساتھ جو سلوک روا رکھا گیا وہ اِن مرتدین کے نامہ اعمال میں ایسی سیاہی سے لکھا گیا جسے ان کا ناپاک خون بھی صاف نہیں کرسکتا اور یہی نامہ اعمال روزِ حشر ان میں سے ایک ایک کے سامنے کھول کر رکھ دیا جائے گا:

وَوُضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُولُوْنَ يَا وَيْلَتَنَا مَالِ هَذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَلَا كَبِيْرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِراً وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَداً(الکهف: ۴۹)

''اور (عملوں کی) کتاب (کھول کر) رکھی جائے گی تو تم گنہگاروں کو دیکھو گے کہ جو کچھ اس میں لکھا ہوگا اس سے ڈر رہے ہوں گے اور کہیں گے کہ ہائے شامت یہ کیسی کتاب ہے کہ نہ چھوٹی بات کو چھوڑتی ہے اور نہ بڑی بات کو (کوئی بات بھی نہیں) مگر اسے لکھ رکھا ہے اور جو عمل کیے ہوں گے سب کو حاضر پائیں گے اور تمہارا پروردگار کسی پر ظلم نہیں کرے گا''۔

گیارہ لاپتہ قیدی:

سرِ بازار ڈھائے جانے والے ان مظالم کی ہلکی سی جھلک اُس وقت سامنے آئی جب جی ایچ کیو حملہ، مشرف کے طیارے پر حملہ اور کامرہ کمپلیکس پر حملے کی کارروائیوں کے الزام میں گرفتار کیے گئے ۱۱/افراد (جن میں ڈاکٹر نیاز احمد، مظہر الحق، شفیق الرحمان، محمد عامر، عبدالمجید، عبدالباسط، عبدالصبور، شفیق احمد گلروز اور تحسین اللہ شامل ہیں) کو ۲۹ مئی ۲۰۱۰ء کو اڈیالہ جیل سے رہا کیا جانا تھا۔تاہم عین اُس لمحہ جب مذکورہ افراد کے اعزہ و اقارب اُنہیں جیل سے وصول کرنے آئے تھے' خفیہ ایجنسیوں کے اہل کاروں نے اِن قیدیوں کو بے دست وپا کر کے اسلحے کے زور پر احاطۂ جیل سے اغوا کرلیا۔

ان تمام ججوں کے ریمارکس یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اصل قوت وہ 'بوٹوں والوں' کو ہی مانتے ہے اور اس صلیبی جنگ میں تمام ادارے صلیب ہی کے ساتھ ہیں ۔بس ذرا 'فیس سیونگ' کے لیے اس طرح ہیرو بننے کی کوشش کرتے رہتے ہیں جیسا کہ اڈیالہ جیل کے سپریٹنڈنٹ وغیرہ کے ساتھ کیا گیا۔

''مضطرب اور بے چین'' عدلیہ:

اس صورت حال نے پاکستان کی سپریم کورٹ اور ایوان ہائے'' عدل''میں ارتعاش پیدا کیا (اس حقیقت کا تذکرہ اگلی سطور میں ہوگا کہ یہ ارتعاش بھی محض گونگلوؤں سے مٹی جھاڑنے کے مترادف ہی تھا)۔'' آزاد عدلیہ بیدار ہوئی اور افتخار چوہدری نے اس معاملے پر سوموٹو ایکشن لیا۔ ۲۶ اکتوبر کو اس کیس میں عدالتی حکم پر اڈیالہ جیل کے سپرنٹنڈنٹ اور ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ کو

گرفتار کرلیا گیا۔ یکم نومبر کو سرکاری وکیل نے عدالت میں بیان دیا کہ آئی ایس آئی، ایم آئی اور آئی بی سے معلوم کیا ہے، مذکورہ لاپتہ افراد ان کے پاس نہیں ہیں۔ ۲ نومبر کو عدالت نے قیدیوں کی بازیابی کے لیے ۱۰ نومبر تک مہلت دی، ۱۰ نومبر کو اٹارنی جنرل نے عدالت کو بتایا کہ حساس اداروں کا اب بھی موقف ہے کہ قیدی ان کی تحویل میں نہیں۔ جبکہ چیف سیکرٹری پنجاب نے کہا کہ وہ اپنی رپورٹ پر قائم ہے کہ قیدی حساس اداروں کے پاس ہی ہیں۔ اس پر افتخار چوہدری نے ''بہادری'' کی مثال قائم کرتے ہوئے اٹارنی جنرل سے کہا کہ '' حکام کو بتا دیا جائے کہ قیدیوں کو حساس اداروں کے حوالے کرنے سے متعلّق شواہد موجود ہیں، اگر عدالت میں بات ثابت ہوگئی تو نتائج سب کو بھگتنا پڑیں گے''۔

> گوانتانا مو، ابوغریب اور باگرام کے قید خانے اور اُن میں بارہا دہرائی جانے والی سفاکیت سے تو دنیا تھوڑا بہت آگاہ ہی ہے لیکن مرتد حکمرانوں اور اُن کی افواج کے ظلم و جور کے سامنے کفارِ اصلیین کی سفاکیت بھی پانی بھرتے نظر آتی ہے۔

۲۴ نومبر کو خفیہ اداروں نے عدالت کو اُس کی اوقات یاد دلاتے ہوئے کہا کہ یہ قیدی ان کی تحویل میں نہیں اور خفیہ ایجنسیوں کو کسی مقدمہ میں براہ راست فریق نہیں بنایا جاسکتا۔ اٹارنی جنرل نے بیان دیا کہ خفیہ ایجنسیاں کسی قانون کے تحت کام نہیں کر رہی ہیں، ان اداروں کو براہ راست عدالت میں طلب نہیں کیا جاسکتا۔ ۲۵ نومبر کو عدالت نے اٹارنی جنرل سے استفسار کیا کہ یہ ادارے کس قانون کے تحت استثنیٰ کا دعویٰ کر رہے ہیں؟

خفیہ ایجنسیوں کا ڈرامہ:

۹ دسمبر ۲۰۱۰ کو آئی ایس آئی اور ایم آئی نے تسلیم کیا کہ گیارہ لاپتہ قیدی اُن کی تحویل میں ہیں۔ ان افراد کو رہائی کے وقت اغوا کرنے جیسے ظالمانہ جرم کی جس طرح پردہ پوشی کی کوشش کی گئی انتہائی مضحکہ خیز ہے۔ کہا گیا کہ '' نامعلوم دہشت گرد خفیہ ایجنسیوں کی یونیفارم میں آئے اور ان قیدیوں کو اغوا کرکے قبائلی علاقوں میں لے گئے تھے۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں اور فوج نے ان کے خلاف کارروائی کی، ان گیارہ افراد سمیت ۲۰ دہشت گردوں کو گرفتار کرلیا۔ یہ افراد محفوظ اور زندہ ہیں، یہ ہائی پروفائل ملزم ہیں، ان کے خلاف آرمی ایکٹ کے تحت کارروائی ہورہی ہے''۔

کوئی عقل کی بات ہوتو کرو!!!

اس کہانی پر کیا تبصرہ کیا جائے' سوائے اس کے کہ '' کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی''۔ اس کہانی کا سکرپٹ کسی تھرڈ کلاس فلمی کہانی لکھنے والے سے بھی لکھوایا جاتا تو وہ اس میں کم از کم کچھ تو جان ڈال ہی دیتا۔ لیکن جب سوچنے سمجھنے کی تمام حسیات پر اللہ کی مار پڑی ہو تو عقلوں پر یوں ہی پردے پڑے رہتے ہیں اور خود کو قابل اور ذہین و فطین گردانے والوں کی طرف سے ایسے ہی لطائف منصۂ شہود پر آتے ہیں۔

پاپوش میں لگائی کرن آفتاب کی
جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی

سب سے پہلے تو سوچنے والی یہ بات ہے کہ آیا خفیہ ایجنسیوں کا کوئی یونیفارم بھی ہوتا ہے؟ پھر کیا جیل انتظامیہ اس قدر بے بس تھی کہ جب چاہے کوئی گروہ یا جتھہ آئے اور جیل کے احاطہ سے قیدیوں کو اغوا کرکے قبائلی علاقوں میں پہنچا دے؟ محسوس یوں ہوتا ہے گویا اڈیالہ جیل کے گیٹ سے نکلتے ہی '' قبائلی علاقے'' شروع ہوجاتے ہیں، جہاں نہ حکومت کی کوئی رٹ ہے، نہ کوئی حکومت کی ماننے والا اور نہ ہی اس نظام کی گرفت!!! تبھی تو اس قدر آسانی سے اور اتنی جلدی یہ قیدی '' قبائلی علاقوں'' میں منتقل کر دیے گئے!!! مزید یہ کہ جن علاقوں سے ان قیدیوں کو '' بازیاب'' کروایا گیا اُنہی قبائلی علاقوں میں کرنل سلطان امیر تارڑ (کرنل امام) کو رکھا گیا ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ آزاد قبائل سے ۱۱ قیدیوں کو '' دہشت گردوں کے چنگل'' سے رہائی دلائی گئی، پھر ہاتھ کی صفائی ایسی کہ ۱۱ قیدیوں میں سے کسی ایک کو خراش تک نہیں آئی اور ۹ مزید '' دہشت گردوں'' کو پکڑ لیا گیا لیکن یہی خفیہ ایجنسیاں اور پاکستانی فوج اپنے اہم ترین مہرے کرنل امام کا ۹ ماہ گزرنے کے باوجود پتا تک نہیں لگوا سکیں؟ ایسی '' پھرتیلی'' اور '' چاق و چوبند'' فوج تھوڑی سی '' پھرتی'' کرنل امام کے لیے بھی دکھا دے تو اُس بے چارے کا بھی بھلا ہوجائے!!! سابق چیئرمین جوائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی جنرل طارق مجید کا داماد کئی ماہ سے مجاہدین کی تحویل میں ہے، یہ '' جری'' فوج اُس کا اتا پتا لگانے سے تو یکسر قاصر ہی رہی۔ ستمبر ۲۰۰۷ء میں سراروغہ اور دیگر محسود علاقوں سے مجاہدین نے ۳۰۰ پاکستانی فوجیوں کو اغوا کرلیا۔ پاکستان کی فوج اور خفیہ ادارے اُس موقع پر تو کوئی '' کو یَک ایکشن'' نہ کرسکے اور ان فوجیوں کو مجاہد قیدیوں کے تبادلے اور جنوبی وزیرستان سے فوجی انخلا کے بدلے رہا کیا گیا۔ اُس وقت اس فوج کی عقل کے ساتھ قوت اور سرعت بھی شاید گھاس چرنے گئی ہوئی تھی کہ وہ اپنے ۳۰۰ فوجیوں کو بازیاب نہیں کروا سکے اور بالآخر ذلت آمیز شکست کو تسلیم کرنے اور مجاہدین کے قیدیوں کی رہائی کے بدلے مذکورہ فوجیوں کو آزاد کیا گیا۔ آئی ایس آئی اور ایم آئی کی طرف سے گھڑی جانے والی کہانی میں سب سے اہم اور خطرناک بات یہ ہے کہ مزید ۹ افراد کی گرفتاریوں کا عندیہ دیا گیا ہے۔ اب نہ جانے کن مظلومین کے نام قرعۂ فال نکلتا ہے کہ جو ان مردود ایجنسیوں کی تحویل میں ایک عرصہ سے ہوں گے مگر اُنہیں ظاہر یوں کیا جائے گا کہ '' ۱۱ قیدیوں کی بازیابی آپریشن کے دوران گرفتار ہونے والے دہشت گرد!!!''۔

مظالم کی انتہا اور مجاہدین کا صبر:

صلیبی جنگ کے ہراول دستے نے سوات اور باجوڑ سمیت آزاد قبائل میں جس قدر وحشت اور درندگی کا مظاہرہ اس فوج نے کیا وہ ناقابل بیان ہے۔ سوات میں روزانہ کی بنیاد پر مجاہدین کی لاشیں مل رہی ہیں جنہیں تعذیب خانوں میں اذیتیں دے کر شہید کر دیا جاتا ہے۔ اب تو ایسی ویڈیوز بھی منظر عام پر آرہی ہیں جن میں فوجی کارندے بزرگ اور معمر افراد پر وحشیانہ تشدد کرتے اور اُنہیں مغلظات بکتے نظر آتے ہیں۔ ان عقوبت خانوں میں مجاہدین کے جسموں کو

حیوانیت کی سطح پر گر کر بھنبھوڑا جاتا ہے اور اُنہیں شہید کر دیا جاتا ہے۔ بلالؓ وخبابؓ کے جانشینوں پرامیہ وابوجہل کے فرزند بھوکے درندوں کی طرح ٹوٹ پڑتے ہیں اور احد احد اور اللہ اکبر کی صدائیں لگاتے یہ دیوانے اِن کے مظالم کو اپنے چھلنی جسموں پر سہتے جنتوں کو سدھار جاتے ہیں۔

"آزاد عدلیہ" کی حدود انصاف!

یہ تمام حالات کسی کی نظر سے پوشیدہ نہیں، ان علاقوں میں بسنے والے عامۃ المسلمین ان مظالم کے گواہ اور اس ستم پر شاہد ہیں۔ اگر کچھ نظر نہیں آتا تو "آزاد عدلیہ" کو نہیں آتا۔ سماعت اور بینائی سے محروم ہیں تو وہ جو "قانون کی حکمرانی" کے راگ الاپتے ہیں۔ مشرف نے تو کھل کر اقرار کیا کہ اُس نے عرب وعجم کے ہیرے وجواہر اور شہزادوں کو گرفتار کر کے چند ڈالروں کے عوض امریکہ کو بیچ دیا، لیکن اس عدلیہ نے اُس کا کیا بگاڑ لیا؟ لال مسجد کے طلبہ اور جامعہ حفصہ کی طالبات کا پاکیزہ خون' ساری قوم کو خون کے آنسو رُلاتا رہا لیکن اس عدلیہ نے ایسے ظلم عظیم سے آنکھیں موندی رکھیں۔ چیف جسٹس کی بحالی اس وعدے پر قبول کی گئی کہ جامعہ حفصہ اور لاپتہ افراد کے کیس کو نہیں چھیڑا جائے گا۔ اب ایک کمیشن بنا کر لاپتہ افراد کے معاملے کو 'کھڈے لائن' لگا دیا گیا ہے۔ سوات، باجوڑ اور آزاد قبائل میں روا رکھے جانے والے جور وستم نے ہر صاحبِ درد کو بے کل کیے رکھا لیکن یہ عدلیہ جانتے بوجھتے "میں نہ جانوں" کی تصویر بنی رہی۔ پاکستان بھر میں خفیہ ایجنسیوں کے ٹارچر سیلوں کی دیواریں مجاہد بھائیوں اور بہنوں کی آہ وبکا کو اپنے اندر دبائے رہیں لیکن اس عدلیہ کے "انصاف" کا چاروں طرف دور دورہ رہا۔ اس سب کے پیچھے صرف ایک وجہ ہے اور یہی ایک وجہ مجاہدین اور اس نظام کے مابین نزع کا باعث ہے۔ وہ وجہ یہی ہے کہ اللہ کے نازل کردہ احکامات کے خلاف فیصلہ کرنے والے ایمان والوں سے کیونکر انصاف کر سکتے ہیں...... اور اہل کفر کی دشمنی کیسے مول لے سکتے ہیں؟ اللہ کے قانون سے بغاوت اور انسان کے اپنے بنائے ہوئے آئین کے تقدس کو ہر حال قائم رکھنے کا ابلیسی عہد اور اُس کی پاسداری ہی اس صلیبی جنگ کی بنیادی وجہ ہے۔ اسی لیے مجاہدین کو ان کفریہ عدالتوں سے نہ کسی قسم کے انصاف کی توقع ہے اور نہ یہ عدالتیں انصاف فراہم ہی کر سکتی ہیں کیونکہ انصاف تو اللہ کے قانون کا خاصہ ہے اور یہاں اُسی خالق ومالک کے قانون سے بغاوت کا جذبہ اور داعیہ پوری شدت سے پایا جاتا ہے تو پھر اس "نظام عدل" سے انصاف کی امید...... چہ معنی دارد!!!

بلالؓ وخبابؓ کے جانشینوں پرامیہ وابوجہل کے فرزند بھوکے درندوں کی طرح ٹوٹ پڑتے ہیں اوراحد احد اوراللہ اکبر کی صدائیں لگاتے یہ دیوانے اِن کے مظالم کو اپنے چھلنی جسموں پر سہتے جنتوں کو سدھار جاتے ہیں۔

حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے:

اگر ان گیارہ افراد کی شنوائی کا ڈھنڈورا پیٹا گیا تو وہ بھی محض دکھاوے کی کارروائی تھی۔ اس جھوٹی شنوائی کی حقیقت اُسی روز کھل گئی جب خفیہ ایجنسیوں نے ان گیارہ قیدیوں کی موجودگی کو اپنے پاس قبول کیا۔ بس خفیہ اداروں کا یہ بیان آنا تھا کہ افتخار چوہدری پکار اٹھا "عدالت کا کام لاپتہ قیدیوں کا معاملہ ریکارڈ پر لانا تھا۔ باقی کارروائی قانون کے مطابق کی جائے گی، ہم آرمی اور اس کے متعلقہ اداروں کو سراہتے ہیں جو ملک اور قوم کا دفاع کر رہے ہیں"۔ خلیل رمدے نے کہا "ہم فوج کی عزت کرتے ہیں یہ ہمارے بچے اور بھائی ہیں جو کہ ہمارا دفاع کرتے ہیں، میرا اپنا بھتیجا فوج میں تھا جو شہید ہو گیا ہے"۔ جبکہ تین رکنی بنچ کے تیسرے جج غلام ربانی نے کہا کہ "عدلیہ فوج اور اس کے ذیلی اداروں کا احترام کرتی ہے"۔

ان تمام ججوں کے ریمارکس یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اصل قوت وہ 'بوٹوں والوں' کو ہی مانتے ہے اور اس صلیبی جنگ میں تمام ادارے صلیب ہی کے ساتھ ہیں۔ بس ذرا 'فیس سیونگ' کے لیے اس طرح ہیرو بننے کی کوشش کرتے رہتے ہیں جیسا کہ اڈیالہ جیل کے سپریٹنڈنٹ وغیرہ کے ساتھ کیا گیا۔ اصل میں فوج، خفیہ ایجنسیاں، عدلیہ اور مقننہ اسی طاغوتی اور دجالی نظام کے پروردہ اور اس کے محافظ ونگہبان ہیں۔ یہ نظام صلیب کی چاکری میں پیش پیش ہے اور تمام ادارے اس کی مضبوطی میں اپنا اپنا کردار بھرپور طریقے سے ادا کر رہے ہیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ اس نظام کی اصل باگ ڈور اُنہی ہاتھوں میں ہے جنہیں خلیل رمدے "ہمارے بچے اور بھائی" قرار دے چکا ہے۔ یہی فوج اور اس کے خفیہ ادارے اس نظام کو چلانے اور اس کو سنبھالا دینے والے اصل کردار ہیں۔ شیطان کے یہی وہ دوست ہیں جو مجاہدین فی سبیل اللہ اور اسیران فی سبیل اللہ پر بہیمیت اور درندگی پر مبنی مظالم کی انتہا کیے ہوئے ہیں۔ یہی ہیں وہ جن کی بدولت گوانتاناموبے میں مجاہدین پر توڑے جانے والے مظالم' پاکستان میں موجود جیلوں اور عقوبت خانوں میں روا رکھے جانے والے سلوک کا عشر عشیر بھی نہیں۔

یہی ہے ہمارا ہدف!

پس یہی طاغوتی پاکستانی فوج جو دجالی لشکروں کی فرنٹ لائن اتحادی ہے' مجاہدین کا پہلا ہدف ہے اور اس کے خفیہ ادارے اسلام کے بیٹوں کے نشانے پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان ظالموں کی گردنوں پر مجاہدین کو مسلط کر دے جو اِن سے تمام مظالم کا حساب بے باق کریں اور ان کے جوڑ جوڑ کو جسموں سے علیحدہ کر کے امت مسلمہ سے خیانت اور امت کے جسموں کو زخم زخم کرنے کا قصاص لے سکیں، آمین۔

☆☆☆☆☆

سانحۂ ارتحال

حضرت مولانا شیخ ولی اللہ کابلگرامی فوج کی حراست میں انتقال فرما گئے۔

۹ دسمبر ۲۰۱۰ء کو معروف عالم دین مولانا ولی اللہ کابلگرامی پاکستانی فوج کی حراست میں انتقال فرما گئے۔ مولانا کچھ عرصے سے علیل تھے اور بیماری کی حالت میں بھی حق کی خاطر قید وبند کی صعوبتیں برداشت کر رہے تھے حتیٰ کہ اسی حراست کے دوران داعی اجل کو لبیک کہا۔

مولانا نے صوبہ سرحد بالخصوص مالاکنڈ ڈویژن میں توحید کی دعوت اور شرک وبدعت کے خاتمے کے لیے گراں قدر خدمات انجام دیں۔ سال میں وہ چار مقامات پر دورۂ تفسیر قرآن کروایا کرتے تھے۔ اُن کے بیشتر شاگرد آج مجاہدین کی قیادت میں شمار ہوتے ہیں، جن میں سب سے نمایاں نام مولانا فضل اللہ صاحب کا ہے۔ مولانا نے عربی زبان میں بھی تصنیفی کام کیا، جس کی علمی حلقوں میں بہت پذیرائی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ مولانا کو جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

پاکستانی فوج کی نظریاتی اساس

نائلہ تبسم

زیرِ نظر مضمون پاکستان آرمی کے ترجمان ''الہلال'' سے لیا گیا ہے۔اس مضمون میں واضح کیا گیا ہے کہ پاکستان آرمی ایک پروفیشنل سیکورٹی ادارہ ہے۔اس کا کوئی تعلّق مذہب، اخلاق اور کردار سے نہیں ہے۔اس کے پیشہ ورانہ فرائض کی انجام دہی میں پروفیشنل ازم ہی اصل عامل ہے۔پروفیشنل ازم کیا ہے؟اس کا جواب پاکستان آرمی کی اب تک کی تاریخ ہے۔یعنی اگر اسے انڈیا پر حملہ کرنے کا حکم ملے تو وہ انڈیا پر حملہ کردے گی اور اگر اپنے ہی ملک کے باشندوں کو گولیوں سے بھوننے کا آرڈر ملے تو وہ اس سے دریغ نہیں کرے گی۔بلکہ اس کام میں وہ ہمیشہ مستعد رہی ہے اور اپنے ہم وطنوں کو اس نے زیادہ تن دہی سے قتل کیا ہے۔اس مضمون کو پڑھیے اور اندازہ لگائیے کہ ''ایمان، تقویٰ، جہاد'' کا ماٹو رکھنے والی فوج بوقتِ ضرورت کس طرح پینترا بدلتی ہے کہ یہی پروفیشنل ازم ہے!!!

اکثر حلقوں میں یہ سوال پوچھا جاتا ہے کہ پاکستانی فوج کی نظریاتی اساس کیا ہے۔کیا اسے مسلم فوج کہنا چاہیے؟ کیا اس فوج کی مذہبی، اخلاقی اور پروفیشنل اقدار وہی ہیں جو قرونِ اولیٰ کی مسلم افواج کی تھیں؟ کیا اس کے ڈانڈے مغل فوج سے ملانے چاہئیں جس میں ہندوستان میں رہنے والی تمام اقوام اور تمام مذاہب و ادیان کے لشکری شامل تھے؟ کیا اس کی نظریاتی اساس کا دارومدار برٹش انڈین آرمی پر تھا کہ جس کی کوکھ سے ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستانی فوج نے جنم لیا؟

حقیقت یہ ہے کہ اگست ۱۹۴۷ء میں پاکستانی فوج بالعموم اور پاکستانی آرمی بالخصوص انہی نظریاتی بنیادوں کی امین تھی جو تقسیم سے پہلے برٹش انڈین آرمی نے اپنے لیے متعین کر رکھی تھیں یا جن کو خود سرکارِ برطانیہ نے متعین کر کے برطانوی ہند میں اپنی فوج پر نافذ کیا تھا (فوج سے مراد Millitary ہے جس میں تینوں سروسز یعنی آرمی، نیوی اور ائرفورس کو شامل کیا جاتا ہے جبکہ پاکستانی آرمی سے مراد صرف ایک سروس یعنی Army ہے)۔یہ استدلال بجا طور پر درست سمجھا جا سکتا ہے کہ پاکستانی فوج کی نظریاتی اساس وہی تصور کی گئی تھی جو برٹش انڈیا کی تقسیم کے وقت پاکستان کے عوام کی تھی۔لیکن حقیقت یہ تھی کہ یہ اساس اسلامی نہیں تھی بلکہ شدت سے سیکولر اور پروفیشنل تھی۔

برطانوی کمانڈروں کو دنیا کی مختلف اقوام و ممالک بلکہ مختلف براعظموں میں مختلف افواج کو کھڑا کرنے اور ان کو کمانڈ کرنے کا وسیع بے مثال تجربہ حاصل تھا۔ان کو معلوم تھا کہ مذہب ایک نہایت حساس معاملہ ہے۔اس لیے انہوں نے ساری دنیا پر حکومت تو کی لیکن اپنی فوج کو کسی ایک مذہب کی بنیاد پر استوار نہیں کیا۔انہوں نے کثیر المذاہب اور کثیر الاقوام افواج کھڑی کیں اور ان کے حساس مذہبی معاملات میں کبھی مداخلت نہیں کی۔انہوں نے تمام مذاہب کو اپنے اپنے طریقے پر مذہبی رسوم ادا کرنے کی نہ صرف کھلی آزادی دی بلکہ ایسی فضا پیدا کی جس میں ان رسوم کی ادائیگی میں حتی المقدور معاونت اور امداد بہم پہنچائی جا سکے۔

انگریزوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کی وجوہات کی نہایت باریک بینی سے چھان بین کی اور اس نتیجے پر پہنچے کہ اگر اپنی رٹ مقبوضہ ممالک میں مضبوط کرنی ہے اور اپنی حکمرانی کو طول دینا ہے تو پھر ہر مذہب کے سپاہیوں اور افسروں کو یہ یقین دلانا پڑے گا کہ تاجِ برطانیہ سیکولر اقدار پر یقین رکھتی ہے۔چنانچہ برطانوی حکمرانوں نے مذہب کے فیکٹر کی بجائے پروفیشنل فیکٹروں پر زور دینے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔رہا یہ سوال کہ برٹش انڈین آرمی میں پروفیشنل اقدار کیا تھیں اور انگریز نے ان کو کس طرح انڈین آرمی کے مختلف مذہبی گروپوں پر لاگو کیا تو یہ ایک دوسرا موضوع ہے۔ہمیں اتنا یاد رکھنا چاہیے کہ اگست ۱۹۴۷ء میں جب پاکستان وجود میں آیا تو پاکستانی فوج کی نظریاتی اساس غیر مذہبی تھی۔دوقومی نظریے کا اظہار جس انداز میں سویلین آبادیوں کے قتلِ عام میں ظاہر ہوا، اس کی کوئی چھوٹی سی مثال بھی پاکستان اور بھارت کی افواج میں دیکھنے کو نہیں ملتی، بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ تقسیم کے وقت بٹوارے کا سب سے زیادہ صدمہ دونوں ممالک کی افواج کو ہوا۔سپرٹ ڈی کور کا یہ عالم تھا کہ جب دونوں مذاہب (نہ صرف ہندو اور مسلمان بلکہ سکھ بھی) کے سپاہی اپنی یونٹ اور رجمنٹ سے بچھڑ کر ایک ملک سے دوسرے ملک کو جا رہے تھے تو ان کی آنکھوں میں نفرت کے انگاروں کی جگہ جدائی کے آنسو رواں تھے اور دل سے نظریاتی کدورت کی جگہ سیکولرانس ومحبت کی آہیں اور سسکیاں پھوٹ رہی تھیں۔

جیسا کہ میں نے سطورِ بالا میں ذکر کیا ہے، برطانوی افسروں نے برٹش آرمی کی ٹریننگ اور اس کی موٹیویشن سیکولر بنیادوں پر استوار کی۔انہوں نے اپنی افواج کو کسی بھی قسم کی نظریاتی، سیاسی اور مذہبی آویزش سے پاک صاف اور مبرا رکھا اور ٹروپس کو پروفیشنل اور صرف پروفیشنل پہلوؤں کا اسیر بنائے رکھا۔اس سیکولر ٹریننگ کی تاثیر کے ثبوت برصغیر تقسیم ہو جانے کے بعد بھی دونوں ممالک (پاکستان اور بھارت) کی افواج میں کثرت سے دیکھنے میں آئے۔

میں یہاں کرنل سکندر خان بلوچ کی کتاب ''عسکریت پسندیاں'' میں درج ایک واقعہ کا ذکر کرنا چاہوں گی۔وہ لکھتے ہیں:

ایک واقعہ جس نے مجھے بہت متاثر کیا، اس کا تعلّق ۴۸-۱۹۴۷ء کی جنگِ کشمیر سے ہے۔یہ واقعہ مجھے ایک پرانے کشمیری صوبیدار نے سنایا جو بقول اس کے اس واقعہ کا چشم دید گواہ تھا۔

واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ انڈین آرمی کا حوالدار جرنیل سنگھ اور پاکستان آرمی کا

حوالدار محمد رمضان دونوں کا تعلّق مشرقی پنجاب کے ایک ہی گاؤں سے تھا۔ دونوں پڑوسی تھے اور ہم عمر بھی، بچپن میں مل کر کھیلے، ایک ہی سکول میں پڑھے اور کلاس فیلو بھی تھے لہٰذا دونوں میں بڑی ہری دوستی تھی۔ دونوں ایک ہی دن فوج میں بھرتی ہوئے اور حسن اتفاق سے ایک ہی بٹالین میں گئے۔ دونوں والی بال کے بہت اچھے کھلاڑی تھے، لہٰذا یونٹ ٹیم میں کھیلتے تھے۔ رمضان کا باپ پیشے کے لحاظ سے کمہار تھا، سردار صاحب جب زیادہ جوش میں آتے تھے تو اسے ''اوکمہار دے پترا'' کہہ کر بلاتے۔ رمضان اسے ''اوسکھ دے پترا'' کہہ کر بلاتا.....لیکن دونوں کی دوستی مثالی تھی۔

پھر ہندوستان تقسیم ہوگیا۔ جرنیل سنگھ ہندوستان میں رہ گیا اور رمضان پاکستان آ گیا۔ اتفاق کی بات یہ ہوئی کہ دونوں کی بٹالینیں کشمیر کے ضلع پونچھ میں لڑائی میں آمنے سامنے آ گئیں۔ دونوں کو ایک دوسرے کا پتہ چل گیا۔ لہٰذا دونوں نے ایک دوسرے سے ملنے کے لیے ایک کوڈ مقرر کیا۔ یہ کوڈ ایک پرانا کپڑا تھا، جب جرنیل سنگھ اپنا انڈرویئر سوٹی پر رکھ کر اوپر کرتا تو رمضان اس کے جواب میں اسی طرح چھڑی پر کپڑا اوپر کر دیتا اور دونوں مقررہ جگہ پر مل لیتے۔

ایک دفعہ جرنیل سنگھ نے انڈرویئر اوپر کیا۔ رمضان نے اسی طرح جواب دیا۔ جرنیل سنگھ نے آواز دے کر پوچھا۔

''کچھ پتی چینی ہے صبح سے چائے نہیں ملی؟''

رمضان نے پتی اور چینی سٹور سے نکالی اور چپکے سے سامنے No Man Land میں ایک چوٹی پر رکھ کر واپس آ گیا اور حسبِ روایت سوٹی پر انڈرویئر کھڑا کر دیا...... کچھ دیر بعد ان کی یونٹ کے ایریا سے دھواں اٹھتا ہوا نظر آیا، شاید جرنیل سنگھ کی یونٹ والے چائے بنا رہے تھے۔

ایک دن رمضان کی پلاٹون کو سامنے ایک ٹیکری پر قبضہ کرنے کا حکم ملا۔ علی الصبح نماز کے بعد حملہ شروع ہوا۔ سکھوں کی طرف سے سخت مزاحمت ہوئی، حوالدار رمضان آگے آگے راہ نمائی کر رہا تھا، گولی لگی اور وہ گر گیا۔ ایک سپاہی نے زور سے پیچھے آ کر آواز دی۔

''استاد جی شہید ہو گئے ہیں جلدی آؤ''۔

جرنیل سنگھ کہیں دوربین سے دیکھ رہا تھا۔ اُس کی نظر رمضان پر پڑی تو اُس نے سیٹی مار کر اپنے علاقہ سے فائر بند کرا دیا۔ ایک چھتری کے اوپر سفید چادر لٹکا کر No Man Land میں آ کر آواز دی ''اومسلیو! گولی نہ چلانا، مینوں سجناں نال مل لین دینا''۔

لہٰذا ادھر سے بھی خاموشی ہوگئی۔ جرنیل سنگھ اس ٹیکری پر آیا جہاں رمضان گرا پڑا تھا۔ اس کا خون بہہ رہا تھا، جرنیل سنگھ نے رمضان کے منہ پر ہاتھ پھیر کر آنکھیں بند کیں، جیب سے رومال نکال کر اس کے چہرے پر ڈالا۔ ساتھ ہی ایک جنگلی بوٹی سے دو تین پھول توڑ کر اس کے چہرے پر ڈال کر سلیوٹ مارا۔ دو آنسو ڈھلک کر سردار صاحب کے چہرے پر آ گئے......اس نے کہا ''اوکمہار دے پترا!......رب راکھا''۔ اور پھر تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا واپس چلا گیا۔ اپنے علاقے پہنچ کر پھر سیٹی بجائی...... جنگ شروع ہو چکی تھی!

☆☆☆☆☆

بقیہ: امریکہ کی رکھیل ناپاک فوج کا نشانہ......وزیرستان

اِنہیں جہاد سے قلبی لگاؤ، شریعت اسلامیہ کے ہر حکم سے دلی انس اور اس پاک شریعت کے نفاذ کے لیے جدوجہد کرنے والے مجاہدین سے سچّی محبت ہے۔ وہ اس محبت اور اپنے دین سے چمٹے رہنے کی بدولت کڑی آزمائشوں سے دوچار کیے گئے لیکن اس مقصد سے سرِمو انحراف گوارا نہ کیا۔ محسود قوم کے یہ غیور افراد تقریباً دو سال سے اپنے علاقے سے بے دخل ہیں۔ حکومتی اور سرکاری سطح پر اب ان کی واپسی کا جھوٹا پروپیگنڈہ ہو رہا ہے لیکن صلیبی اتحادی پاکستانی فوج اِن قبائل کو نصرت جہاد جیسے 'جرم' کی سزا دینے کے لیے نت نئے حربے اور طریقے اپنا رہی ہے۔ تازہ ترین صورت حال یہ ہے کہ پاکستانی فوج نے علاقے کے گاؤں گاؤں اور قریہ قریہ بارودی سرنگیں بچھا دی ہیں اور بوبی ٹریپس کا جال بھی پھیلا دیا ہے۔ اس ناپاک فوج کا منصوبہ یہ ہے کہ جیسے ہی محسود عوام اپنے علاقے میں آئیں' وہ ان بموں اور بارودی سرنگوں کا شکار بن کر شہید یا زخمی ہوں، اُن کے بچوں، بوڑھوں اور خواتین کے جسموں کے چیتھڑے اڑیں، اُن کے نوجوانوں کو بارود سے اڑا دیا جائے۔ اور یوں انصارانِ لشکر مہدی کو نصرت جہاد کی سزا دے کر لشکر دجال کے سرغنوں سے شاباشی کلمات وصول کیے جائیں اور بدلے میں 'اُس بازار کی مخلوق' کی مانند اپنی ''خدمات'' کے عوض زیادہ سے زیادہ ''مارکیٹ ویلیو' بڑھائی جا سکے۔

لیکن یہود و نصاریٰ کی رضاجوئی کے لیے اپنے ایمان اور عزت و آبرو کا سودا کرنے والوں کے لیے دونوں جہانوں میں ذلت ہی ذلت مقدر ہے۔ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے حضور خائنین امت کی جواب دہی تو ہو گی ہی لیکن اس دنیا میں بھی اُن کے صلیبی آقا اُنہیں شیطان کے راستے میں خوب استعمال کرنے کا ارادہ کیے ہوئے ہیں۔ لہٰذا یہ جنوبی وزیرستان میں اپنی ''حسنِ کارکردگی'' کی کارگزاری آقاؤں کی خدمت میں پیش کرتے ہیں وہ اُسی قدر اِنہیں ''اور کرو'' کا حکم صادر فرماتے ہیں۔ یہ بے چارے غلام ابن غلام ''اور کرو'' کرتے کرتے مجاہدین کے ہاتھوں نقصانِ عظیم سے دوچار ہوتے ہیں لیکن آقا پھر بھی راضی نہیں ہوتا۔ یہی منظر اب شمالی وزیرستان میں دہرایا جانے والا ہے' جہاں مجاہدین اس نام نہاد پاک فوج کی طرف سے کیے جانے والے متوقع آپریشن کے جواب میں اس پر ہر جگہ کاری سے کاری ضربیں لگائیں گے اور شمالی وزیرستان میں بھی اس فوج کی جی بھر کر پٹائی کریں گے۔ دنیا اور آخرت کے بدترین خسارے کے سوداگروں کا یہی انجام ہے۔ بے شک جس نے شیطان کی پیروی کی اور اللہ سے بغاوت کا راستہ اختیار کیا اُس کے لیے بربادی اور نامرادی دونوں جہانوں میں مقدر ہے اور فوز و فلاح اللہ تعالیٰ کے اُن بندوں کے لیے ہی خاص ہے جو اُس کے راستے میں تمام تر آزمائشوں کو جھیلتے ہوئے طواغیتِ زمانہ کے لیے اجل کا پیغام ثابت ہوتے ہیں!!!

☆☆☆☆☆

غزوۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۴۲۹ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کرنے والے صلیبیوں سے بدلہ لینے کے لیے خوست کے صلیبی مرکز پر مجاہدین کے حملے کی روداد

فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَـكِنَّ اللّهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَـكِنَّ اللّهَ رَمَى وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلاءً حَسَناً إِنَّ اللّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌO

تمام تعریفیں صرف اللہ ہی کے لیے ہیں اور درود وسلام ہو خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر امابعد:

خوست کا ہوائی اڈہ افغانستان میں صلیبی افواج کا ایک اہم عسکری اڈہ ہے جہاں سے امریکی قیادت میں صلیبی افواج خطے میں اپنی عسکری مہمات اور خصوصاً قبائل خراسان میں جاسوسی نظام چلاتی ہیں۔اس لیے امارت اسلامیہ کے شہیدی جانبازوں نے اپنے نبی حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے صلیبیوں سے توہین رسالت کا انتقام لینے کے لیے اس ہوائی اڈے پر حملہ کرنے کا منصوبہ تشکیل دیا اور اس کارروائی کو غزوۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام دیا گیا۔ذیل میں اس مبارک غزوہ کی بعض تفاصیل اوران کے کامیاب نتائج بیان کیے جائیں گے۔یقیناً تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں اور اول وآخر فضل واحسان بھی اسی کا ہے۔

کارروائی کے لیے منصوبہ بندی کا آغاز:

خصوصی عملیات کی نگرانی کرنے والی مجلس کا اجلاس ہوا جس میں امریکی کیمپ (جو کہ خوست کے ہوائی اڈے پر بنایا گیا ہے) پر کارروائی کرنے کے امکانات اور اس کی ابتدائی منصوبہ بندی کی گئی۔کارروائی میں امریکی اڈے پر ۱۸ استشہادی بھائیوں کی مدد سے حملہ کرنا طے پایا۔ان میں دو بھائی بارود سے بھری ہوئی گاڑیوں سے حملہ کریں گے جن میں سے ایک گاڑی کی چھت پر BM۴ میزائل نصب ہوں گے اسے قعقاع الترکی چلائیں گے جبکہ دوسری گاڑی پہلی گاڑی کے دھماکے کے بعد دھماکے کے مقام کی طرف جائے گی تا کہ بچ جانے والے امریکی اور مرتد فوجیوں کا صفایا کر سکے اس گاڑی کو مکمل طور پر بارود سے بھرا جائے گا اور اسے ابوعبیدہ المکی چلائیں گے۔باقی ۱۶ استشہادی اپنی فدائی بیلٹوں اور ہتھیاروں کے ساتھ قبل از فجر دشمن سے آنکھ بچا کر کیمپ میں داخل ہوں گے اور دونوں گاڑیوں کے دھماکوں کے بعد کیمپ میں موجود امریکیوں پر دھاوا بول دیں گے۔اسی دوران میزائل فائر کرنے پر متعین مجموعہ صقر ۲۰ اور BM میزائلوں کی ایک بڑی تعداد کیمپ پر داغے گا۔کارروائی کے اس ابتدائی خاکے پر اجلاس میں جائزہ لیا گیا اور اس بات کا یقین ہو جانے کے بعد کہ کارروائی میں مسلمان آبادی کو نقصان پہنچنے کا کوئی خطرہ نہیں مجلس نے اس کی منظوری دے دی۔

مطلوب ہدف کی عسکری اہمیت اور اس کی کامیابی کی صورت میں صلیبی صہیونی افواج پر ایک کاری ضرب لگنے کے امکان کی وجہ سے تنظیم قاعدۃ الجہاد کے عسکری شعبے نے یہ فیصلہ کیا کہ کارروائی کی نگرانی خراسان میں القاعدہ کے عسکری مسئول شیخ خالد حبیب (شیخ خالد حبیب بعد میں شہادت کے رتبے پر سرفراز ہوگئے،اللہ تعالیٰ قبول فرمائے،آمین) خود کریں گے۔مجلس میں طے پایا کہ کارروائی کو جلد از جلد عمل میں لایا جائے گا۔

کارروائی کی منصوبہ بندی کے مراحل:

ابتدا میں اس کارروائی کی منصوبہ بندی ابوناصر القحطانی نے کی تھی۔انہوں نے ہوائی اڈے کے بارے میں ابتدائی تفصیلات جمع کر رکھی تھیں مگر عین اس وقت جب کہ وہ ترصد(ریکی) مکمل کر کے حملہ کرنے کی تیاری کر رہے تھے تقدیر ان کے اور کارروائی کے درمیان حائل ہوگئی اور وہ خوست سے گرفتار ہو گئے (اللہ ان کو کفار کی قید سے رہائی عطا فرمائے،آمین) عسکری شعبے کے پاس ابوناصر کے منصوبے کے بارے میں کافی تفصیلات تو تھیں لیکن قیادت نے اس اندیشے کی وجہ سے کہ کہیں دشمن کو ابوناصر کی گرفتاری کی وجہ سے کارروائی کا علم نہ ہو گیا ہو اسے کسی اور وقت کے لیے مؤخر کر دیا۔اس تاخیر کی وجہ سے کارروائی کی دوبارہ سے منصوبہ بندی کی ضرورت محسوس ہوئی،جس میں اہم کردار ابوالولید الجزائری نے ادا کیا جو کہ ابوناصر کے ساتھ بھی منصوبہ بندی میں شریک رہے تھے،اسی طرح دوبارہ ترصد اور منصوبہ بندی میں ابوسلمہ النجدی کے اصرار اور شوق نے بھی کردار ادا کیا،انہوں نے طویل مدت تک دشمن کے کیمپ کی نگرانی کی،اس میں داخلے کے خفیہ راستے تلاش کرتے رہے اور ساتھ ساتھ فلم بندی بھی کرتے رہے جبکہ آخر میں میدانی قائدین میں سے ایک نے ترصد میں حصّہ لیا اس طرح ایک نیا ترصد اور ہوائی اڈے کے بارے میں ایک مفصل رپورٹ پیش ہوئی جس کے بعد کارروائی کی دوبارہ منصوبہ بندی کا فیصلہ کیا گیا۔

اس زمانے میں میڈیا پر یہ خبریں نکلیں کہ امریکہ اور نیٹو اتحاد وزیرستان پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔عسکری قیادت نے جب ان خبروں کا جائزہ لیا تو اس بات کا فیصلہ کیا گیا کہ امریکیوں پر ایک ایسی کاری ضرب لگائی جائے جو ان کے عزائم کو توڑ دے اور انہیں اپنے اس ارادے پر عمل درآمد سے روک دے۔دوسری طرف یہ بات بھی واضح تھی کہ اگر صلیبی افواج وزیرستان میں داخل ہوں تو اس صورت میں ان کا مرکزی بیس کیمپ خوست کا ہوائی اڈہ ہی ہوگا،نیز افغانستان میں امریکی کیمپ انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں اور خوست کا ہوائی اڈہ ان میں سے ایک ہے۔یہ بات بھی اہم ہے کہ دشمن کے طیاروں کو نشانہ بنانے کے لیے بہترین وقت ان کی ہوائی اڈے پر ساکن حالت ہوتی ہے۔

عسکری قیادت کا پہلا اجتماع:

القاعدہ کی عسکری قیادت کا اجلاس منعقد کیا گیا جس میں عسکری شعبے کے تمام ارکان کے علاوہ اہم کارروائیوں کے ذمہ دار اور استشہادی کارروائیوں کے ذمہ دار نے بھی شرکت کی۔شیخ خالد حبیب نے ابوناصر القحطانی کا منصوبہ پیش کیا جبکہ ابوالولید الجزائری،ابوسلمہ النجدی

اور ایک عسکری قائد نے اپنے اپنے ترصد اور تصاویر کی روشنی میں اپنے منصوبے پیش کیے۔ اجلاس کے اختتام پر دس دن بعد دوبارہ سے جمع ہونا طے پایا اور ذمہ داروں سے نقشوں کی مدد سے تفصیلی ترصد کا مطالبہ کیا گیا تا کہ کارروائی میں ممکنہ مشکلات کا حل ڈھونڈا جا سکے۔ اس اجتماع میں جو ۴ منصوبے پیش ہوئے ان کے جن حصوں کی تنفیذ کے امکانات زیادہ تھے انہیں چنا گیا۔

کارروائی کے منصوبے:

۱۔ ابو ناصر کا منصوبہ: فدائی بھائی جو کہ امریکی فوجی وردیاں پہنے ہوئے ہوں گے اپنے ذاتی اسلحہ اور گرنیڈوں کے ساتھ حملہ آور ہوں اور بارودی مواد کے ذریعے ہیلی کاپٹروں کو تباہ کریں۔

۲۔ ابوالولید کا منصوبہ: بارود سے بھری گاڑی کیمپ کے صدر دروازے پر ماری جائے، ساتھ ہی فدائی جانبازوں کو کلاشنکوفوں اور گرنیڈوں سے لیس کر کے کیمپ میں داخل کیا جائے نیز BM میزائل کیمپ پر داغے جائیں۔

۳۔ ابوسلمہ کا منصوبہ: بارود سے بھری دوسری گاڑی کو دوبارہ صدر دروازے سے ٹکرایا جائے، BM اور صقر میزائلوں کی کیمپ پر بوچھاڑ کی جائے اور چند فدائی بھائیوں کو مسلح کر کے مختلف راستوں سے کیمپ میں داخل کیا جائے۔

۴۔ مخصوص عملیات کے شعبے کے عسکری قائد کا منصوبہ مزید تفصیلی ترصد کرنے، فدائیوں کی خوست شہر میں مکمل حفاظت، کارروائی کی مسلسل نگرانی اور قریب سے ائر پورٹ پر میزائل فائر کرنے پر مشتمل تھا۔

دوسرا اجتماع: ترصد کے نتائج

نئے ترصد کے بعد سامنے آنے والی معلومات درج ذیل تھیں:

ابوالولید الجزائری نے صدر دروازے کے بارے میں معلومات جمع کی تھیں۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ کیمپ دو دروازوں پر مشتمل ہے، ان میں سے صدر دروازے پر مرتدین اور دوسرے دروازے پر امریکی فوجی تلاشی لیتے ہیں۔ ان دونوں دروازوں کا درمیانی فاصلہ تقریبا ۳ سو میٹر ہے۔ مرتدین کے دروازے سے مختلف سڑکوں پر مشتمل راستہ اس جگہ تک جاتا ہے جہاں بکتر بند گاڑیاں کھڑی ہوتی ہیں اور یہ فاصلہ تقریبا سو میٹر کا ہے۔ علاوہ ازیں جہازوں کے کھڑے ہونے کی جگہ آہنی باڑ سے تقریبا سو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ پھر مشورے سے کارروائی کا ایک نیا خاکہ ترتیب دیا گیا جس میں جدید معلومات کی روشنی میں حسب ضرورت تبدیلی کی جا سکتی تھی وہ یہ کہ پہلی گاڑی مرتدین کے دروازے کی طرف جائیگی اور اس دروازے پر رک کر امریکیوں والے دروازے پر BM میزائل داغے گی اس کے بعد صدر دروازے پر ہی دھماکہ کرے گی۔ پھر دوسری گاڑی بکتر بند گاڑیوں کی طرف جا کر وہاں پر موجود امریکیوں پر حملہ کرے گی۔ دوسری طرف فدائی بھائی امریکی فوجی وردیاں پہنے جہازوں کے کھڑے ہونے کی جگہ سے قریب امریکی فوجیوں کے خیموں کی طرف میں داخل ہوں گے اور دوسری گاڑی کے دھماکے کے بعد امریکیوں پر حملہ کر دیں گے۔ مگر یہ سب تب ہی ممکن ہو سکے گا جب وہ کیمپ کو گھیرے ہوئی آہنی باڑ کو کاٹنے میں کامیاب ہو جائیں. جو کہ ابو ناصر کے منصوبے کے مطابق ہے۔ پھر میزائل فائر کرنے پر متعین مجموعے اسی وقت اور بعد میں بھی BM اور صقر 20 میزائل فائر کریں گے۔ یہ اجمالی منصوبہ ہے۔

منصوبہ مکمل ہونے سے پہلے شیخ ابوالولید نے جب میزائل گاڑی پر نصب کرنے کا مسئلہ سامنے رکھا تو اس کے فوائد اور فدائی بھائی کو اس سے پہنچنے والے ممکنہ نقصانات پر باہم تبادلہ خیال کیا گیا۔ آخر کار عسکری شعبے کے ایک رکن نے گاڑی اور پھر فدائی سمیت گاڑی پر اسکا تجربہ کرنے کا مطالبہ کیا تا کہ اگر اس کے نقصانات ہوں تو سامنے آسکیں تا کہ نقصانات کی صورت میں اس ارادے کو ملتوی کر دیں۔ بصورت دیگر اسے عملی جامہ پہنایا جا سکے۔ لہٰذا شیخ ابو الولید نے تجربہ کیا جو الحمدللہ کامیاب رہا۔ اس لیے عسکری شعبے نے اسکی منظوری دے دی۔

منصوبہ بندی کے حتمی نکات:

ان معلومات کو بنیاد بناتے ہوئے کارروائی کی تنفیذ سے پہلے دوبارہ اجتماع کا فیصلہ کیا گیا جبکہ مندرجہ ذیل امور پر اتفاق رائے ہوا:

۱۔ دو استشہادی گاڑیوں کو کیمپ کے صدر دروازے اور اس مقام پر جہاں امریکی فوجی اور بکتر بند گاڑیاں کثرت سے ہوں، پر مارنے کے لیے مختص کیا جائے۔

۲۔ چھ استشہادی بھائیوں کو ہیلی کاپٹروں کے قریب والے علاقہ سے داخل کیا جائے۔

۳۔ BM میزائلوں کو قریب سے پہرہ داروں کے برجوں پر مارا جائے جبکہ دور سے صقر ۲۰ میزائیل کیمپ کے اہم مقامات مثلا جہازوں کے اسٹینڈ وغیرہ پر مارے جائیں۔

۴۔ حملہ فجر کے وقت کیا جائے۔

۵۔ حملہ اتوار کے روز ہو جبکہ دشمن اپنی چھٹی منا رہا ہو۔

۶۔ ان کارروائیوں کی تنفیذ ایک ہی وقت میں اکٹھی ہو۔

فراہمی ساز و سامان (فراہمی وسائل)

عسکری قائدین میں سے ہر ایک نے کارروائی کے لیے مقدور بھر وسائل فراہم کیے۔

ابوسلمہ النجدی نے اپنے مجموعے میں سے ۵ فدائی بھائی پیش کیے جبکہ ان کی کارروائی کی مناسبت سے تربیت بھی اپنے ذمہ لی۔ اس کے ساتھ ایک بارودی گاڑی، کچھ صقر ۲۰ میزائل اور ۲۰ سے ۳۰ کے درمیان BM میزائل فراہم کیے۔

شیخ ابوالولید نے ۳ فدائی اور ایک بارودی گاڑی نیز اس پر نصب کرنے کے لیے چار BM میزائل (جو کہ صدر دروازے پر داغے جانے تھے) پیش کیے. علاوہ ازیں امریکی فوجی وردیاں، دو بارودی جیکٹیں اور آٹھ BM بھی اپنے ذمہ لیے۔

خصوصی عملیات کے مسئول نے دو بارودی جیکٹیں تیار کرنے کا ذمہ لیا۔ اسی طرح کارروائی کی مرحلہ وار تنفیذ، برجوں پر BM مارنے اور فدائیوں کو کیمپ کے اندر داخل کرنے کا ذمہ اہم کارروائیوں کے قائد نے لیا۔

نیز تمام اہم امور چاروں قائدین کے سپرد کر دیے گئے اور ان سب پر نگران خراسان میں القاعدہ کے مسئول عسکری شیخ خالد حبیب تھے۔ مزید برآں ایک مرتبہ پھر چند امور کا جائزہ لینے کے لیے اجتماع ہوا۔

تیسرا اجتماع:

فدائیوں کا انتخاب

آٹھ استشہادی بھائیوں کا چناؤ کیا گیا جن کے نام حسب ذیل ہیں:

۱۔ ابوطیب المطیری (دھاوا بولنے والے مجموعے کے امیر)
۲۔ابراہیم القصیمی ۳۔عکرمہ النجدی ۴۔عبد اللہ الترکی ۵۔سیاف الترکی
۶۔ابوعبدالرحمٰن الباکستانی ۷۔قعقاع الترکی (پہلی بارودی گاڑی کے سوار) ۸۔ابوعبیدہ المکی (دوسری بارودی گاڑی کے سوار)

کارروائی کی تنفیذ:

کارروائی کی تنفیذ کو تین مراحل (یعنی حصوں) میں تقسیم کیا گیا

پہلے مرحلے کے ذمہ دار قاری بختیار تھے، دوسرے کی ذمہ داری شیخ خالد حبیب کی تھی، جبکہ تیسرے مرحلے کی ذمہ داری خصوصی کارروائیوں کے مسئول کو سونپی گئی۔

پہلا مرحلہ:

قاری بختیار نے پہلی گاڑی اور دو فدائی بھائیوں قعقاع اور ابوعبیدہ کو امن وسلامتی سے خوست میں پہنچا دیا۔انہیں کارروائی کے وقت (جو کہ آنے والا اتوار تھا) اوران سے مطلوب کاموں کے بارے میں آگاہ کر دیا گیا۔شہر میں پہنچنے کے بعد انہوں نے دوسری گاڑی تیار کی۔اللہ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے دونوں گاڑیوں میں گیس سلنڈروں کا اضافہ کر دیا تا کہ دھماکے کی قوت میں اضافہ ہو جائے۔کارروائی سے ایک دن پہلے وہ دونوں فدائی بھائیوں کو کیمپ کے دروازے کے قریب لے گئے تا کہ وہ اس مقام کو دیکھ لیں جہاں وہ صبح حملہ آور ہوں گے۔ بھائی الحمدللہ پوری طرح تیار تھے اور بس کارروائی شروع ہونے کا انتظار کر رہے تھے مگر کارروائی کو ایک دن کے لیے مؤخر کر دیا گیا تا کہ اس میں شریک جن دوسرے بھائیوں کی تیاری مکمل نہیں ہے وہ پوری طرح تیار ہو جائیں۔اسی دن یعنی اتوار کو میزائل مارنے پر متعین بھائیوں نے کارروائی کی تاخیر کی اطلاع نہ ہونے کی وجہ سے BM میزائل کیمپ پر داغے جو کہ الحمدللہ تمام کے تمام اس کے اندر گرے اور اطلاعات کے مطابق دو ہیلی کاپٹر تباہ جبکہ تیسرے کو نقصان پہنچا۔پیر کی صبح دونوں فدائی بھائی روانہ ہوئے اور کیمپ کی طرف جانے والوں کو دھوکے میں ڈالنے کے لیے مختلف ذیلی راستے اختیار کرتے ہوئے وہاں پہنچے۔اس وقت صدر دروازے سے امریکیوں اور مرتدین کا کانوائے کیمپ کے اندر داخل ہو رہا تھا،قعقاع رحمہ اللہ ہوا کی رفتار سے چلے اور ہدف پر پہنچ کر امریکیوں،مرتدین اور ان کے مددگار مزدوروں اور جاسوسوں کے درمیان دھماکہ کر دیا۔قاری بختیار کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے کیمپ کے اندرونی دروازے پر چاروں میزائل داغے تھے۔ان کا کہنا تھا کہ انہیں گاڑی کے دھماکے سے پہلے ایک دھماکے کی آواز سنائی دی تھی مگر دوسرے دھماکے کے شور کی وجہ سے پہلے دھماکے کی آواز نمایاں نہ ہوسکی۔نیز پتا چلا کہ دروازے پر ایک یا دو میزائل لگے جبکہ ایک میزائل کیمپ کی جیل پر گرا۔اور ابو عبیدہ المکی کے مطابق انہوں نے قعقاع کے فائر کیے ہوئے میزائلوں کو دیکھا جو ایک خیمے پر جا لگے جس میں امریکی فوجی تھے اور کچھ دروازے پر لگے۔

باقی رہا ابوعبیدہ المکی کا معاملہ تو جیسے وہ خود بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے مردار ہونے والوں اور زخمیوں کی ایک بہت بڑی تعداد دیکھی۔صرف ۵۰ کے قریب تو مردار تھے زخمی اس کے علاوہ تھے،خون اور اعضاء بکھرے ہوئے تھے اور دھماکے سے متاثر ہونے والے گھٹنوں کے بل گھسٹ رہے تھے۔جب وہ دوسری گاڑی لے کر چلے تو انہوں نے امریکی کانوائے دیکھا اور بجائے دروازے کے اس پر حملہ کرنے کی ٹھانی،وہ اللہ پر توکل کرتے ہوئے چلے مگر ایک بچہ ان کے اور کانوائے کے درمیان آ گیا اس لیے وہ ان کے قریب ہی بچے کے دور ہونے کا انتظار کرنے لگے اسی اثناء میں انہیں شبہ ہوا کہ امریکیوں کو ان کے بارے میں شک ہو گیا ہے اس شبہ کی بنا پر انہوں نے گاڑی پیچھے کی ہی تھی کہ انہیں ایک اور امریکی کانوائے نظر آیا جسے مرتدین نے گھیرا ہوا تھا۔امریکیوں نے ابوعبیدہ کو متنبہ کرنے کے لیے ہوائی فائر کیے تا کہ وہ ان سے دور رہیں۔ابوعبیدہ سمجھے کہ دشمن ان کی حقیقت جان گیا ہے لہذا گاڑی لے کر لوٹنے لگے اس سے مرتدین کو شک ہو گیا اور انہوں نے ابوعبیدہ پر فائرنگ شروع کر دی۔ایک گولی گاڑی میں رکھے ہوئے ایک گیس سلنڈر کو جا لگی اور پوری گاڑی سفید گیس سے بھر گئی۔انہوں نے سوچا کہ وہ دوبارہ مڑ کر دشمن پر حملہ کریں مگر جب وہ گاڑی موڑنے لگے،وہ ایک گڑھے میں گر گئی متعدد مرتبہ کوشش کے باوجود گاڑی وزنی ہونے کی وجہ سے نہ نکل سکی اور اسی طرح پھنسی رہی۔اس صورتحال میں ان کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کریں کیونکہ حملہ کرنا ناممکن تھا اس لیے وہ گاڑی سے اتر کر نزدیکی کھیتوں کی طرف بھاگے،دشمن کی طرف سے فائرنگ جاری تھی اسی دوران انہیں ہاتھ اور ران میں زخم بھی آئے اس کے باوجود وہ چلتے رہے یہاں تک کہ انصار کے پاس پہنچ گئے۔جو بھائی کارروائی کی تکمیل پر مامور تھے ان میں سے ایک کا انصار کے گھر سے گزر ہوا تو اس نے انہیں محفوظ مقام تک پہنچا دیا جہاں سے انہیں قاری بختیار نے دوسرے بھائیوں تک پہنچا دیا جہاں پر ان کا علاج ہوا۔گاڑی جو کہ وہیں رہ گئی تھی اسے دشمن نے تباہ کر دیا۔انا للہ و انا الیہ راجعون۔

دوسرا مرحلہ:

شیخ خالد حبیب تمام کارروائی کی لحظہ بہ لحظہ نگرانی کر رہے تھے۔اس مرحلے میں بھائی ابوسلمہ النجدی کی مدد سے کیمپ پر میزائل بھی داغے جانے تھے جن کی ترتیب کچھ اس طرح تھی:

۱۔اتوار کے دن کیمپ پر BM میزائل داغے گئے۔یہ دراصل فدائی حملہ ہونے کے بعد رات کو داغے جانے تھے مگر کارروائی مؤخر ہونے کی اطلاع ساتھیوں کو نہ ہونے کی وجہ سے اتوار کو ہی داغے گئے۔

۲۔فدائی حملے کے بعد شیخ خالد حبیب کے کہنے پر زید الترکی نے (اللہ انہیں جزائے خیر دے) منصوبے کے مطابق کیمپ پر ۱۷ میزائل داغے جو کہ الحمدللہ تمام نشانے پر لگے۔

۳۔جس وقت زید الترکی بھائی نے کیمپ پر میزائل فائر کیے اسی وقت صقر ۲۰ میزائل بھی داغے گئے،الحمدللہ تمام نشانے پر لگے صرف ایک میزائل ہدف سے خطا ہوا۔

۴۔خصوصی کارروائیوں کے مسئول کی طرف سے بھی میزائل داغے گئے جن کا اختتام بدھ کے دن ہوا۔

تیسرا مرحلہ

یہ کارروائی کا اہم ترین مرحلہ ہے اس لیے اسے مزید چار مراحل میں تقسیم کیا گیا ہے۔

اول: کاررروائی کے لیے روانگی

ابوسلمہ النجدی نے کارروائی کے لیے چھ فدائی بھائیوں کو تیار کیا۔ ہر بھائی کلاشنکوف ۸ میگزینوں، فدائی جیکٹ، ۱۵ ہینڈ گرنیڈوں اور ایک کلووزنی بارودی مواد سے لیس تھا۔ یہ بھائی تقریباً ۱۰ گھنٹے کے پیدل سفر کے بعد خوست پہنچے۔ سفر کے دوران چند مرتبہ وہ ستانے کے لیے ٹھہرے۔ ایک جگہ عکرمہ النجدی کی آنکھیں نیند سے بوجھل ہونے لگیں اور وہ سو گئے۔ بھائی کچھ دیر آرام کے بعد دوبارہ چل پڑے۔ رات کا وقت تھا اس لیے انہیں عکرمہ بھائی کی غیر موجودگی کا احساس نہ ہوسکا۔ کچھ دیر بعد جب عکرمہ کی آنکھ کھلی تو انہوں نے بھائیوں کو موجود نہ پا کر کو انہیں اپنی غیر موجودگی کا اشارہ دینے کے لیے دو ہوائی فائر کیے۔ اس وقت وہ مرتدین کے ایک مرکز سے قریب تھے مگر انہیں اس کا علم نہیں تھا۔ اس غیر معمولی فائرنگ سے بھائی چوکنے ہو کر آپس میں اکٹھے ہوئے تو عکرمہ النجدی کو نہ پایا۔ اسی دوران عکرمہ نے اپنی جگہ کی نشان دہی کے لیے روشنی والی گولی فائر کی۔ لہٰذا بھائی واپس آئے اور انہیں ساتھ لے کر اپنا سفر مکمل کیا۔ ادھر مرتدین تیز روشنیاں روشن کرتے ہوئے فائرنگ کی جگہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے رہے۔

دوئم: ترصد (ریکی)

اس طویل تھکا دینے والے سفر کے بعد جب بھائی خوست پہنچے تو وہ تھک کر چور ہو چکے تھے جس کی وجہ سے انہوں نے کارروائی تاخیر سے کرنے کا فیصلہ کیا۔ لہٰذا اتوار کو صرف ابوالطیب المطیری (جو کہ اس فدائی گروپ کے امیر تھے) کیمپ کی حفاظتی باڑ کے انتہائی قریب گئے اور اسے ترصد سے ملنے والی اطلاعات کے مطابق پایا۔ پیر کی رات نماز عشاء کے بعد بھائی حملے کے لیے روانہ ہوئے۔ ان کے ساتھ انصار میں سے کچھ لوگ بھی تھے جو اسلحہ اٹھانے میں ان کی مدد اور کیمپ کو جانے والے راستے کی طرف راہنمائی کر رہے تھے۔ دشمن کی نظر اور حفاظتی کتوں سے بچنے کے لیے بھائیوں نے طویل راستہ اختیار کیا جس کی وجہ سے وہ تھک گئے اور انہیں ہدف تک پہنچنے میں تاخیر بھی ہوگئی۔ باڑ کے قریب وہ جب پہنچے تو رات کے ۲ بج رہے تھے۔ اس وقت ایک ہیلی کاپٹر معمول کے مطابق چکر لگا رہا تھا اور کچھ بکتر بند گاڑیاں باڑ کے اس جانب کھڑی تھیں جہاں سے بھائیوں کو اندر جانا تھا۔ رہبر نے انہیں بتایا کہ یہ سب معمول کی کارروائی ہے۔ ابوالطیب المطیری نے جب باڑ کا جائزہ لیا تو انہیں یہ جان کر بہت خوشی ہوئی کہ وہ کافی کمزور ہے اور اس کو کاٹنے میں انہیں کوئی مشکل نہیں۔ مگر ہیلی کاپٹر اور بکتر بند گاڑیوں کی موجودگی نے ان کے لیے مشکل پیدا کر دی اور انہیں گمان ہوا کہ آج حفاظتی انتظامات غیر معمولی ہیں۔ فجر کے وقت تقریباً ۴ بجے ہیلی کاپٹر رکا اور فضا پرسکون ہوئی مگر یہ وقت کارروائی کے لیے غیر مناسب تھا. اس وجہ سے ابو الطیب المطیری نے کارروائی کے نگران سے رابطہ کر کے مشورہ کیا کہ یہ وقت غیر مناسب ہے لہٰذا بہتر یہ ہے کہ کارروائی کل تک موخر کی جائے. اس تاخیر نیز بھائیوں کی تھکاوٹ کو مد نظر رکھتے ہوئے کارروائی اگلے دن کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس لیے بھائی واپس لوٹ آئے۔ پیر کو قعقاع الترکی نے کیمپ کے دروازے پر فدائی حملہ کیا اس دھماکے کو بھائیوں نے بھی سنا جس نے ان میں ایک نیا ولولہ پیدا کر دیا اور انہوں نے اسی رات کارروائی کرنے کا عزم مصمم کر لیا۔

سوئم: حملے والی رات کی جھڑپیں

منگل کی رات فدائی بھائی پھر روانہ ہوئے اور باڑ تک جانے کے لیے ایک کچا راستہ اختیار کیا، اس رات انہوں نے احتیاطاً حملے اور اس کے بعد پیچھے ہٹنے کا منصوبہ ترتیب دیا۔ حملہ کرنے والے مہاجرین چھ تھے اور اتنی ہی تعداد ان کے مددگار انصار کی تھی۔ آخر کار وہ ایک وادی کے کنارے باڑ کے کمزور حصّے تک لے جانے والے کچے راستے سے بہت قریب پہنچ گئے جو بھائیوں کا نیا انتخاب تھا۔ ابوالطیب بھائی دو انصاری بھائیوں کے ساتھ آہنی باڑ کی جانب بڑھے اور جب اس کے بالکل نزدیک پہنچ گئے تو ایک انصاری بھائی کو ایک بکتر بند گاڑی باڑ کے باہر اس جگہ دکھائی دی جہاں سے بھائیوں نے گزشتہ روز حملہ کرنا تھا۔ اس نے ابوالطیب کو کمین کا بتلایا اور دونوں انصاری باقی بھائیوں کی طرف لوٹ گئے، مگر ابوالطیب بھائی نے یقین کی غرض سے خود مشاہدہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ پھر جیسے ہی انہوں نے دیکھنے کے لیے سر اوپر اٹھایا ان پر دشمن کی طرف سے شدید فائرنگ شروع ہوگئی۔ عکرمہ النجدی اور دوسرے بھائی تیاری کی حالت میں تھے۔ انہوں نے دشمن کی طرف سے ابوالطیب پر کی جانے والی فائرنگ اور اس کے جواب میں ابوالطیب کی فائرنگ جو کہ دشمن کے اسلحے کو خاموش کرا دینے والی تھی سنی (انہوں نے تقریباً ۳ میگزین فائر کیے تھے)۔ ابوالطیب کی فائرنگ نے انصاری بھائیوں کو پیچھے ہٹنے میں مدد دی۔ اسی اثناء میں عکرمہ النجدی اور عبدالرحمٰن الباکستانی نے دشمن پر فائرنگ شروع کر دی تاکہ ابوالطیب بھائی کو جو ان سے آگے تھے انہیں پیچھے ہٹنے میں مدد دے سکیں۔ اس دوران انصاری بھائی واپس جانے میں کامیاب ہو گئے۔ لہٰذا جب دشمن کی فائرنگ میں کمی آئی تو پانچوں بھائی وادی میں دائیں جانب سے پیچھے ہٹنے لگے۔

ادھر ابوالطیب بھائی کو دشمن کی دوشکا سے شدید فائرنگ کی وجہ سے پیچھے ہٹنے میں تاخیر ہوئی۔ پھر دشمن کے ایک ہیلی کاپٹر نے ان پر بمباری شروع کر دی۔ وہ زمین سے چپکے رہے اور کوئی حرکت نہ کی۔ جب اس ہیلی کاپٹر نے اپنا ذخیرۂ بارود ختم کر لیا تو دوسرا ہیلی کاپٹر آ گیا تاکہ بمباری مکمل کرے۔ ابوالطیب مسلسل دعا کرتے رہے اور کہتے رہے (یا کافی اکفنیھم) انہیں اس تمام بمباری سے پاؤں اور پشت میں معمولی زخم آئے۔ ہیلی کاپٹر کچھ دیر تک بمباری اور فائرنگ کے بعد ابوالطیب المطیری کو مردہ خیال کر کے واپس چلے گئے تو انہوں نے وادی میں بائیں جانب پیچھے ہٹنا شروع کیا یہاں تک کہ چھپنے کے لیے ایک مناسب جگہ پر پہنچ گئے۔ وہاں انہوں نے کارروائی کے نگران سے رابطہ کیا اور کمین میں اپنے گھیراؤ سے مطلع کیا نیز مطالبہ کیا کہ بھائی کیمپ پر میزائل داغیں تاکہ وہ باآسانی واپس آسکیں۔ ہوائی اڈے پر BM اور صقر 20 میزائل داغے جانے لگے۔ کچھ ہی دیر بعد خوست ائیرپورٹ صقر ۲۰

میزائل کی ہولناک آواز سے گونجنے لگا (یہ میزائل بہت قوت سے پھٹتے ہیں جس کا دشمن کے دلوں پر رعب ڈالنے میں بہت اثر ہوتا ہے)۔ابوالطیب میزائل داغنے جانے کے بعد پرسکون ہوئے اور آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتے ہوئے واپس انصار کے گھر تک پہنچ گئے۔وللہ الحمدو المنۃ

چہارم: گھمسان کی جنگ

ابوالطیب کارروائی میں شرکت کا شرف پانے اور اس سخت لڑائی میں پارچے سے پاؤں اور پشت میں پہنچنے والے زخم کے اعزاز کے بعد اپنی پناہ گاہ تک پہنچ گئے۔البتہ باقی پانچ بھائیوں سے راستہ اختیار کرنے میں غلطی ہوئی اور وہ امریکیوں کی کمین میں گھر گئے۔امریکی اپنے تیئں مجاہدین کو شہید کرنے کے بعد ان کی لاشوں کو اٹھانے کے لیے علاقے کا گھیراڈال کر آرہے تھے۔لہٰذا یہاں سخت لڑائی چھڑ گئی۔مقامی افراد سے ملنے والی خبروں کے مطابق ایک بھائی غالباً سیاف الترکی نے امریکیوں پر حملہ کر دیا اور ان کے درمیان اپنی فدائی جیکٹ پھاڑ دی (اللہ انہیں شہدا میں قبول فرمائے آمین)۔پھر ایک ہیلی کاپٹر زخمیوں کو بچانے اور اپنے مرداروں کو اٹھانے کے لیے آیا اور جس جگہ کو آڑ بنا کر بھائی جنگ کر رہے تھے وہاں کے قریب ہی اتر گیا۔عبدالرحمٰن الپاکستانی ایسے ہی سنہرے موقع کی تلاش میں بیٹھے تھے۔انہوں نے آگے بڑھ کر اس پر فدائی حملہ کر دیا۔مقامی افراد کے مطابق اس سے جانی نقصان کے علاوہ دشمن کے دو ہیلی کاپٹر ناکارہ ہوئے۔اس شدت کی لڑائی میں ایک طرف تو امریکی اور نیٹو افواج تھیں جو ہر قسم کے اسلحہ سے لیس تھیں اور دوسری طرف پانچ مجاہد بھائی تھے جن کے پاس چند گرنیڈ، چھوٹا اسلحہ اور فدائی جیکٹیں تھیں۔طلوع صبح کے بعد لوگوں نے امریکی، نیٹو اور افغان فوجی دستوں کو بھائیوں کی جانب بڑھتے دیکھا۔اب پھر وہ یہی سمجھ رہے تھے کہ مجاہدین شہید ہو چکے ہیں۔جب وہ بھائیوں کی آڑ کے نزدیک پہنچے تو اچانک انہیں شدید فائرنگ کا سامنا کرنا پڑا۔وہ بوکھلا اٹھے اور پھر علاقے کے عوام نے کفار کے اس لشکر کو اپنے پیچھے زخمیوں اور مرداروں کی ایک کثیر تعداد کو چھوڑ کر بھاگتے ہوئے دیکھا۔کسی امریکی یا مرتد فوجی کو اس کے بعد دوبارہ لوٹنے کی جرات نہ ہوئی۔دشمن نے فضائی طاقت بلائی اور دن دس بجے تک مسلسل بمباری کرتے رہے۔رات ایک بجے سے جاری یہ حق و باطل کا معرکہ جب دس بجے دن کو ختم ہوا تو علاقے میں امریکیوں اور ملی فوج کے مرتدین کی لاشیں بکھری پڑیں تھے۔پانچوں بھائیوں کو اللہ تعالیٰ نے شہادت کے تمغے سے نوازا۔بھائیوں کی لاشوں کی تروتازگی اور مہک نے لوگوں کے دلوں پر بہت اثر ڈالا۔کارروائی کے دوران شہر میں یہ خبر پھیل گئی کہ طالبان نے خوست کے ہوائی اڈہ پر قبضہ کر لیا ہے۔اس کارروائی نے اہل شہر کو عجیب قسم کی ایمانی کیفیات سے سرشار کیا۔چوتھے دن (بدھ) خصوصی کارروائیوں کے امیر کی طرف سے فوجی کیمپ پر BM میزائل کی بوچھاڑ کی گئی جس کہ بعد اس کارروائی کا اختتام ہوا۔تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں اور اسی کا فضل و احسان ہے۔

کارروائی کے نتائج:

کارروائی سے دو طرح کے نتائج حاصل ہوئے: عسکری اور روحانی

اول: عسکری نتائج

☆ امریکیوں اور ان کے مددگار مرتدین کی ایک بڑی تعداد کی ہلاکت۔

☆ صدر دروازے پر امریکیوں اور مرتدین کی ۳ گاڑیوں کی تباہی۔نیز چند فوجی موٹر سائیکل اور گاڑیاں بھی تباہ ہوئیں۔

☆ ۵ ہیلی کاپٹروں کی تباہی (۳ کیمپ کے اندر اور ۲ باہر)۔

☆ عمارتی اور عسکری سامان کا نقصان، جس کا احاطہ ممکن نہیں۔

☆ فوجی کیمپ پر مارے گئے میزائل الحمدللہ ہدف پر لگے۔دشمن کے جواب اور ایمبولینسوں کی آوازوں سے دشمن کے بھاری نقصان کا اندازہ ہوا۔دشمن کا شدید جواب میزائل گرنے کے پینتالیس منٹ بعد آیا۔

دوئم: روحانی نتائج

اس کارروائی سے بہت سے ایسے روحانی اہداف حاصل ہوئے جن کی توقع کی جارہی تھی۔مثلاً ایک یہ کہ اس نے مقامی مسلمانوں کے دلوں میں بڑے عسکری اڈوں پر جرات اور دلیری سے حملہ کرنے کی روح پھونک ڈالی۔یہ کیمپ امریکیوں کے لیے ارض افغانستان میں مضبوط گڑی ہوئی میخ کی مانند ہے۔اس پر چاروں طرف سے مجاہدین کے حملے نے طالبان کے عزائم اور حوصلوں کو مہمیز دی۔

☆ لوگوں کا شہدا کو دیکھنا اور ان کی میتوں پر واضح کرامات نے انہیں یقین دلایا کہ یہ نوجوان حق پر ہیں اور مرتدین باطل پر۔

☆ لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی واضح نصرت اور امریکی فوج کی حقیقت دیکھ لی۔انہوں نے کفار کی فوج اور جہازوں کو اللہ تعالیٰ کی مدد کے سامنے عاجز پایا۔چار دن تک امریکی دفاع کی حالت میں رہے۔اپاچی ہیلی کاپٹر بھی بھائیوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے۔اس سے دشمن کے رعب و دبدبے اور قوت و طاقت' جس کو اس نے اپنے میڈیا اور دیگر اداروں کے ذریعے لوگوں کے دلوں پر بٹھایا تھا' کا مکمل پول کھل گیا اور عوام نے اپنی آنکھوں سے اللہ کی نصرت کو اترتے ہوئے دیکھ لیا۔

☆ عرب اور دوسرے مہاجر بھائیوں کے شہر میں داخل ہونے اور دلیری سے دشمن کے مضبوط ترین کیمپ پر حملہ کرنے سے عوام میں جہادی روح بیدار ہوئی۔اس کے علاوہ ان خبروں کا عامۃ المسلمین میں پھیل جانا کہ طالبان نے فوجی اڈے پر حملے کے بعد اس پر قبضہ کر لیا ہے اور مرتدین کے اس کے جواب میں وضاحتی بیانات نے بھی لوگوں کے دلوں میں خوشیوں کی لہر دوڑائی۔جس بہادری سے مجاہدین نے یہ کارروائی کی اس سے دشمن پر کاری ضرب لگی اور اسے یہ تسلیم کرنا پڑا کہ امارت اسلامیہ کے سقوط سے اب تک کی یہ سب سے بڑی کارروائی ہے۔

آخر میں ہم اللہ رب العزت سے دعا کرتے ہیں کہ ہمارے شہدا بھائیوں کو قبول فرمائے اور جس نے بھی اس مبارک عملیہ میں اپنے قول یا عمل سے شرکت کی اسے قبول فرمائے۔نیز اس کارروائی کو امریکی فوجی اڈوں اور امریکیوں اور مرتدین کے بڑے مراکز پر کارروائیوں کا آغاز بنادے (آمین)۔

☆☆☆☆☆

افغانستان میں کفار کی بے بسی

سید عمیر سلیمان

''اگر آپ افغان جنگ کی قیمت کا اندازہ لگانا چاہتے ہیں تو اس کے لیے بیتھسڈا نیول (Bathesda Naval Hospital) ہسپتال کے سرجیکل وارڈ سے بہتر کوئی جگہ نہیں''۔

یہ الفاظ سی بی ایس نیوز (CBS News) کے صحافی ڈیوڈ مارٹن کے ہیں جس نے امریکی نیوی کے ہسپتال میں جا کر افغانستان میں زخمی ہونے والے فوجیوں کے انٹرویو لیے۔ مارٹن کے مطابق امریکی قانون آپ کو تمام زخمیوں سے ملنے کی اجازت نہیں دیتا تاہم چند سے ملاقات کا ہم نے بندوبست کر لیا۔

''میں ریت پر بیٹھا ادھر اُدھر ہاتھ مار کر اپنی ٹانگ تلاش کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن مجھے نہیں ملی''۔

سارجنٹ ہمفری نے کہا جو ریموٹ کنٹرول بم حملے میں اپنی ایک ٹانگ کھو بیٹھا، کارپورل مارٹینز کی کہانی بھی کچھ اسی طرح کی ہے۔ مارٹینز کا کہنا ہے کہ مجھے بس اتنا یاد ہے کہ میں ہوا میں اچھلا اور جب میں نیچے آیا تو میں اپنی دونوں ٹانگوں سے محروم ہو چکا تھا۔ مجھ سے ڈاکٹر نے پوچھا ''کیا تم جینا چاہتے ہو؟'' میں نے کہا ''ہاں میں جینا چاہتا ہوں!''۔

کورمین پرسل جس کو ایک کمین (گھات لگا کر کیا گیا حملہ) کے دوران ٹانگ میں گولی لگی' کا کہنا ہے کہ اس طرح کے واقعات معمول بن چکے ہیں۔

''جب ہم گشت پر جاتے ہیں تو ہم بہت بڑا خطرہ مول لے رہے ہوتے ہیں، عراق میں استعمال ہونے والی مخصوص بکتر بند گاڑیاں افغانستان میں کسی کام کی نہیں۔ پیدل گشت کرنے والے کے پاس تو ریموٹ کنٹرول بم کے مقابلے میں صرف باڈی آرمر ہوتا ہے۔'وہ' (مجاہدین) چھپ کر بیٹھ جاتے ہیں، کمین لگاتے ہیں اور ہمارا انتظار کرتے ہیں اور ہم ان کے نشانے پر ہوتے ہیں''۔

یہ تو امریکی فوج کے ایک ہسپتال کے چند زخمیوں کی داستانیں ہیں جبکہ تمام امریکی فوجی ہسپتالوں کا یہی حال ہے۔ ہر ہسپتال میں افغان جنگ کا شکار ہونے والے فوجی بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ جبکہ نفسیاتی امراض کا شکار ہونے والے فوجی اس کے علاوہ ہیں۔ امریکی میگزین نیوز ویک نے اپنی تازہ رپورٹ میں کہا ہے کہ:

''امریکی فوج کے اندرونی ذرائع کے مطابق' محاذوں سے واپس آنے والے ۲۰ فیصد سپاہی مختلف ذہنی امراض کا شکار تھے اور ان میں سے نصف کو علاج کی سہولیات میسر آئیں۔ ایک اندازے کے مطابق تقریباً ۲۰ لاکھ سے زائد امریکی فوجیوں کو عراق اور افغانستان کی جنگوں کے دوران وہاں تعینات کیا گیا، جن میں سے ۴ لاکھ افراد میں پاگل پن کی علامات نظر آئیں۔ جبکہ پنٹاگون کی جانب سے پیش کیے جانے والے اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ ۲۰۰۰ء سے اب تک ایک لاکھ چوالیس ہزار چار سو تریپن امریکی فوجیوں میں مختلف ذہنی امراض کی علامات پائی گئی ہیں''۔

امریکہ کو یہ جنگ کافی مہنگی پڑ رہی ہے اور اس کا اندازہ فوجی ہسپتالوں میں جا کر بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ دوسری جانب مجاہدین نے سخت سرد موسم کے باوجود صلیبی و افغان افواج پر حملے جاری رکھے ہوئے ہیں۔

☆ ۲۲ نومبر صوبہ میدان وردک کے ضلع سید آباد میں مجاہدین نے ایک اور جاسوس طیارہ مار گرایا۔

☆ نومبر کی آخری رات بھی امریکیوں پر بھاری گزری۔ ۳۰ نومبر کو افغان پولیس کے ایک زیرِ تربیت اہلکار نے فائرنگ کر کے چھ امریکی فوجیوں کو ہلاک کر دیا۔ جوابی فائرنگ میں متذکرہ بالا پولیس اہلکار بھی شہید ہو گیا۔ اس طرح کے واقعات اب معمول بنتے جا رہے ہیں۔ جن میں کوئی افغان فوجی یا پولیس اہلکار ہی امریکیوں پر فائر کھول دیتا ہے۔ اس طرح کے واقعات صلیبی افواج اور افغان فوج میں بداعتمادی پیدا کرنے میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں اور صلیبی فوجی اپنے ہر کاروں پر ہی اعتماد سے خوف کھاتے ہیں۔

☆ ۸ دسمبر کو صوبہ قندھار کے ضلع جھلگزی میں ایک فدائی مجاہد نے امریکی فوجیوں پر فدائی حملہ کیا۔ تفصیلات کے مطابق فدائی مجاہد نے امریکی فوجیوں سے انگریزی میں بات چیت کرنا شروع کر دی جس سے آس پاس موجود امریکی فوجی مجاہد کے گرد اکٹھے ہو گئے تو مجاہد نے بارودی جیکٹ سے دھماکہ کر دیا جس سے ۲۸ امریکی فوجی ہلاک وزخمی ہوئے۔

☆ ۱۲ دسمبر کو قندھار ہی میں ایک امریکی پوسٹ پر فدائی حملے میں ۳۰ امریکی فوجی ہلاک و زخمی ہوئے۔ تفصیلات کے مطابق امریکی فوجی چیک پوسٹ چند روز پہلے ہی قائم ہوئی تھی۔ فدائی مجاہد نے بارود سے بھری گاڑی پوسٹ سے ٹکرا دی جس سے چیک پوسٹ ملبے کا ڈھیر بن گئی۔

☆ ۱۷ دسمبر کو صوبہ بغلان کے علاقے چشمہ شریف میں مجاہدین نے ایک جاسوس طیارہ مار گرایا۔

☆ ۱۹ دسمبر کو چار بہادر فدائی مجاہدین نے کابل اور قندوز میں افغان فوجی مراکز کو نشانہ بنایا۔ طالبان ترجمان ذبیح اللہ مجاہد کے مطابق ۲ فدائی مجاہدین عبداللہ اور حنظلہ نے کابل میں واقع ملٹری یونیورسٹی سے نکلتی ہوئی دو بسوں کو نشانہ بنایا جو کہ افغان فوجیوں کو لے کر نکل رہی تھی۔ عبداللہ ایک بس میں گھس گئے اور فائرنگ کر کے بس میں موجود تمام فوجیوں کو ہلاک کر دیا۔ ملٹری یونیورسٹی کی طرف سے جوابی فائرنگ میں وہ شہید ہو گئے۔ دوسرے مجاہد حنظلہ کافی دیر مزاحمت کرنے کے بعد شہید ہوئے۔ اس کارروائی میں تیرہ افغان فوجی ہلاک اور ۸ زخمی ہوئے جبکہ ایک بس مکمل طور پر تباہ ہو گئی۔

دوسرا حملہ دو فدائی مجاہدین نے قندوز شہر کے نواح میں واقع افغان فوج کے بھرتی مرکز پر کیا۔ آغاز میں ایک بارود سے بھری موٹر سائیکل گیٹ کے سامنے پارک کر دی گئی، جسے بعد میں ریموٹ کنٹرول سے تباہ کر دیا گیا۔ گیٹ کی تباہی کے بعد دونوں فدائی مجاہدین اندر گھس گئے اور متعدد افغان فوجیوں کو ہلاک کرنے کے بعد فدائی حملہ کر کے شہادت پا گئے۔ اس کارروائی میں ۱۰ افغان فوجی گیٹ پر دھماکے جبکہ ۱۹ فوجی مرکز کے اندر لڑائی میں ہلاک ہوئے۔ مرکز بھی دھماکوں کے بعد آگ پکڑنے سے تباہ ہو گیا۔ واضح رہے کہ یہ کارروائی اس وقت کی گئی جب جرمن چانسلر انجیلا مرکل قندوز میں اپنے فوجیوں کا حوصلہ بڑھانے کے لیے غیر علانیہ دورے پر آئی ہوئی تھی۔

☆ ۲۱ دسمبر کو صوبہ بغلان کے ضلع پل خمری میں مجاہدین نے ایک امریکی جاسوس طیارہ مار گرایا۔

ماہ دسمبر میں اوباما سمیت متعدد ائمۃ الصلیب نے افغانستان کے دورے کیے اور اپنے اپنے فوجیوں کے ڈوبتے دلوں کو سہارا دینے کی کوشش کی۔ رواں ماہ افغانستان کا دورہ کرنے والوں میں امریکی وزیر دفاع رابرٹ گیٹس، اوباما، برطانوی وزیراعظم ڈیوڈ کیمرون، برطانوی فوج کا سربراہ ڈیوڈ رچرڈ اور جرمن چانسلر انجیلا مرکل شامل ہیں۔

برطانوی وزیراعظم ڈیوڈ کیمرون نے ۲۰۱۱ء سے برطانوی فوج کے انخلا کا اعلان کر دیا۔ اوباما نے بھی ۲۰۱۱ء میں امریکی فوج کے انخلا کا منصوبہ دہرایا۔ اوباما اپنے چار گھنٹے کے غیر علانیہ دورے میں کرزئی سے ملاقات کیے بغیر واپس چلا گیا۔ یہاں تک کہ کرزئی کو اُس کے آنے کی اطلاع تک بھی نہ تھی۔ صرف واپسی پر اوباما نے کرزئی سے ٹیلی فون پر بات کرنے پر اکتفا کیا۔ امریکی ذرائع ابلاغ کے مطابق خراب موسم کی وجہ سے کرزئی سے ملاقات ملتوی کر دی گئی۔ امارت اسلامیہ افغانستان کے مطابق اوباما کے دورے کا طریقہ کار ہی افغانستان میں امریکی حالت کا پتہ دیتا ہے۔ اوباما بغیر اطلاع کے آیا، بگرام ایئر بیس پر فوجیوں سے خطاب کیا اور رات کے اندھیرے میں ہی واپس چلا گیا۔

۱۳ دسمبر کو پاکستان اور افغانستان کے لیے امریکہ کا خصوصی ایلچی رچرڈ ہالبروک بھی اپنے انجام کو جا پہنچا۔ ہالبروک افغانستان کے حالات کے بارے میں کانفرنس کر رہا تھا، جب اسے دل کا دورہ پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ امارت اسلامیہ افغانستان کی جانب سے ہالبروک کی ہلاکت پر اعلامیہ جاری کیا گیا، جس میں کہا گیا کہ ہالبروک افغانستان میں امریکی شکست اور اپنی ناکامی برداشت نہ کر سکا اور دل کا دورہ پڑنے سے ہلاک ہو گیا۔ ہالبروک کے آخری الفاظ افغانستان سے امریکی فوج نکالنے کے بارے میں ہی تھے۔

اوباما نے آخر کار نئی افغان پالیسی کا اعلان کر دیا۔ نئی پالیسی میں افغانستان سے زیادہ پاکستان پر زور دیا گیا ہے، نئی افغان پالیسی کے چند نکات درج ذیل ہیں:

☆ القاعدہ کے خاتمے کے ہدف سے کبھی پیچھے نہیں ہٹیں گے۔
☆ امریکی فوج کا انخلا ۲۰۱۱ء سے شروع ہوگا اور ۲۰۱۴ء میں اختتام پذیر ہوگا۔
☆ افغان جنگ مشکل ضرور ہے لیکن ہم کامیاب ہوں گے۔
☆ القاعدہ کی قیادت پاک افغان سرحدی علاقوں میں ہے۔
☆ اس جنگ میں پاکستان کی بہت اہمیّت ہے۔
☆ اگلے سال پاکستان کا دورہ کروں گا۔
☆ پاکستانی اداروں میں سب سے زیادہ سرمایہ کاری کی جائے گی۔

بغور دیکھا جائے تو ان میں سے ایک بھی بات نئی نہیں۔ امریکہ افغانستان میں اپنی شکست تسلیم کر چکا ہے لیکن وہ افغانستان سے انخلا کے ساتھ ساتھ پاکستان میں اپنا اثر و رسوخ بڑھانا چاہتا ہے۔ افغانستان سے انخلا کے وقت کے حوالے سے امریکی حکومت اور فوج میں بھی اختلافات پائے جاتے ہیں۔ امریکی حکومت جلد انخلا چاہتی ہے جبکہ فوج مزید وقت مانگ رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اوباما بار بار ۲۰۱۱ء سے انخلا کی بات کرتا ہے جبکہ پیٹریاس بار بار یہی کہتا ہے کہ ابھی افغان فوج اس قابل نہیں ہوئی کہ اسے طاقت منتقل کی جا سکے۔

افغانستان کے حالات کو جس رخ سے بھی دیکھا جائے صلیبی شکست ہی نظر آتی ہے۔ مغربی ذرائع ابلاغ جو پہلے امریکی شکست پر پردہ ڈالتے تھے، اب وہ بھی کھلے الفاظ میں امریکی شکست کی خبریں سناتے ہیں۔ بین الاقوامی تھنک ٹینک انٹرنیشنل کرائسس گروپ کی طرف سے جاری کردہ جائزہ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ''امریکہ کی زیر قیادت جنگ ناکامی کا شکار ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ افغان فوج اور طالبان کا کوئی موازنہ نہیں ہے اور طالبان پہلے سے زیادہ فعال ہیں''۔

اللہ تعالیٰ کی نصرت سے مجاہدین کے لیے فتح اور کامیابیوں کے دروازے کھل رہے ہیں۔ وہ دن دور نہیں جب امریکہ بھی سوویت یونین کی طرح ذلیل ہو کر افغانستان سے نکلے گا اور افغانستان میں ایک بار پھر امارت اسلامیہ کے مجاہدین شریعت کے نفاذ کے ذریعے اللہ کا کلمہ بلند کریں گے، ان شاء اللہ۔

☆☆☆☆☆

بقیہ: ہالبروک کا نزاعی بیان

ان کے ہاں اوباما پر دانت پیسے جا رہے ہیں کہ وہ نجیب الطرفین کٹر عیسائی نہیں ہے ادھر ہمیں کٹر بے دین، ملحد حکمران درکار ہے! جو علما فتنۂ دجال کی نشاندہی کر رہے ہیں انہیں بے توقیر کرنے کی ہر ممکن کوشش جاری ہے کہ امت سوئی ہے۔ پاکستان یونہی اپنے ہاتھوں خود کو فتح کرتا رہا۔ ڈرون حملے، خود کو لہولہان کرنے والی ماتم زنی، زنجیر زنی ہی تو ہے۔ وزیرستان خون میں نہلا دیا، اپنے بچوں کے ہاتھ پاؤں توڑ ڈالے، یتیموں بیواؤں کی ایک نسل تیار کر دی۔

اب باری ہے خیبر ایجنسی کی! تف ہے اس بے غیرتی، بزدلی پر۔ نیز امریکی فوج کا فخریہ فرمان کہ ''ہم پاکستان میں موجود ہیں اور بوقت ضرورت کارروائیوں میں حصّہ لیتے ہیں'' کیا یہ ایک آزاد ملک ہے یا امریکی کالونی؟ افغانستان سے جوتے کھا کر دوڑا اور آپ نے پلکوں پر بٹھایا؟ علقمی، میر جعفر صادق کو شرما دینے والی سیاسی قیادت! پوری قوم کے خون پسینے کی کمائی دفاعی بجٹ کی نذر کر کے یہ حاصل حصول اور مقدر ہے اس کے غریب بے نوا عوام کا؟ ۱۶ دسمبر آیا اور گزر گیا۔ پوری قبائلی پٹی سے ایک اور ۱۶ دسمبر پھوٹنے کو ہے۔ آپریشنوں کا ثمر سقوط ڈھاکہ تھا۔ نجانے ہم کب ہوش سنبھالیں گے؟ فوج ایک مرتبہ پھر پاکستان فتح کرنے پر لگا دی گئی ہے۔ شمالی وزیرستان، کرتے کرتے ہالبروک کی شہ رگ پھٹ گئی۔ باقی ماندہ وہی راگ الاپ رہے ہیں اور ہم روزانہ بیان دے کر عوام کو ذہناً تیار کر رہے ہیں۔ قوم کا دھیان بٹانے کو ثقافتی جھمیلے بہت ہیں۔ ادھر دنیائے کفر کے ڈیڑھ دو ہزار ٹیلی ویژن چینل مذہبی نشریات میں عوام کو اپنے مسیح کی آمد کے لیے تیار کر رہے ہیں۔ یہاں علمائے حق پس زنداں ہیں یا شہید کیے جا رہے ہیں۔ جو باہر ہیں وہ عوام کو تھپک تھپک کر سلانے یا نان ایشوز میں الجھانے کا فریضہ انجام دے رہے ہیں کہ کہیں ایمان نہ جاگ اٹھے! یاد رہے کہ دجال کے ظہور کا دور وہی ہوگا جب منبر و محراب پر اس کا تذکرہ نہیں ہوگا۔ ایمان، اسلام، پاکستان سب ہی کو بچانے کا اولین تقاضا یہ ہے کہ اس دجالی جنگ سے فوراً نکل کر اپنی صفیں درست کر لیں۔ خالص قرآن وسنت پر یکجائی کا سامان ہو۔ چند ٹکوں کے عوض اپنا آپ لہولہان کرنے کے اس کھیل کو خیر باد کہہ دیں۔ امریکہ ہالبروک کے کہے پر کان دھر نہیں سکتا۔ اس کے ایمان (باطل) کا یہ تقاضا ہے کہ وہ تمام مسلمان ممالک کو تاخت و تاراج کرے۔ پاکستان کو اس کی فوجی، ایٹمی قوت سے محروم کرنا اسرائیلی ایجنڈا ہے جس نے اس کے ہاتھ باندھ رکھے ہیں۔ کیا ہم اس کی کامیابی (خاکم بدہن) تک اس سے تعاون و اتحاد جاری رکھیں گے؟

[یہ مضمون ایک معاصر روزنامے میں شائع ہو چکا ہے]

☆☆☆☆☆

افغان جہاد فیصلہ کن مرحلے پر

محمد شکیل

افغانستان مسلسل تیس سال سے حالتِ جنگ میں ہے۔اس حوالے سے تو یہ بات درست ہے کہ ۱۹۷۹ء میں افغانستان میں سوویت افواج کی یلغار اور پھر ۲۰۰۱ء میں امریکی جارحیت کے بعد سے آج تک افغانستان میدان جنگ بنا ہوا ہے،لیکن افغان جنگ کو جنگ قرار دینا الفاظ و معنی اور اصطلاحات کو مسخ کرنے کے مترادف ہوگا۔جنگ میں فریقین کی طاقت وقوت کی کوئی نسبت ہوتی ہے اور مقابلے کی کوئی مدت بھی ہوتی ہے۔افغان جنگ میں فریقین کی سرے سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔کہاں لاکھوں کی فوج اور وہ بھی جدید ترین اسلحہ سے لیس،صرف برّی نہیں بلکہ جدید ترین ہوائی طاقت بھی......دوسری طرف چند ہزار مجاہدین،جن کے پاس نہ جنگی فوجی طیارے اور نہ جاسوس طیارے......صرف دشمن کے قبضہ شدہ ہتھیاروں سے مقابلہ......جنگ بھی دنوں،ہفتوں اور مہینوں پر نہیں،برسوں پر محیط ہوچکی ہے اور جنگ میں بھی جارح فوجوں کے مقابلے میں مسلسل پیش رفت اور پیش قدمی......پہلے سوویت یونین کا مقابلہ کیا اور شکست دی،ایسی شکست کہ روسی فوجیں فرار پر مجبُور ہوگئیں۔اب امریکی فوجیں مسلسل ہزیمت اور پسپائی سے دوچار ہیں۔دس سال ہورہے ہیں،امریکہ افغانستان میں جنگ جیتنے میں کامیاب نہیں ہوسکا ہے،جب کہ مجاہدین طالبان کا نصف سے زیادہ افغانستان پر کنٹرول ہے۔اس لیے افغان جنگ کو جنگ کہنا علمی اور تاریخی خیانت اور حماقت ہے۔فی الحقیقت یہ جنگ نہیں ''جہاد'' ہے۔ایسے مظاہر اور مثالیں جنگ میں نہیں جہاد میں نظر آتے ہیں۔اس لیے یہ کہنا چاہیے کہ افغانستان مسلسل تیس برسوں سے حالتِ جہاد میں ہے اور مجاہدینِ اسلام طاغوتی قوتوں کے خلاف ایک ایسا منفرد تاریخی جہاد کررہے ہیں جو مسلسل کامیابی کی سمت بڑھ رہا ہے،اور یہ جہاد دوررس اثرات کا حامل ہے۔

جہادِ افغانستان نے اسلامی بیداری کی نئی لہر پیدا کی ہے جس سے طاغوتی قوتیں لرزہ براندام ہیں۔پرتگال کے شہر لزبن میں نیٹو سربراہ سرجوڑ کر بیٹھے اور اُنہوں نے افغان جہاد کا مقابلہ کرنے کے بجائے اس سے دست برداری کی حکمت عملی پر غور کیا۔طویل غور وفکر کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ امریکہ اور اس کی اتحادی فوجیں ۲۰۱۴ء تک افغانستان سے اپنا بوریا بستر لپیٹ کر نکل جائیں گی۔افغان جہاد میں امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے جانی و مالی نقصان اور ہزیمت و پسپائی کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ ۲۰۱۴ء تک مزید نقصانات اور ذلت و رسوائی کا سامنا کرنے کے بجائے بلاتاخیر اپنا منہ کالا کرکے افغانستان سے نکل جانے کا اعلان کرتے۔لیکن انہوں نے مزید چار سال تک قیام کا فیصلہ کیا۔

افغانستان سے غاصب فوجوں کی پسپائی کے باوجود تاخیر سے نکلنے کے فیصلے کے پس پردہ کیا مقاصد اور عزائم ہیں اس پر ہم بعد میں بات کریں گے،پہلے امریکی صدر اوباما اور برطانوی مسلح افواج کے سربراہ ڈیوڈ رچرڈز کے حالیہ بیانات پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔اوباما نے نیٹو سربراہ اجلاس کے اختتام پر میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے اس عزم کا اظہار کیا ہے کہ امریکہ افغانستان میں القاعدہ کی دہشت گردی کا اس وقت تک مقابلہ کرے گا جب تک وہ اپنے ملک کے عوام اور اتحادیوں کے تحفظ کو یقینی نہیں بنا لیتا۔اُس نے کہا کہ القاعدہ کے خلاف لڑنے کی صلاحیت اور طاقت پر اعتماد ہے اور اس وقت تک باقی اور جاری وساری رکھیں گے جب تک القاعدہ کا خطرہ ٹل نہیں جاتا۔اوباما نے کہا کہ افغانستان گزشتہ سال کے مقابلے میں زیادہ بہتر حالت میں ہے اور ہم آئندہ سال افغانستان کے مخصوص علاقوں سے اپنی افواج کا انخلا شروع کریں گے۔

برطانوی مسلح افواج کے سربراہ ڈیوڈ رچرڈز نے چند ہفتے قبل ایک انٹرویو میں کہا تھا کہ القاعدہ ناقابلِ شکست ہے اور برطانیہ کو آئندہ کم از کم ۳۰ سال تک مسلم شدت پسندوں کی جانب سے حملوں کے لیے تیار رہنا ہوگا۔ڈیوڈ رچرڈز نے یہ بھی کہا کہ برطانوی حکومت اور فوج اب تک یہ نہ جان سکیں کہ افغانستان میں داؤ پر کیا لگا ہے۔ان دونوں بیانات میں افغانستان میں اعترافِ شکست کے ساتھ اپنے عوام کو افغان جنگ کے جواز پر مطمئن کرنے کی ناکام کوشش کا عنصر،اور دوسری طرف القاعدہ،طالبان اور افغانستان کو دہشت گردی کا ہوّا بنا کر عالمی برادری کو گمراہ کرنے کی سازش شامل ہے۔امریکہ،برطانیہ اور دیگر یورپی طاقتیں فی الحقیقت اسلام اور مسلمانوں کی کردار کشی اور نسل کشی کے استعماری ایجنڈے پر عمل پیرا ہیں،لیکن اب یہ کھیل ناکام ہوچکا ہے،اب نہ صرف طاغوتی طاقتوں کو مسلمانوں کے غیظ وغضب کا سامنا کرنا ہوگا بلکہ اپنے عوام کی حقارت اور نفرت سے بھی وہ محفوظ نہ رہ سکیں گے۔

دس سال ہورہے ہیں،امریکہ افغانستان میں جنگ جیتنے میں کامیاب نہیں ہوسکا ہے،جب کہ مجاہدین اور طالبان کا نصف سے زیادہ افغانستان پر کنٹرول ہے۔اس لیے افغان جنگ کو جنگ کہنا علمی اور تاریخی خیانت اور حماقت ہے۔فی الحقیقت یہ جنگ نہیں ''جہاد'' ہے۔ایسے مظاہر اور مثالیں جنگ میں نہیں جہاد میں نظر آتے ہیں۔

افغان جنگ میں طاغوتی طاقتوں کے جانی و مالی نقصان پر ان کے عوام کی مخالفت میں شدت آتی جارہی ہے۔جہاں تک نیٹو کے حالیہ سربراہ اجلاس کے فیصلے کا تعلّق ہے کہ امریکی اور نیٹو فورسز ۲۰۱۴ء تک افغانستان سے نکل جائیں گی تو یہ عمل شروع تو آئندہ سال ۲۰۱۱ء میں ہوگا لیکن اس کی تکمیل ۲۰۱۴ء میں ہوگی،اور وہ بھی مکمل نہیں بلکہ طاغوتی افواج کا سپورٹنگ رول برقرار رہے گا۔اصولی طور پر افغان جہاد میں طاغوتی طاقتوں کو شکست ہوچکی ہے اور افغانستان سے ۲۰۱۴ء تک افواج کے انخلا کا فیصلہ اور اعلان اعترافِ شکست ہے،لیکن انخلا کا طویل عمل معنی خیز ہے۔اول یہ کہ فوری انخلا سے طاغوتی طاقتیں اپنی شکست کے مضمرات سے اپنے ملک کے عوام کو مطمئن نہیں کرسکیں گی،انہیں شدید عوامی ردِعمل کا سامنا کرنا ہوگا۔دوم یہ کہ ''ورلڈ آرڈر'' کا امریکی خواب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے فنا ہوجائے گا۔دنیا کے دوسرے تمام ممالک کے دلوں سے طاغوتی طاقتوں کا خوف ختم ہوجائے گا اور کسی بھی ملک پر حملے کی صورت میں طاغوتی طاقتوں کو شدید مزاحمت کا سامنا کرنا ہوگا۔

☆☆☆☆☆

مغربی ترکستان

محمد زبیر

چین اور روس کے پڑوس میں واقع مغربی ترکستان کا خطہ کمیونسٹ روس سے آزاد شدہ پانچ ریاستوں کرغزستان، ازبکستان، قازقستان، تاجکستان اور ترکمانستان پر مشتمل ہے۔ ان ریاستوں کا کل رقبہ ۴۱,۰۶,۰۰۰ مربع کلومیٹر اور آبادی آٹھ کروڑ کے قریب ہے۔ مشرق کی جانب سے اس کی سرحد چین سے منسلک ہے۔ شمال میں روس، مغرب میں بحیرۂ قزوین اور جنوب میں ایران اور افغانستان واقع ہیں۔ یہ علاقہ نصرتِ دین اور سیاہ جھنڈوں کی سرزمین خراسان سے مل کر دو بڑی عالمی کفریہ طاقتوں روس اور چین کے خلاف دفاعِ اسلام کا اہم مورچہ اور تیل کی پیداوار والے عرب علاقوں اور چین و مشرقی ایشیا کے درمیان پل کا کام کرتا ہے۔ قدرتی تیل، گیس، سونا، یورینیم، قیمتی پتھر سمیت توّے قسم کی دھاتیں یہاں پائی جاتی ہیں۔ بارشوں اور برفباری کی وجہ سے پانی کی بھی بہتات ہے اور زرعی پیداوار بھی خوب ہے۔

خلیفۂ ثانی عمر بن خطابؓ کے زمانہ میں مجاہدینِ اسلام اس خطہ میں داخل ہو چکے تھے لیکن بار بار اٹھنے والی بغاوتوں کو سر کرنے کے بعد بالآخر ولید بن عبدالملک کے دور میں گورنر خراسان قتیبہ بن مسلمؒ نے اس خطے میں کلّی طور پر اسلام کا پرچم لہرا دیا۔ بخارا کے حاکم نے قتیبہؒ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا اور ساتھ ہی یہاں کے باشندے بھی مشرف با اسلام ہو گئے۔ اسلام سے قبل یہاں پر عیسائیت، بدھ مت اور مجوسیت جیسے باطل ادیان کا دور دورہ تھا۔ باہم قبائلی لڑائیاں زوروں پر تھیں، مشرق سے چین اور مغرب سے ایران کے حملے کا خوف بھی ہر وقت دامن گیر رہتا۔ اسلام نے قبائلی عصبیت کے بت کو خاک آلود کر دیا۔ باطل ادیان کے مظالم ختم ہو گئے اور اسلامی خلافت کا جزو بن جانے کے بعد چین و فارس کا خوف بھی ٹل گیا۔ دینِ اسلام نے ترکستان کو علوم و فنون کی چوٹیوں پر لا کھڑا کیا۔ یہاں پر امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ اور امام ابو موسیٰ محمد ترمذیؒ جیسے کبار محدّثین اور جلیل القدر فقہا پیدا ہوئے۔ بخارا، سمرقند، تاشقند، ترمذ، خوارزم کے شہر علم کے مراکز بن گئے جہاں کے مدارس سے فارغ التحصیل علما کا فیض آج تک جاری ہے۔ فنون کے حوالے سے بھی اس خطے نے نامور افراد پیدا کیے۔ مثال کے طور پر ریاضی اور الجبرا کے ماہر ابنِ موسیٰ الخوارزمی، ماہرِ طب ابنِ سینا اور مشہور مؤرخ البیرونی ترکستان ہی کے رہنے والے تھے۔ مشرکینِ ہند کے خلاف سلطان محمود غزنویؒ کے حملوں میں بھی اس خطے کے افراد نے بھرپور حصّہ لیا۔

ساتویں صدی ہجری کے اوائل میں کئی دیگر مسلمان علاقوں کی طرح یہاں بھی تاتاریوں نے حملہ کر دیا۔ بخارا کی جامع مسجد اور چند محلات کے سوا تمام شہر جلا دیا گیا۔ بعد ازاں تاتاری حکمران برکا خان بن جوجی اسلام لے آیا اور خطّے میں پھر سے اسلامی شعائر زندہ ہو گئے۔ حاکمیت اسلام کا یہ سلسلہ انیسویں صدی کے نصف تک جاری رہا اگرچہ حکمران خاندان بدلتے رہے۔ الیگزینڈر دوم کے دور ۱۸۵۹ء میں صلیبی روس ترکستان کی طرف متوجہ ہوا۔ سلطان محمد فاتح کے ہاتھوں قسطنطنیہ کی فتح کے بعد روس عیسائیت کا مرکز بن گیا تھا۔ قسطنطنیہ کے بیشتر پادری یہاں آ کر آباد ہو گئے۔ انیسویں صدی میں مسلمان حکمرانوں کی خودغرضی، عیش کوشی، جہاد سے لاتعلقی اور امّتِ مسلمہ میں درآنے والے جاہلی تعصّبات کی وجہ سے جہاں برطانیہ، اٹلی اور فرانس وغیرہ دل میں صلیبی بغض اور دولت کی حرص لیے عرب، افریقہ اور ہند پر حملہ آور ہوئے وہیں صلیبی روس بھی اسلام دشمنی کا اظہار کرتے ہوئے میدان میں اتر آیا۔

۱۸۵۹ء میں مغربی ترکستان پر روس کے حملوں کا آغاز ہوا۔ اس وقت مغربی ترکستان چار ریاستوں (قازق، فرغانہ، خیوا اور بخارا) میں بٹ چکا تھا جن میں باہمی کشمکش جاری تھی، قوم پرستانہ تصورات اور قبائلی جھگڑے عام ہو چکے تھے اور حکام فریضۂ اعداد کے حوالے سے عدم توجہی کا شکار تھے۔ زبوں حالی کے اس دور میں بھی مغربی ترکستان کے شہروں کی حالت یہ تھی کہ صرف بخارا میں ۳۶۰ مساجد قائم تھیں۔ تجارت کی غرض سے آنے والے غیر مسلمین شہر کے اندر گھوڑے یا گدھے پر سوار نہیں ہو سکتے تھے۔ انہیں صرف خاص طرز کا لباس پہننے کی اجازت تھی جس سے ان کی بحیثیت کافر پہچان ہو سکے۔ الیگزینڈر کی فوجیں یکے بعد دیگرے تاشقند، سمرقند، بخارا، خوارزم فتح کرتی گئیں۔ ۱۹۰۰ء تک مغربی ترکستان مکمل طور پر روسی عیسائیت کے قبضے میں آ گیا۔

مسلمانوں نے اس صلیبی حملے کے خلاف بند باندھنے کی کوشش کی، خوقند میں روسیوں کو شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا لیکن آپس میں اتحاد کے مفقود ہونے کی وجہ سے یہ کوششیں ناکام رہیں۔ ان دنوں خلافتِ عثمانیہ بھی ضعف کا شکار ہو چکی تھی لہٰذا اس طرف سے بھی مسلمانوں کو مدد نہ مل سکی۔ زار روس نے اقتدار میں آتے ہی عیسائیت کے فروغ کی مہم شروع کر دی مسلمانوں کے مساجد و مدارس تک روسی تحویل میں چلے گئے۔ چودہ ہزار کے قریب مساجد بند کر دی گئیں۔ حق گو علما اور دین سے محبت رکھنے والے لوگوں کو بالمیک (بنیاد پرست) کا خطاب دیا گیا جو کسی بھی شخص کے قتل کے لیے کافی تھا۔ ایک لاکھ کے قریب مسلمان عیسائی بنا دیئے گئے۔ اسلامی نظامِ تعلیم کی جگہ عیسائیت کی تعلیمات پر مبنی نصاب، عربی رسم الخط کی جگہ پہلے لاطینی اور پھر روسی رسم الخط نافذ کیا گیا۔ بعض علاقے کے لوگوں نے اس صلیبی تسلط کے خلاف جہاد جاری رکھا۔ ۱۸۹۸ء میں وادئ فرغانہ اور اندیجان میں محمد علی نقشبندیؒ کی زیرِ قیادت مجاہدین نے روس کے خلاف بغاوت کا آغاز کیا۔ اندیجان میں دو ہزار مجاہدین نے روسی کیمپ پر حملہ کر دیا اسی حملے کے دوران محمد علی نقشبندیؒ شہید ہو گئے۔ فتنے کے اس دور میں علمائے سوء بھی سامنے آئے۔ جنہوں نے صلیبیوں سے ذاتی مفادات کے بدلے امّت کا سودا کیا۔ ان افراد نے مسلمانوں کے دل میں موجود صلیب دشمنی کو دھونے اور روسی تسلط کو طول دینے کے لیے فتاویٰ جاری کیے۔ مرزا غلام احمد قادیانی، سر آغا خان، سرسیّد جیسے کردار محمد یونس خواجہ تائب، عشق خان تورا اور ملا موسیٰ کی صورت میں برآمد ہوئے۔

یونس خواجہ تائب (روسی حکومت کے تحت قاضی) نے روسی حمایت میں ایک کتاب ''تحفۂ تائب'' لکھی جس میں روسی تسلط کے خلاف صف آرا مجاہدین کو عاقبت نااندیش اور جاہل تک کہا گیا۔ اس نے لکھا ''روسی قبضہ کے بعد روسی (عیسائی) اور مسلمان آپس میں مل

چکے ہیں اور ایک دوسرے کی قوت میں اضافہ کر رہے ہیں''۔عشق خان تورانے روسی نظامِ تعلیم کی ضرورت پر زور دیا اور اسے جدید دور کا تقاضا ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا ڈالا۔

۱۹۱۷ء میں لینن نے روس میں کارل مارکس کے نظریہ کمیونزم کا پرچار شروع کر دیا۔تخت اور کلیسا کی دوہری غلامی میں جکڑی روسی قوم نے مزدوروں کے حقوق اور معاشی مساوات جیسے پر فریب نعروں سے متاثر ہو کر لینن کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔حالانکہ ان نعروں کی حقیقت شخصی آزادی سے محرومی، دینی اقدار سے لاتعلقی، ذاتی املاک سے دستبرداری اور معاشی و معاشرتی معاملات میں کلیتاً حکمرانوں کی غلامی کے سوا کچھ نہ تھی۔اس سرخ انقلاب نے زار روس کا خاتمہ کر دیا اور روس ایک کمیونسٹ ریاست میں بدل گیا۔صلیبی اقتدار کے خاتمے کے ساتھ ہی مسلمانوں نے سمرقند، خوقند اور بخارا میں آزاد ریاستیں قائم کر لیں۔کمیونسٹوں نے دین بیزار نظریات کے فروغ کے لیے ہر ممکن ذریعہ استعمال کیا۔مغربی ترکستان کے بعض مسلمان بھی کمیونزم کے حامی بن گئے۔وحی کے نور سے محروم، عقلِ ناقص کے اسیر یہ لوگ اپنے مسائل کا حل کمیونزم میں سمجھ بیٹھے تھے۔بالکل ایسے ہی جیسے کمیونزم کے عروج کے زمانہ میں پاکستان میں بہت سی زبانیں اس کے گن گاتے نظر آتی تھیں، اخباروں میں کالم لکھے جانے لگے اور کمیونسٹ نظریات کی حامل جماعتیں وجود میں آ گئیں۔یہ الگ بات ہے کہ آج یہی زبانیں اور قلم جمہوریت کی مدح سرائی میں مشغول ہیں اور سرخ ٹوپیاں پہننے والے جمہوریت کے امام امریکہ کی کامل اطاعت کر رہے ہیں۔

کمیونسٹ نظریات کے حامل مغربی ترکستان میں رہنے والے ان طفیلیوں نے روسیوں کو ایک بار پھر مسلمانوں کی اس سرزمین پر چڑھائی کی دعوت دی۔خطے کے مسلمانوں نے اپنے دین و عقیدہ کے دفاع کی خاطر دس سال جہاد جاری رکھا۔موجودہ ازبکستان، کرغزستان اور تاجکستان کی مشترکہ سرحد پر واقع وادیٔ فرغانہ اس مزاحمت کا گڑھ تھی۔مغربی ترکستان کے ہمسایہ ممالک ترکی، افغانستان اور ایران میں اس وقت مصطفیٰ کمال، امان اللہ اور رضا شاہ جیسے خائن و لادین افراد حکمران تھے جن کی طرف سے مدد کی امید کرنا عبث تھا۔ بلکہ یہ لوگ تو اسلام کے خلاف کفار کی مدد کرنے والے تھے۔روسی کمیونسٹوں نے مغربی ترکستان پر اقتدار پاتے ہی بے انتہا مظالم کا سلسلہ شروع کر دیا۔ہزاروں کی تعداد میں علمائے کرام شہید کر دیئے گئے۔اسلامی قانون کالعدم قرار پایا، مساجد و مدارس پر پابندی عائد کر دی گئی، شخصی زندگی میں بھی اسلام پر چلنے والے کی سزا موت قرار پائی۔

کمیونسٹوں کی دین دشمنی اس حد تک تھی کہ انہوں نے نمنگان کی جامع مسجد کو شراب کی فیکٹری میں بدل دیا، قرآن مجید کی تعلیم و تلاوت پر سخت پابندی لگا دی اور اسلامی تشخص کو ختم کرنے کے لیے نام تک روسی زبان میں بدل دیے، جیسے کریم سے کریموف اور خان سے خانوف۔فتنہ کے اس دور میں علمانے مغربی ترکستان کو دارالہجرت قرار دے دیا۔بہت سے لوگ اپنے دین و جان کو بچانے کے لیے مشرقی ترکستان، افغانستان اور ترکی ہجرت کر گئے۔باقی لوگ کمیونسٹوں کی تعذیب برداشت کرتے رہے لیکن انہوں نے دینی تشخص کی حفاظت اس طرح کی کہ گھروں میں چھپ کر نماز ادا کرتے، خفیہ حجروں میں بچوں کو قرآن مجید کی تعلیم دی جاتی اگرچہ کمیونسٹوں نے قرآن مجید کے نسخے شہید کر دیے تھے لیکن یہ نور سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا رہا۔

جنگِ عظیم دوم کے دوران روس نے مسلمانوں کے ساتھ کچھ نرمی برتی اور ریاستی نگرانی میں بعض دینی امور میں چھوٹ دی گئی لیکن جنگ کے خاتمے کے ساتھ ہی قتل و تعذیب کا نیا دور شروع ہو گیا۔روس نے اس خطہ میں کپاس کی کاشت کو فروغ دیا جس سے روسی کپڑے کی صنعت کا پہیہ چلتا تھا لیکن یہاں کے لوگوں کو خوراک یعنی گندم، مکئی وغیرہ کی کاشت کی اجازت نہ تھی۔اس طرح یہ لوگ خوراک کے معاملہ میں روسیوں کے محتاج رہے۔یہاں کی معدنیات سے فائدہ اٹھانے کے لیے مغربی ترکستان میں بھاری صنعت قائم کی گئی۔جن میں یورینیم افزودگی کے پلانٹ، سٹیل ملیں، اسلحہ سازی کے کارخانے بھی شامل تھے۔

افغانستان میں روسی کمیونزم کی یلغار کے خلاف لڑا جانے والا جہاد مغربی ترکستان کے مسلمانوں کے لیے بھی بڑا بابرکت ثابت ہوا۔مجاہدین کے ہاتھوں روسی ہزیمت کے نتیجہ میں ایک طرف ترکستانی مسلمانوں کو روس کے براہِ راست تسلط سے آزادی حاصل ہو گئی اور دوسری طرف شریعت اسلامی کے تحت زندہ رہنے کا جذبہ پھر سے بیدار ہو گیا۔زخم خوردہ روس نے معاشی و عسکری کمزوری کے باعث مغربی ترکستان کو پانچ اشتراکی جمہوریہ (ازبکستان، تاجکستان، قازقستان، کرغیزستان اور ترکمانستان) میں تقسیم کر دیا۔ان ریاستوں کی آزادی نو آبادیاتی دور کی تقسیم سے قطعاً مختلف نہ تھی۔روس نے کرسیٔ اقتدار پر محض اسلامی نام کے حامل کمیونسٹ افراد کو بٹھایا، فوج کے اعلیٰ عہدوں پر روسی ہی فائز رہے، کم و بیش روسی قانون ہی برقرار رکھا گیا۔سرحدات اور اہم دفاعی مقامات پر روسی افواج باقاعدہ طور پر تعینات رہیں، اس خطے کی اہم دفاعی صنعتوں اور جوہری مراکز پر بھی روس ہی کا قبضہ برقرار رہا۔اور مسلمانوں کی کثرتِ تعداد کے باوجود دینی معاملات میں سختی قائم رہی۔اتنا فرق ضرور پڑا کہ روسی ہزیمت اور امریکی سربراہی میں یک قطبی دنیا کے اعلان کے بعد خطے میں امریکی اثر و رسوخ کافی حد تک بڑھ گیا۔امریکی نگرانی میں چلنے والی روسی تنظیم'' آزاد ریاستوں کی دولتِ مشترکہ (CIS)'' امریکہ اور روس کی دوہری غلامی اور یک قطبی منصوبے کا بیّن ثبوت ہے۔

دوسری طرف روس کے خلاف جہاد میں حصّہ لینے والے ترکستانی مجاہدین جو اپنے دین کو بچانے کی خاطر افغانستان ہجرت کر چکے تھے واپس پلٹے اور خطے میں دینی تحریکوں کی بنیاد رکھی۔علما نے لوگوں میں دینی حمیت بیدار کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔۱۹۹۱ء سے ۱۹۹۷ء تک خطے میں مدارس کی تعداد ۸۰ سے بڑھ کر ۵۰۰۰ ہو گئی۔نفاذِ شریعت کا مطالبہ زور پکڑتا گیا۔بالخصوص ازبکستان اور تاجکستان میں جہادی تحریکیں قائم ہوئیں۔ازبکستان میں وادیٔ فرغانہ پھر سے اسلام کا گڑھ بن گئی۔تاجکستان میں لوگوں نے باقاعدہ عسکری کارروائیوں کا آغاز کر دیا۔ستمبر ۱۹۹۲ء میں تاجکستان کے پہلے صدر، کمیونسٹ رحمان نبیوف کے قافلے پر دوشنبہ ائیر پورٹ کے نزدیک حملہ کیا گیا جس میں وہ بچ گیا لیکن حکومت اور مسلمانوں کے درمیان کھلی جنگ چھڑ گئی۔حکومت نے نفاذِ شریعت کی آواز کو دبانے کے لیے ہر ممکن ذریعہ استعمال کیا۔صرف ۱۹۹۲ء میں پچاس ہزار افراد قتل کیے گئے۔اردگرد کے مسلمان علاقوں بالخصوص ازبکستان اور افغانستان سے مجاہدین مسلمانوں کی نصرت کے لیے تاجکستان پہنچنے لگے۔افغانستان میں روس کے خلاف برسرِ پیکار عرب مجاہدین نے بھی تاجکستان کا رخ کیا۔

چیچنیا میں روسی فوج کی ناک خاک آلود کرنے والے بطلِ عظیم سیف الاسلام خطاب شہیدؒ بھی انہی میں شامل تھے۔ان مجاہدین نے سفر کی صعوبتوں اور موسم کی شدّت کے باوجود تاجکستان کے مسلمانوں کی بھرپور مدد کی اور ان کی عسکری تربیت کا اہتمام کیا۔تاجکستان کی لادین حکومت کے دفاع میں روس نے بھی اپنی عسکری مدد فراہم کی لیکن مجاہدین ثابت قدم رہے یہاں تک کہ افغانستان میں احمد شاہ مسعود اور ربانی کی خیانت کے بعد تاجکستان کی اسلامی سیاسی جماعت (JRPT) نے مجاہدین کو دھوکہ دے ڈالا۔۱۹۹۷ء میں اس پارٹی نے حکومت کے ساتھ ایک قومی مفاہمتی آرڈیننس پر دستخط کیے۔اس معاہدے کی رو سے حکومت نے پارٹی کے ارکان کو حکومتی عہدوں، اراضی اور قرضوں کی پیشکش کی لیکن دین سے خیانت کرنے والے یہ افراد اس متاعِ قلیل سے بھی محروم رہے۔حالات کے سنبھلتے ہی حکومت نے بیشتر افراد کو ملک بدر کر دیا اور باقی کی کڑی نگرانی برقرار رکھی۔دوسری طرف ازبک حکومت نے بھی اس دینی بیداری کو روکنے کی پوری کوشش کی۔۹۰۰ کے قریب مساجد بند کر دی گئیں۔۱۹۹۵ء میں حکومت نے اندیجان میں ایک پرامن مظاہرے پر فائرنگ کر کے سینکڑوں افراد کو شہید کر دیا۔وادئ فرغانہ میں بڑے پیمانے پر آپریشن کیا گیا۔دینی جماعتوں حتیٰ کہ تبلیغی جماعت پر بھی پابندی لگا دی گئی۔

تاجکستان سے واپس لوٹنے والے مجاہدین؛ جن میں جمعہ بھائی نمنگانی رحمہ اللہ بھی شامل تھے؛ نے وادئ فرغانہ میں حرکۃ الاسلامیہ ازبکستان کی بنیاد رکھی۔اس تحریک کا مقصد خطے میں امارتِ اسلامیہ کا قیام اور قرآنی دستور کا نفاذ ہے۔اس تحریک میں ازبکستان، تاجکستان اور کرغزستان کے مجاہدین بڑی تعداد میں شامل ہوئے۔یہ وہ وقت تھا جب افغانستان میں امیر المومنین ملا محمد عمر حفظہ اللہ کی قیادت میں امارتِ اسلامیہ قائم ہو چکی تھی۔امارتِ اسلامیہ نے دنیا بھر کے دینی حمیت کے حامل افراد کے لیے اپنے دروازے کھول دیے اور اس سرزمین پر اپنی عسکری تیاری کرنے کی کھلی اجازت دی۔لہٰذا حرکۃ الاسلامیہ ازبکستان کے افراد بھی افغانستان پہنچ گئے۔حرکۃ الاسلامیہ کے ذمہ داران نے امیر المومنین کے ہاتھ پر بیعت کی اور یوں یہ ترکستانی مجاہد تحریک طالبان کا دست و بازو بن گئے۔یہیں سے حرکت نے مغربی ترکستان کے اندر بھی سرگرمیاں جاری رکھیں۔فروری ۱۹۹۹ء میں تاشقند میں اہم سرکاری عمارتوں پر چار بم دھماکے ہوئے۔امارت اسلامیہ پر ہونے والی عالمی صلیبی یلغار کے دوران حرکۃ الاسلامیہ کے مجاہدین، طالبان اور دیگر مہاجر مجاہدین کے شانہ بشانہ لڑے۔شاہی کوٹ کا مشہور معرکہ جس میں بیسیوں امریکی فوجی قتل و گرفتار ہوئے۔اس میں بھی حرکۃ الاسلامیہ سے وابستہ مجاہدین شامل تھے۔امارت اسلامیہ کے سقوط کے بعد حرکت کا مرکز پاکستان کے قبائل میں منتقل ہو گیا۔انہی ترکستانی مجاہدین نے مسلمانوں کے خلاف امریکی اتحادی ناپاک فوج کی چیرہ دستیوں کے خلاف اولاً ہتھیار اٹھائے۔وانا کی سڑکیں خائن فوج کی تباہ حالی کی گواہ بن گئیں۔الحمدللہ مہاجرین کی قربانیوں اور مسلمانانِ قبائل کی نصرت کے عوض جہاد کا پرچم بلند تر ہوتا جا رہا ہے۔

امیر حرکتِ اسلامی ازبکستان نے موجودہ جہادی منظر کی تصویر کشی ان الفاظ میں کی،''خلافت اسلامیہ کی ہوائیں چلنا شروع ہو گئی ہیں۔آیئے امت مسلمہ کو ایک لڑی میں پرونے کی کوشش کریں۔اولاً ہم افغانستان میں وارد ہوئے اور آج پاکستان آ پہنچے ہیں الحمدللہ انصار و مہاجرین بلندیاں طے کر رہے ہیں۔اسلامی معرکوں کی حدود سوات کی جانب سے چترال اور کشمیر، افغانستان کی طرف سے تاجکستان اور کرغزستان تک جا پہنچی ہے۔ان شاء اللہ عنقریب فتوحات کا آغاز ہوگا لہٰذا ہمیں ہرگز پیچھے نہیں ہٹنا۔آپ خود کو ان معرکوں کے لیے تیار کریں۔ان شاء اللہ خلافت اسلامیہ قائم ہو کر رہے گی اور امت کی عظمتِ رفتہ بحال ہو گی۔''افغانستان کے شمالی علاقوں مثلاً قندوز اور بغلان میں بھی ترکستانی مجاہدین کی بڑی تعداد طالبان کے شانہ بشانہ عالمی کفری اتحاد کے خلاف برسرِ پیکار ہے۔

روس کے زوال اور یک قطبی دنیا کے اعلان کے ساتھ ہی امریکہ اور یورپی ممالک نے مغربی ترکستان پر اپنا اثر و رسوخ بڑھانا شروع کر دیا۔اس کا واضح ثبوت ترکستانی ممالک کو امریکہ کی جانب سے ملنے والی عسکری و معاشی امداد، ملٹی نیشنل کمپنیوں کی تیل و گیس کے شعبے میں سرمایہ کاری، بحیرۂ قزوین سے بحیرۂ عرب تک گیس پائپ لائن بچھانے کا امریکی منصوبہ، ان ممالک کی نیٹو اجلاسوں میں شرکت، ترکستانی حکومتوں کی طرف سے جمہوریت، حقوقِ نسواں، مذہبی رواداری کے مغربی نعرے اور اسلام کے خلاف عالمی صلیبی جنگ میں امریکہ اور نیٹو سے بھرپور تعاون ہے۔۲۰۰۱ء میں امارت اسلامیہ پر صلیبی جارحیت کے بعد تو یہ تعلّق آقا اور غلام کے رشتے جیسا ہو گیا۔صلیبی افواج کی ۳۰ فیصد زمینی رسد اور ایندھن کی زیادہ تر ترسیل ازبکستان، کرغزستان اور تاجکستان کے رستوں سے ہو رہی ہے۔پاکستان میں نیٹو سپلائی پر حالیہ حملوں کی وجہ سے امریکہ ان راستوں کا استعمال بڑھا رہا ہے۔ان ریاستوں کے کئی فوجی اڈے امریکہ اور نیٹو کے زیرِ استعمال ہیں۔ان میں کرغزستان کا مناس ائیر بیس اور ازبکستان کا K2 ائیر بیس امریکیوں کے زیرِ استعمال ہیں جبکہ تاجکستان میں فرانسیسی اور ترمذ (ازبکستان) میں جرمن ائیر بیس کام کر رہا ہے۔اس کے علاوہ علاقے میں بڑھتی ہوئی اسلامی حمیت کے آگے بند باندھنے کے لیے بھی صلیبی حکومتیں مقامی لادین حکمرانوں کے ساتھ بھرپور تعاون کر رہی ہیں۔

افغانستان میں صلیبی حملے کے خلاف قتال اور عالمی تحریک جہاد نے مغربی ترکستان پر کافی اثرات مرتب کیے ہیں۔صلیبیوں اور ان کے مقامی دم چھلّوں کی اسلام دشمنی کو دیکھتے ہوئے لوگوں کی رائے میں کافی تبدیلی واقع ہوئی۔شرعی پردہ میں اضافہ دیکھنے کو مل رہا ہے۔نوجوان اسلامی شعائر کو اپنا رہے ہیں۔امسال تاجکستان میں ۱۰۰ سے زائد نئی مساجد تعمیر ہوئیں۔اگرچہ حکومت نے لوگوں میں خوف کی فضا قائم کر رکھی ہے۔لیکن حجروں میں دعوتِ دین اور تحریضِ جہاد کا عمل جاری ہے۔افغانستان اور قبائل میں ترکستانی مجاہدین کی آمد کا سلسلہ جاری ہے اور گذشتہ چند سالوں سے اس میں اضافہ دیکھنے کو ملا ہے۔روسی کمیونزم کے بعد اب امریکی جمہوریت کے ہاتھوں عرصۂ حیات تنگ ہونے کی وجہ سے ان لوگوں کا یقین مزید راسخ ہو گیا ہے کہ دنیا و آخرت کی حقیقی فلاح صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ دینِ اسلام ہی میں ہے۔لہٰذا مقامی سطح پر بھی مجاہدین منظّم ہو رہے ہیں۔اس سال ۳ ستمبر کو تاجکستان میں مجاہدین نے تاجک فوج کے ایک قافلے پر حملہ کر کے ۲۳ فوجیوں کو ہلاک اور متعدد کو گرفتار کر لیا۔۱۹ ستمبر کو ایک اور کارروائی میں ۲۸ فوجی ہلاک ہوئے، ۷،۱۶ اکتوبر کو مجاہدین نے ۳۴ فوجیوں کو ہلاک کر ڈالا اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ان شاء اللہ شجاعت و بہادری کی مثال؛ ترکستانی مجاہدین پورے خطے میں دین کی تنفیذ اور عالمی کفری اتحاد کے خلاف اسلام کے ہراول دستے کا کردار ادا کریں گے۔

☆☆☆☆☆

خراسان کے گرم محاذوں سے

ترتیب وتدوین: عمر فاروق

افغانستان میں محض اللہ کی نصرت کے سہارے مجاہدین صلیبی کفار کو عبرت ناک شکست سے دوچار کر رہے ہیں۔ کفار کے اس نقصان پر ان کے بعض بھی خواہ اس کو اعداد و شمار کا کھیل قرار دیتے ہیں لیکن اب اُن کے اپنے ذرائع ابلاغ اس کا اعتراف کر رہے ہیں۔ امریکی اخبار 'USA Today' کی اس سال ۲۰۱۰ء میں صرف ہلکے ہتھیاروں سے کیے جانے والے اٹھارہ ہزار حملوں کی خبر اُن کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہے۔ اس ماہ ہونے والی اہم اور بڑی کارروائیوں کی تفصیل اور آخر میں صلیبیوں اور اُن کے حواریوں کے جانی و مالی نقصانات کے میزان کا خاکہ پیش خدمت ہے، یہ تمام اعداد و شمار امارت اسلامیہ ہی کے پیش کردہ ہیں جبکہ تمام کارروائیوں کی مفصل روداد امارت اسلامیہ افغانستان کی ویب سائٹ http://www.shahamat.info/urdu پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

16 نومبر

☆ صوبہ بدخشاں کے صدر مقام فیض آباد شہر میں واقع بدخشاں ائیر پورٹ پر تین میزائل داغے گئے، جہاں کثیر تعداد میں جرمن فوجی تعینات تھے۔ دو گاڑیاں اور 10 جرمن فوجی مارے گئے۔

18 نومبر

☆ صوبہ ہلمند، ضلع گریشک میں امارتِ اسلامیہ کے ایک جانباز مجاہد نے بدھ کے روز امریکی پیدل دستوں کو گن کا نشانہ بنایا۔ غاصبوں پر پے در پے گولیاں برسائی گئیں، جس سے 10 فوجی ہلاک ہوئے۔

19 نومبر

☆ صوبہ ہلمند سے آمدہ اطلاعات کے مطابق ضلع سنگین میں 14 امریکی ہلاک و زخمی ہوئے۔ ساروان علاقے میں امریکی مرکز پر حملے کے نتیجے میں 3 قابض ہلاک اور 3 زخمی ہوئے۔ اسی روز ضلعی بازار میں دھماکہ ہوا، جس سے گاڑی تباہ اور مزید 4 فوجی مارے اور اتنے ہی زخمی ہوئے۔

☆ جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب صوبہ ہلمند، ضلع ناوہ میں امریکی فوجی' مجاہدینِ امارتِ اسلامیہ کے خلاف سرچ آپریشن کے لیے جارہے تھے۔ بعد ازاں مجاہدین کے ساتھ گھمسان کی لڑائی میں ایک امریکی چینوک ہیلی کاپٹر کو اینٹی ائیر کرافٹ کا نشانہ بنا کر مار گرایا گیا، جس سے اس پر سوار تمام فوجی اور عملے کے ارکان ہلاک ہوگئے۔ جن کی لاشیں صبح تک موقع پر بکھری پڑی تھیں۔ بعد ازاں مریکی طیاروں نے شدید بمباری کی، جس سے مزید 4 امریکی ہلاک جبکہ 4 کو گرفتار کرلیا گیا۔

20 نومبر

☆ صوبہ لغمان کے صدر مقام مہترلام شہر میں دو شدید دھماکوں میں 5 انٹیلی جنس اہلکار اور 9 فوجی مارے گئے۔ فوجی گاڑی ضلع علی شنگ کو ملانے والی سڑک کے قریب ایک بارودی سرنگ سے ٹکرا گئی۔ جس سے اس میں سوار 9 اہلکار مارے گئے۔

21 نومبر

☆ صوبہ ہرات کے ضلع پشتون زرغون میں کٹھ پتلی ادارے کی 25 گاڑیاں علی الصبح مجاہدین کے خلاف سرچ آپریشن کی غرض سے آئیں تو مجاہدین نے ان پر حملہ کر دیا۔ جس میں کمانڈر سمیت 10 فوجی مارے گئے اور درجنوں زخمی ہوئے۔ لڑائی میں ایک فوجی گاڑی تباہ ہوئی۔

22 نومبر

☆ پیدل امریکی فوجیوں پر امارتِ اسلامیہ کے مجاہدین نے صوبہ قندھار میں پے در پے دھماکے کیے۔ جس کے نتیجے میں 18 قابض فوجی ہلاک و زخمی ہوئے۔

29 نومبر

☆ مجاہدینِ امارتِ اسلامیہ نے صوبہ میدان وردک ضلع نرخ میں اینٹی ائیر کرافٹ کے ذریعے بدھ کے روز ایک ہیلی کاپٹر مار گرایا۔ جس سے اس پر سوار تمام فوجی ہلاک ہوگئے۔

25 نومبر

☆ موصولہ اطلاعات کے مطابق جمعرات کے روز صبح کے وقت صوبہ زابل کے ضلع دائچو پان کے مرکز کے قریب وزے کے علاقے میں حملہ کر کے 9 صلیبی و افغان فوجی مار دیے گئے۔

☆ صوبہ قندھار، ضلع ژڑئی میں دو پے در پے دھماکوں کے نتیجے میں 13 صلیبی اور کٹھ پتلی فوجی ہلاک و زخمی ہوئے۔ نلغام علاقے میں واقع عظیم قلعہ گاؤں کے قریب یہ فوجی ایسے وقت میں بارودی سرنگوں کا نشانہ بنے کہ جب دوپہر کے وقت یہ انہیں کونا کارہ بنانے کی کوشش کر رہے تھے۔

☆ امارتِ اسلامیہ کے مجاہدین نے صوبہ فاریاب میں پولیس کے 17 اہلکاروں کو ان کے 3 کمانڈروں (کمانڈر خالمراد، کمانڈر رحیم، کمانڈر اسلم) سمیت موت کے گھاٹ اُتار دیا۔

☆ صوبہ ہلمند سے موصولہ اطلاعات کے مطابق ضلع سنگین کے ساروان قلعہ میں امارتِ اسلامیہ کے مجاہدین اور امریکی فوجیوں کے درمیان جھڑپوں کا سلسلہ جاری رہا، جس سے مجموعی طور پر 20 امریکی فوجی ہلاک و زخمی ہوئے۔ حملے پیدل دستوں پر پے در پے دھماکوں کی صورت میں کیے گئے۔

26 نومبر

☆ صوبہ خوست ضلع شیخ عمیر کے غازی آباد علاقے میں ایک پرانی فوجی چوکی میں امارتِ اسلامیہ کے مجاہدین نے بارودی سرنگیں نصب کر رکھی تھیں۔ صلیبی فوجی وہاں پہنچے تو شدید دھماکے ہوئے۔ جس سے 7 امریکی فوجی موقع پر ہلاک جبکہ 4 زخمی ہوگئے۔ اسی روز ضلع درگئی میں خونی خوڑ کے علاقے میں امریکی ٹینک دھماکے سے ٹینک تباہ ہوگیا اور اس پر سوار 3 فوجی مارے گئے۔

☆ امارتِ اسلامیہ کے مجاہدین نے صوبہ ننگرہار کے صدر مقام جلال آباد شہر میں فوجی چھاؤنی میں واقع امریکی گیسٹ ہاؤس پر حملہ کیا۔ اس لڑائی میں 2 امریکی خواتین فوجیوں سمیت 11 صلیبی افواج کے سپاہی ہلاک جبکہ 6 زخمی ہوئے۔

27 نومبر

☆ امریکی فوجیوں نے صوبہ ننگرہار، ضلع شیر زاد کے مرکی خیل علاقے میں چھاپے مارے۔ مجاہدین کی جانب سے شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ جس کے نتیجے میں 27 صلیبی فوجی مارے گئے۔

☆ صوبہ پکتیکا کے دارالحکومت شرنہ شہر میں پولیس ٹریننگ سنٹر پر مقامی وقت کے مطابق دو فدائی حملے کیے گئے۔ جس سے 55 دشمن ہلاک ہوئے۔ پہلا فدائی حملہ شہید ادریس تقبلہ اللہ نے کیا۔ پہلے فدائی مجاہد نے بارودی جیکٹ کے ذریعے حملہ کیا۔ جس سے 6 غیر ملکی ٹرینرز اور 28 پولیس اہلکار، جو تربیت میں مشغول تھے، مارے گئے اور درجنوں زخمی ہوئے۔ دشمن اپنی لاشیں اُٹھانے کے لیے جمع ہوا کہ شہید سلمان تقبلہ اللہ نے، جو پولیس وردی پہنے ہوئے تھے، دوسرا حملہ کر دیا۔ جس سے ایک اعلیٰ افسر سمیت 21 پولیس اہلکار ہلاک اور 57 زخمی ہوئے۔

28 نومبر

☆ مجاہدینِ امارتِ اسلامیہ نے صوبہ ہرات، ضلع رباط سنگی میں بہترین حکمتِ عملی کا مظاہرہ کرتے ہوئے 25 ملکی و غیر ملکی فوجیوں کو ہلاک و زخمی کیا۔ مذکورہ ضلع کے توغی علاقے میں تور غنڈی سرحدی شہر کو ملانے والی سڑک پر مجاہدین نے نہایت مہارت سے بارودی سرنگیں بچھا رکھی تھیں۔ دشمن جیسے ہی ان بارودی سرنگوں کو ناکارہ بنانے کے لیے آیا تو یکدم شدید دھماکے ہوئے اور 25 صلیبی و کٹھ پتلی فوجی ہلاک و زخمی ہو گئے۔

☆ صوبہ قندھار، ضلع میوند کے بند تیمور کے علاقے میں امریکی و افغان فوجیں مجاہدین کے خلاف آپریشن کے سلسلے میں آ رہی تھیں کہ مجاہدین نے اِن پر حملہ کر دیا۔ بعد ازاں یہ لڑائی تمام دن جاری رہی جس سے 13 فوجی ہلاک جبکہ متعدد زخمی ہوئے۔ معرکے میں دشمن کی 3 گاڑیاں بھی تباہ ہوئیں۔

29 نومبر

☆ صوبہ ہلمند، ضلع مارجہ سے آمدہ اطلاعات کے مطابق بارودی سرنگوں کے دھماکوں میں 11 صلیبی سپاہی ہلاک و زخمی ہوئے۔ پہلا دھماکہ رات دس بجے بلاک 7 کے مقام پر ہوا، جس سے 2 قابض ہلاک اور 3 زخمی ہوئے۔ گشتی پارٹی پر ہونے والے دوسرے حملے میں 3 فوجی ہلاک جبکہ 3 ہی زخمی ہوئے۔

یکم دسمبر

☆ امریکی افواج کو صوبہ خوست میں چھاپوں کے دوران امارتِ اسلامیہ کے مجاہدین کی طرف سے شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ ضلع یعقوبی کے علاقے میں ایک مکان کو مجاہدین نے اسی غرض سے کرایہ پر لے رکھا تھا کہ صلیبی فوج کے چھاپوں کو ناکام بنائیں۔ اسی سلسلے میں رات کو جب امریکیوں نے اس مکان پر چھاپہ مارا تو انھیں شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ جس سے 11 قابض فوج کے سپاہی مارے گئے جبکہ 6 زخمی ہوئے۔

3 دسمبر

☆ صوبہ قندھار، ضلع ژڑئی کے سنگسار علاقے میں امریکی فوجوں پر تابڑ توڑ حملے کیے گئے۔ دوپہر کے وقت ضلعی مرکز کے قریب امریکی فوجی مرکز پر اور سرچ آپریشن کے دوران قابض فوجوں پر بھاری ہتھیاروں سے ہونے والے حملوں میں درجنوں امریکی ہلاک و زخمی ہوئے۔

4 دسمبر

☆ جارح فوجی صوبہ قندوز کے صوبائی دارالحکومت قندوز شہر کے علاقے باجا قلندر میں فوجی چوکی تعمیر کر رہے تھے کہ پے در پے دھماکے ہوئے۔ پہلا دھماکہ سروے کرنے والے چھ فوجیوں پر ہوا۔ جس سے موقع پر موجود تمام فوجی ہلاک ہو گئے۔ جبکہ دوسرا دھماکہ اُس وقت ہوا کہ جب مزید 12 فوجی جائے واردات کی جانب جا رہے تھے۔ سڑک کے کنارے نصب کردہ بم پھٹنے کی وجہ سے مزید 7 قابض فوجی ہلاک جبکہ 5 زخمی ہو گئے۔

5 دسمبر

☆ امارتِ اسلامیہ کے سینکڑوں مجاہدین نے صوبہ ہلمند کے ضلع مرجہ کے آس پاس 70 امریکی فوجی مراکز پر شدید حملے کیے۔ مجاہدین نے مذکورہ ضلع کے قاری صدئی، تریخ ناور، عباد اللہ قلف، کرو چاراہی، سیفن، وردک بلاک، اچکزئی بلاک، بارکزئی بلاک، حاجی جاندار بلاک، مٹوخان چاراہی، لویہ چاراہی، سیتانی دشت اور دیگر مقامات پر ایک ہی وقت میں حملے کیے، جن میں ہلکے اور بھاری ہتھیاروں کا بھرپور استعمال کیا گیا۔ ان حملوں سے دشمن کے مراکز کو شدید نقصان پہنچا اور وہاں تعینات فوجیوں کو جانی نقصانات کا سامنا بھی کرنا پڑا۔

☆ صوبہ پکتیکا کے دارالحکومت گردیز شہر میں امارتِ اسلامیہ کے فدائی مجاہد شہید گل رسول تقبلہ اللہ کے حملے میں 19 ملکی و غیر ملکی فوجی ہلاک جبکہ 13 زخمی ہوئے۔ فوجی چھاؤنی نمبر 203 میں ملکی و غیر ملکی فوجی اتوار بازار میں خرید و فروخت میں مصروف تھے۔ فدائی گل محمد ایک ہفتہ قبل استشہادی حملے کی غرض سے نام نہاد افغان نیشنل آرمی میں بھرتے ہوئے تھے اور اتوار کے روز دشمن پر ٹوٹ پڑے اور دشمن کو جانی نقصان کے علاوہ بھاری مالی نقصانات کا سامنا کرنا پڑا۔

☆ امریکی فوجوں نے کٹھ پتلی فوجیوں اور فضائیہ کی مدد سے ایک بڑے قافلے کی شکل میں صوبہ ہلمند، ضلع نوزاد کے سلام بازار، تنگیان، دیمیان اور سرہ قلعہ کے ملحقہ علاقوں میں مجاہدینِ امارتِ اسلامیہ کے خلاف ایک تفتیشی آپریشن کا آغاز کیا تو مجاہدین نے دشمن کے 13 ٹینک بارودی سرنگوں سے تباہ کر دیے۔ خوفناک دھماکوں سے تقریباً 50 صلیبی سپاہی جن میں اکثریت امریکیوں کی تھی، ہلاک و زخمی ہوئے۔ جنہیں متعدد بار ہیلی کاپٹروں کی مدد سے منتقل کیا گیا۔

8 دسمبر

☆ دشمن کا ہیلی کاپٹر ضلع حصارک سے ننگرہار کے صوبائی دارالحکومت جلال آباد شہر میں واقع

ائیر پورٹ کی جانب جا رہا تھا کہ راستے میں مجاہدین نے اسے اینٹی ائیر کرافٹ گن کا نشانہ بنایا جس سے ہیلی کاپٹر کو آگ لگ گئی۔اور کچھ دیر بعد ہیلی کاپٹر دھماکے سے پھٹ گیا اور اس میں سوار 23 فوجی عملہ سمیت ہلاک ہوئے۔

☆ صوبہ قندھار، ضلع میوند میں افغان طالبِ علم شہید فرید اللہ تقبلہ اللہ نے امریکی فوجیوں پر ایک استشہادی حملہ کیا۔مذکورہ ضلع کے چہلگزی کے علاقے میں مجاہد نے امریکی فوجوں سے انگریزی زبان میں مختلف موضوعات پر بحث شروع کر دی۔صلیبی فوجی مجاہد کے گرد جمع ہونا شروع ہوئے۔جب فوجیوں کا مجمع زیادہ ہوا تو شہید نے اپنی بارودی جیکٹ سے دھماکہ کر دیا۔جس سے 28 فوجی ہلاک وزخمی ہوئے۔

☆ صوبہ زابل، ضلع شملزئی کے قلعہ رشید کے علاقے حاجی جمعہ خان گاؤں کے قریب سرحدی پولیس کے مرکز پر مجاہدین نے حملہ کیا۔جس کے نتیجے میں 4 چوکیوں پر مجاہدین نے قبضہ کر لیا اور وہاں تعینات 60 سرحدی پولیس اہلکاروں کو مار ڈالا۔نیز لڑائی کے دوران مرکز میں موجود 12 فوجی اور سپلائی گاڑی بھی تباہ ہوئی۔رات بھر جاری رہنے والی اس لڑائی میں 2 مجاہد بھی زخمی ہوئے۔

☆ امارتِ اسلامیہ کے مجاہدین نے صوبہ ننگرہار میں اینٹی ائیر کرافٹ کے ذریعے ایک ہیلی کاپٹر مار گرایا۔جس سے اس پر سوار 17 فوجی عملے کے افراد سمیت ہلاک ہو گئے۔ہیلی کاپٹر رات کے وقت نیچی پرواز کر رہا تھا۔

11 دسمبر

☆ قندھار شہر میں صوبائی پولیس ہیڈ کوارٹر میں امارتِ اسلامیہ کے مجاہدین کی کھڑی کی جانے والی گاڑی سے کار بم دھماکہ کیا گیا۔جس سے دشمن کی 15 رینجر گاڑیاں مکمل طور پر تباہ ہوئیں اور 12 پولیس اہلکار ہلاک ہو گئے۔ہلاک شدگان میں دو افسر بھی شامل ہیں۔

☆ صوبہ قندھار، ضلع چہاردرہ میں غاصب غیر ملکی و کٹھ پتلی ادارے کی مشترکہ فوجی چوکی پر فدائی حملہ ہوا۔فدائی مجاہد شہید رحم اللہ تقبلہ اللہ نے بارودی بھری گاڑی چوکی سے ٹکرا دی۔جس سے چوکی مکمل تباہ ہو گئی۔اور وہاں تعینات 19 فوجی ہلاک جبکہ متعدد زخمی ہوئے۔

12 دسمبر

☆ امارتِ اسلامیہ کے فدائی مجاہد نے صوبہ قندھار، ضلع ژڑئی میں 2000 کلوگرام بارود سے بھری گاڑی کو حکمتِ علمی کے تحت امریکی فوجی مرکز میں داخل کر کے شاندار فدائی حملہ کیا۔جس سے 30 قابض فوجی ہلاک جبکہ متعدد زخمی ہوئے۔مرکز مکمل منہدم ہو گیا اور وہاں کھڑی متعدد فوجی و سپلائی گاڑیاں تباہ ہو گئیں۔

☆ صوبہ فاریاب، ضلع خواجہ موسیٰ میں امارتِ اسلامیہ کے مجاہدین اور صلیبی و کٹھ پتلی افواج کے درمیان شدید جھڑپوں کے نتیجے میں 15 قابض فوجی ہلاک ہو گئے۔

13 دسمبر

☆ اتوار اور پیر کی درمیانی شب صوبہ ننگرہار، ضلع خوگیانی میں صلیبی افواج پر شدید حملہ کیا گیا۔مجاہدین کو علاقے میں امریکی فوج کی موجودگی کی اطلاع نوکڑ خیل قبرستان کے علاقے میں پولیس چوکی میں تعینات کانسٹیبل نے دی۔تین گھنٹے تک جاری رہنے والی اس لڑائی میں 15 امریکی فوجی ہلاک وزخمی ہوئے۔

15 دسمبر

☆ ضلع سنگین میں امریکی فوجی سروان قلعہ علاقے کے فیروز گاؤں میں بذریعہ ہیلی کاپٹر اُترے تھے کہ مجاہدین کے حملے کی زد میں آ گئے۔مجاہدین ذرائع کے مطابق لڑائی کے اختتام پر 3 صلیبی فوجی مارے گئے اور 2 شدید زخمی ہوئے۔مزید اطلاعات کے مطابق 2 زبردست بارودی سرنگوں کے دھماکوں میں 6 امریکی فوجی ہلاک وزخمی ہوئے۔

☆☆☆☆☆

16 نومبر 2010ء تا 15 دسمبر 2010ء

فدائی حملے: 7 عملیات میں 8 فدائین نے شہادت پیش کی

مراکز، چیک پوسٹوں پر حملے:	194	ریموٹ کنٹرول، بارودی سرنگ:	152
ٹینک، بکتر بند تباہ:	246	میزائل، راکٹ، مارٹر حملے:	300
کمین:	88	سپلائی لائن پر حملے:	135
آئل ٹینکر، ٹرک تباہ:	60	ہیلی کاپٹر وطیارے تباہ:	7
مرتد افغان فوجی ہلاک:	742	صلیبی فوجی مردار:	1096
		گاڑیاں تباہ:	164

نوائے افغان جہاد کو انٹرنیٹ پر درج ذیل ویب سائٹس پر ملاحظہ کیجیے۔

www.nawaiafghan.blogspot.com

www.jhuf.net www.muwahhideen.tk

www.ribatmedia.tk, www.ansar1.info, www.malhamah.tk

غیرت مند قبائل کی سرزمین سے

عبدالرب ظہیر

قبائل اور مالاکنڈ ڈویژن کے ملحقہ علاقوں میں روزانہ کئی عملیات (کارروائیاں) ہوتی ہیں لیکن اُن کی تفصیلات بوجوہ ادارے تک نہیں پہنچ پاتیں اس لیے میسر اطلاعات ہی شائع کی جاتیں ہیں۔ متعلقہ علاقوں کے ذمہ داران سے بھی گذارش ہے کہ وہ تفصیلی خبریں ادارے تک پہنچا کرامت کو خوش خبریاں پہنچانے میں معاونت فرمائیں (ادارہ)۔

۲۸ نومبر: سوات کے علاقے مٹہ میں آرمی چیک پوسٹ پر مشین گنوں سے گزشتہ رات حملہ کیا۔ سرکاری ذرائع نے ایک فوجی کے ہلاک اور ۳ کے زخمی ہونے کی تصدیق کی۔

۳۰ نومبر: سوات کے علاقے مٹہ میں دو مختلف کارروائیوں میں ۳ سیکورٹی اہل کار ہلاک اور متعدد زخمی ہوگئے۔

۳۰ نومبر: مہمند ایجنسی میں فوجی قافلے پر بارودی سرنگ حملے میں ۳ سیکورٹی اہل کار ہلاک اور دو زخمی ہوگئے۔

یکم دسمبر: باجوڑ میں پاکستانی فوج کی گشتی ٹیم پر خودکار اسلحہ سے حملہ کیا گیا، اس حملے میں کئی فوجی نشانہ بنے۔

یکم دسمبر: مہمند ایجنسی میں پاکستانی فوج کے قافلے پر پر بارودی سرنگ سے حملہ کیا گیا، ۶ فوجی ہلاک اور متعدد زخمی ہوئے۔

۳ دسمبر: مہمند ایجنسی کی تحصیل صافی کے علاقے چناری روڈ پر مجاہدین نے سیکورٹی فورسز کی گشتی پارٹی پر حملہ کیا، سرکاری ذرائع نے ایک سیکورٹی اہل کار کی ہلاکت اور ۳ کے شدید زخمی ہونے کی تصدیق کی۔

۴ دسمبر: مہمند ایجنسی کی تحصیل صافی کے علاقے منصور کور میں بارودی سرنگ دھماکہ میں دو سیکورٹی اہل کار حضرت علی اور حمید خان زخمی ہوگئے۔

۶ دسمبر: ۹ نومبر: مہمند ایجنسی کے پولیٹیکل ایجنٹ کے دفتر میں منعقدہ جرگہ کے موقع پر فدائی حملہ کرکے امن لشکر اور سیکورٹی فورسز کے ۵۰ سے زائد افراد کو ہلاک اور ۷۰ سے زائد کو شدید زخمی کردیا گیا۔

۸ دسمبر: جنوبی وزیرستان میں پرویز کیانی اور فضائیہ چیف راؤ قمر کے لدھا کے دورہ کے موقع پر مجاہدین نے لدھا کیمپ پر میزائلوں کی بوچھاڑ کردی۔ کیانی اور راؤ قمر نے زیرزمین بیرکوں میں چھپ کر جان بچائی۔

۹ دسمبر: سوات کے علاقے خوازخیلہ میں مجاہدین سے جھڑپ کے دوران ایک فوجی ہلاک اور ایک زخمی ہوا۔

۹ دسمبر: خیبر ایجنسی کی تحصیل باڑہ میں سیکورٹی فورسز پر حملہ کیا گیا، ۴ سیکورٹی اہل کار زخمی ہوئے۔

۹ دسمبر: مہمند ایجنسی میں مقامی امن لشکر کے سرغنہ ملک سلیم محمد کو اپنے نائب ملک کجکول سمیت مجاہدین نے ایک کارروائی میں ہلاک کردیا۔

۹ دسمبر: مہمند ایجنسی میں امن لشکر کے دفتر کو تباہ کردیا گیا۔

۹ دسمبر: مہمند ایجنسی میں ایک سیکورٹی چیک پوسٹ پر مجاہدین نے حملہ کرکے ۲ فوجیوں کو ہلاک اور ۴ کو زخمی کردیا۔

۹ دسمبر: سیکورٹی فورسز کی گاڑی پر بارودی سرنگ حملہ کیا گیا، گاڑی تباہ، ایک اہل کار ہلاک اور ۹ زخمی ہوئے۔

۹ دسمبر: جنوبی وزیرستان کے علاقے اسپنگی راغزائی کے علاقے میں پاکستانی فوج کے قافلے پر حملہ کیا گیا۔ ۴۵ سیکورٹی اہل کار ہلاک اور ۳ قید کرلیے گئے، اسی طرح پانچ فوجی گاڑیوں کو نذرآتش کردیا گیا اور تمام اسلحہ غنیمت کے طور پر حاصل کیا گیا۔

۹ دسمبر: جنوبی وزیرستان کے علاقے لدھا میں سیکورٹی فورسز پر حملہ کیا گیا، جس میں ۲ فوجی ہلاک اور ۴ دوسرے زخمی ہوئے۔

۱۰ دسمبر: مہمند ایجنسی کی تحصیل امبار میں بارودی سرنگ کے دھماکے میں ۴ سیکورٹی اہل کاروں کے زخمی ہونے کی سرکاری ذرائع نے تصدیق کی۔

۱۲ دسمبر: مہمند ایجنسی کی تحصیل امبار کے علاقے شاتی کنڈاؤ میں سیکورٹی فورسز کی سجاد چیک پوسٹ پر مجاہدین نے مارٹر گولوں سے حملہ کیا جس کے نتیجے میں ۲ سیکورٹی اہل کار ہلاک اور ۶ زخمی ہوگئے۔

۱۵ دسمبر: باجوڑ فوج کے گشتی قافلے پر فائرنگ کی گئی۔ اس حملے کے نتیجے میں دو فوجی ہلاک ہوگئے۔

۱۵ دسمبر: مہمند کی تحصیل صافی میں فوج کی گاڑی پر بارودی سرنگ کے ذریعے حملہ کیا۔ جس کے نتیجے میں دو فوجی ہلاک اور ایک زخمی ہوا۔

۱۵ دسمبر: پشاور کے قریب متنی کے علاقے میں محسود کے امن لشکر کے سربراہ ملک علی الرحمٰن کے گھر کو تباہ کردیا گیا۔

۱۵ دسمبر: مہمند ایجنسی میں فوجی کانوائے پر بارودی سرنگ حملہ کیا گیا جس کے نتیجے میں چار سیکورٹی اہل کار ہلاک ہوگئے۔

۱۵ دسمبر: جنوبی وزیرستان کے علاقے اسپنگی راغزائی میں ۹ نومبر کی کارروائی کے نتیجے میں قید کیے گئے ۳ سیکورٹی اہل کاروں میں سے ایک کو ہلاک کردیا گیا۔

۱۵ دسمبر: جنوبی وزیرستان کے صدر مقام وانا میں ایف سی قلعہ کے قریب زیرتعمیر ایف سی پکٹ کو بارودی مواد سے اڑادیا گیا۔ سرکاری ذرائع کا کہنا ہے کہ کارروائی کے وقت ۴۰ سے زائد خاصہ دار فورس کے اہلکار عمارت میں موجود تھے۔

(بقیہ صفحہ ۵۶ پر)

صلیبی جنگ اور ائمۃ الکفر

نوید صدیقی

پاکستان قبائلی علاقوں میں مزید آپریشن کرے: اوباما کا اصرار

امریکی صدر اوباما نے کہا ہے کہ " میں پاکستان پر زور دیتا ہوں کہ پاکستانی فوج قبائلی علاقوں میں مزید آپریشن کرے، القاعدہ کے خلاف جنگ میں پاکستان کی طرف سے خاطر خواہ پیش رفت نہیں ہو رہی، پاکستانی سرحد سے مزید حملوں کی منصوبہ بندی کی جا رہی ہے۔ہم پاکستان اور افغانستان کے سرحدی علاقوں میں پاکستان آرمی کی جانب سے کیے جانے والے آپریشن کو خوش آمدید کہیں گے"۔

پاکستان میں القاعدہ ٹھکانے ناقابل برداشت ہیں: فرانسیسی صدر

فرانسیسی صدر نکولس سرکوزی نے کہا ہے کہ " پاکستان کے سرحدی علاقوں میں القاعدہ کے محفوظ ٹھکانے عالمی برادری کے لیے ناقابل برداشت ہیں، پاکستان اپنی سرزمین پر موجود دہشت گردوں کے خلاف کارروائی تیز کرے"۔

القاعدہ اور انتہا پسندی کے خاتمے کے لیے پاکستان پر دباؤ جاری رکھیں گے: پیٹریاس

افغانستان میں ایساف کے کمانڈر ڈیوڈ پیٹریاس نے کہا ہے کہ " امریکہ اور پاکستان فاٹا میں القاعدہ کے مکمل خاتمے کے لیے خفیہ کارروائیاں کر رہے ہیں، القاعدہ اور انتہا پسندی کے خاتمے کے لیے پاکستان پر دباؤ جاری رکھیں گے"۔

جنگ میں کامیابی کے لیے پاکستان سے مزید مدد درکار ہے: رابرٹ گبز

وائٹ ہاؤس کے ترجمان رابرٹ گبز کا کہنا ہے کہ " شدت پسندوں کو شکست دینے کے لیے پاکستان کی طرف سے مزید معاونت بہت ضروری ہے"۔

پاکستان کے نظام نے اپنا تن من دھن سب کچھ کفر پر وار دیا حتٰی کہ ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے لیکن اس سب کچھ کے باوجود نظام طاغوت کے سربراہ ان سے خوش نہیں اور مسلسل ڈومور کا تقاضا کر رہے ہیں حقیقت یہ ہے کہ جو اپنے رب کو چھوڑ کر بندوں کو اپنا رب بنالے تو اس کے لیے دنیا اور آخرت میں ذلت ہی لکھی جاتی ہے۔

امید ہے پاکستان شمالی وزیرستان میں بھی اپنی رٹ قائم کرلے گا: مائیک مولن

امریکی فوج کے سربراہ مائیک مولن نے کہا ہے کہ " امید ہے کہ پاکستان جلد شمالی وزیرستان میں بھی دہشت گردوں کی قیادت کو ختم کرتے ہوئے اپنی رٹ قائم کرے گا۔ امریکہ اس جنگ میں کامیابی کے لیے پاکستان کی ہر ممکن مدد کرے گا"۔

پاکستانی فوج شمالی وزیرستان میں آپریشن کے لیے ہچکچاہٹ کا شکار نہیں: منٹر

پاکستان میں متعین امریکی سفیر کیمرون منٹر نے کہا ہے کہ " شمالی وزیرستان آپریشن جلد ہونا چاہیے تاہم پاکستانی فوج اس حوالے سے ہچکچاہٹ کا شکار نہیں ہے۔ہم پاکستانی فوج کی استعدادِ کار کو بڑھانے میں مدد دے رہے ہیں"۔

شمالی وزیرستان ایک ایسا کانٹا ہے جو پاکستانی صلیبیوں کے گلے کی چھچھوندر بن گیا ہے ان کے آقا ان کو ہر قیمت پر.. چڑھ جا بیٹا سولی رام بھلی کرے گا،، کی عملی تصویر بنا دیکھنا چاہتے ہیں جب کہ ان کو اس سولی پر چڑھنے کا انجام معلوم ہے اس لیے وہ اس سے جان چھڑانا چاہتے ہیں دیکھے اب ان کی قسمت میں کب اس قربان گاہ پر قربان ہونا لکھا ہے۔

القاعدہ کو پاکستانی حکومت گرانے نہیں دیں گے: بائیڈن

امریکی نائب صدر جو بائیڈن نے کہا ہے کہ القاعدہ ایٹمی ہتھیاروں سے لیس پاکستان میں حکومت گرانے کی کوشش کر رہی ہے لیکن اُسے کامیاب نہیں ہونے دیا جائے گا۔ آندھی آئے یا طوفان 'امریکہ ہر صورت ۲۰۱۴ء تک افغانستان سے اپنی فوج نکال لے گا"۔

بائیڈن پاکستان کو القاعدہ سے بچانے کی بات کرتے ہوئے ذرا بھی شرمندہ نہیں ہو رہا کہ خود اس کا امریکہ افغانستان اور عراق سمیت دنیا میں ہر جگہ القاعدہ کے ہاتھوں یرغمال بنا ہوا ہے اور وہ پاکستان کو بچانے کی بات کرتا ہے جب کہ دوسری طرف اسی پاکستان کو کہتے ہیں کہ القاعدہ کے خلاف ہماری مدد کرو اسے کہتے ہیں کہ رسی جل جائے مگر بل نہ جائے۔

افغان مسئلہ آخرکار مذاکرات سے حل ہوگا۔ مائیک مولن

افغانوں کو ہرانا آسان نہیں: مک کین

سابق امریکی صدارتی امیدوار میک کین نے اعتراف کرتے ہوئے کہا " افغانوں کو میدان جنگ میں شکست دینا آسان نہیں، وہ سر دھڑ کی بازی لگا کر لڑتے ہیں۔ وزیرستان وہ علاقہ ہے جس پر دو ہزار سال سے کوئی حکومت نہیں کر سکا"۔

مولن یہ بات کر کے دل کی بات زبان پر لے آیا ہے باقی جنگ جاری رکھنے کے امریکی دعوے گپ شپ سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے جب کہ میکین بھی مجاهدین کو ہرانا ناممکن قرار دے رہا ہے لیکن اصل حقیقت سے تو یہ سب بے خبر ہی ہیں کہ ان کا مقابلہ انسانوں سے نہیں بلکہ ان کے رب سے ہے اور اس کی قوت کے سامنے ساری کائنات مل کر بھی بے بس ہے۔

☆☆☆☆☆

اک نظر ادھر بھی

صبغۃ الحق

سویڈن: اسٹاک ہوم میں دو بم دھماکے

۱۲دسمبر ۲۰۱۰ء کو سویڈن کے دارالحکومت اسٹاک ہوم میں دو بم دھماکے ہوئے۔جن کے نتیجے میں ایک شخص ہلاک اور دو زخمی ہوگئے۔سویڈش ذرائع ابلاغ کے مطابق ان دھماکوں کا ہدف سویڈن کا وزیر خارجہ تھا۔

روم میں سوئٹزرلینڈ اور چلی کے سفارت خانوں میں بم دھماکے

۲۳دسمبر ۲۰۱۰ء کو روم میں سوئس سفارت خانے اور چلی کے سفارت خانے میں پارسل بم دھماکے ہوئے،مغربی ذرائع ابلاغ نے حسبِ روایت ان دھماکوں کی خبر کو چھپانے اور نقصان کو کم سے کم منظر عام پر لانے کی غرض سے صرف اس قدر رپورٹ کیا کہ ان دھماکوں میں ۳ا فراد زخمی ہوئے۔

سویڈن اور روم میں یہ دھماکے شیخ اسامہ کے اس بیان کے عملی اظہار کی شروعات ہیں جس میں انہوں نے کہا تھا کہ اب تم ہماری بات سنو گے نہیں بلکہ اپنی آنکھوں سے دیکھو گے۔گزشتہ عرصے میں صلیبیوں نے اپنے گھٹیا پن سے یہ ثابت کیا ہے کہ اللہ کی زمین کو ان کے ناپاک وجود سے پاک کرنا ہی اللہ کے بندوں سے بھلائی کا تقاضہ ہے۔

امریکی سینٹ نے فوج میں ہم جنس پرستوں کو ملازمت دینے کا بل منظور کرلیا

امریکی سینٹ نے فوج میں کھلے عام ہم جنس پرستوں کو ملازمت کرنے کی اجازت دینے کا بل منظور کرلیا۔اس بل کے حق میں ۶۵ جبکہ مخالفت میں ۳۱ ووٹ ڈالے گئے۔جبکہ اوباما نے اگلے ہی دن اس بل پر دستخط کرکے اس کی توثیق کردی۔اوباما نے سینٹ میں بل کی منظوری کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا کہ'' اس کا مطلب ہے کہ ہزاروں محبِّ وطن امریکیوں کو اس لیے فوج سے نہیں نکالا جاسکے گا کہ وہ ہم جنس پرست ثابت ہوئے ہیں''۔

وحی کے منکر ان معاشروں کی گراوٹ کی انتہا ہے کہ فطرت سلیمہ جن باتوں کا بیان بھی گوارا نہیں کرتی یہ گندگی کے ڈھیر ان کو اپنے قوانین قرار دے رہے ہیں ۔ایسے فوجی کیا مقابلہ کریں گے اللہ کے ان بندوں کا جو اپنی زبان سے نکلنے والے الفاظ کے بارے میں بھی محتاط ہوتے ہیں۔

خطے میں تیسری عالمی جنگ لڑی جارہی ہے: حیدر ہوتی

صوبہ سرحد کا وزیراعلیٰ امیر حیدر خان ہوتی کہتا ہے کہ'' حکومت حالت جنگ میں ہے جبکہ خطے میں تیسری عالمی جنگ لڑی جارہی ہے،خودکش حملے کرنے والے مسلمان کہلانے کے قابل نہیں''۔

اسلام اور کفر کے درمیان بپا معرکے کو ہوتی تیسری جنگ عظیم کہہ کر لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے چکر میں ہے جب کہ ،صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں والا معاملہ ہے کہ اصل حقیقت تو اس صلیبی ہرکارے کو خوب معلوم ہے۔

مقبوضہ کشمیر کو کیا روئیں' قبائلی علاقوں میں زیادہ مظالم ہورہے ہیں: فضل الرحمٰن

مولانا فضل الرحمٰن نے کہا ہے کہ'' فوج وزیرستان اور قبائلی علاقوں میں ایسے ہی پھنس چکی ہے جیسے نیٹو افواج افغانستان میں پھنس چکی ہیں۔کسی بھی فوجی آپریشن کے مثبت نتائج نہیں نکلے،صرف میڈیا میں پروپیگنڈہ جاری ہے۔کشمیر سے بڑھ کر قبائلی علاقوں میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں ہورہی ہیں۔قبائلی علاقوں میں سول ملازمین کی تعیناتی اور تبادلے بھی فوج کی اجازت سے ہورہے ہیں۔قبائلی علاقوں سمیت پورے صوبے میں حکومت کی عملداری کہیں نظر نہیں آتی ور کشمیریوں کے حقوق کی بات وہ کیسے کرسکتے ہیں جب پاکستان کے قبائلی علاقوں میں ہی حقوق پامال کیے جارہے ہیں۔حکومت کہتی ہے ہم نے سوات ،باجوڑ،اورکزئی اور مہمند میں کامیاب آپریشن کیا مگر اب تک ان علاقوں سے ایک سپاہی بھی واپس نہیں آیا۔وزیرستان نہ صرف پاکستان بلکہ پوری دنیا کے لیے مشکل ترین جگہ ہے۔یہ بالکل اسی طرح ہے جس طرح امریکہ اور نیٹو فوج ۱۰ سال گزرنے کے باوجود افغانستان میں کامیاب نہیں ہوئی،وہ اب وہاں سے بھاگنے کے لیے راستہ ڈھونڈ رہی ہیں''۔

بہت دیر کی مہرباں آتے آتے کے مصداق مولانا نے سچ بیان کرنے میں بہت دیر کردی وگرنہ قبائل اور مالاکنڈ ڈویژن میں کئی سالوں سے وہاں کے مسلمان اس فوج کے ہاتھوں بدترین ظلم کا شکار ہیں اور اس پر مستزاد ظلم یہ ہے کہ ان کی آہوں اور سسکیوں کو میڈیا،سیاسی اور مذہبی جماعتیں سبھی سننے سے قاصر ہیں لیکن اس بارگاہ میں تو یقینا ان کی شنوائی ہو رہی ہے جہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔

پاکستانی فوج کی ۱۲ویں کور میں مریکی دفاعی نمائندہ بیٹھے گا: پنٹاگون

امریکہ محکمہ دفاع نے کانگریس کو پیش کردہ ایک رپورٹ میڈیا کو بھی جاری کردی ہے،جس میں انکشاف کیا گیا ہے کہ پاکستانی فوج نے ۱۲ویں کور کے کوئٹہ ہیڈکوارٹر میں امریکی دفاعی نمائندے اور اتحادی افواج کو نمائندگی کی اجازت دے دی ہے۔

وعدے پورے نہ ہوئے تو طالبان سے لڑنا چھوڑ دیں گے: سربراہ قبائلی لشکر

پشاور کے مضافات میں طالبان مخالف آدیزئی قومی لشکر کے سربراہ دلاور خان نے

دھمکی دی ہے کہ ''اگر حکومت نے عسکریت پسندوں کے خلاف جاری جنگ میں ان سے کیے گئے وعدے پورے نہ کیے تو وہ لڑنا چھوڑ دیں گے۔ پچھلے دو برسوں میں حکومت نے ہتھیار، راشن اور تیل کی فراہمی سمیت کئی طرح کے وعدے کیے لیکن اب تک کوئی وعدہ پورا نہیں کیا گیا۔ اگر آدیزئی اور بازید خیل کے عوام لشکر نہ بناتے تو طالبان پشاور پر کب کا قبضہ کر چکے ہوتے''۔

☆☆☆☆☆

بقیہ: غیرت مند قبائل کی سرزمین سے

۷ دسمبر: شمالی وزیرستان کے علاقے رزمک میں ۲۳ رکنی حکومتی امن جرگے کو مجاہدین نے گرفتار کر لیا۔

۲۰ دسمبر: خیبر ایجنسی کی تحصیل باڑہ میں مجاہدین نے ایک چیک پوسٹ پر حملہ کر دیا، جس میں موجود ۸۰ سے زائد ایف سی اہل کار محصور ہو کر رہ گئے۔

۲۴ دسمبر: مہمند ایجنسی کی تحصیل بائیزئی میں مجاہدین نے سکیورٹی فورسز کی پانچ چیک پوسٹس پر حملے کیے، سکیورٹی ذرائع نے ۱۱ سکیورٹی اہل کاروں کے ہلاک جبکہ ۶ کے زخمی ہونے کی تصدیق کی۔

پاکستانی فوج کی مدد سے صلیبی ڈرون حملے

۲۸ نومبر: شمالی وزیرستان کے علاقے اسپین وام میں ایک گاڑی پر امریکی ڈرون حملے میں ۴ افراد شہید ہو گئے۔

۶ دسمبر: شمالی وزیرستان کی تحصیل میر علی میں امریکی جاسوس طیاروں نے ایک دکان اور گاڑی پر ۴ میزائل داغے، ۷ افراد شہید۔

۱۰ دسمبر: شمالی وزیرستان کی تحصیل دتہ خیل میں ایک گاڑی پر جاسوس طیارے سے ۴ میزائل داغے گئے، گاڑی میں سوار ۴ افراد شہید ہو گئے۔

۱۳ دسمبر: شمالی وزیرستان میں میران شاہ رزمک روڈ پر امریکی جاسوس طیارے سے ایک گاڑی پر ۵ میزائل داغے گئے، ۴ افراد شہید ہو گئے۔

۱۴ دسمبر: شمالی وزیرستان کے گاؤں ٹل میں ایک گاڑی پر جاسوس طیارے سے ۲ میزائل داغے گئے، ۴ افراد شہید ہوئے۔

۷ دسمبر: خیبر ایجنسی کی وادی تیراہ اور تحصیل باڑہ کے مختلف مقامات پر امریکی طیاروں کے ۳ ڈرون حملوں میں ۷۰ افراد شہید اور متعدد زخمی ہو گئے۔

☆☆☆☆☆

نیٹو رسد پر مجاہدین کی طرف سے کیے جانے والے حملے
(اکتوبر ۲۰۱۰ء تا دسمبر ۲۰۱۰ء)

۲۴ اکتوبر: خضدار میں مجاہدین نے نیٹو کے لیے رسد لے جانے والے ۲ ٹرکوں کو نذرِ آتش کر دیا۔

۲۴ اکتوبر: وڈھ کے علاقے میں نیٹو کنٹینر پر فائرنگ کی گئی، جس کے نتیجے میں ڈرائیور اقبال اور عدنان شدید زخمی ہو گئے۔

۲۹ اکتوبر: قلات کے علاقے منگو چر میں مجاہدین نے نیٹو کنٹینر پر فائرنگ کے بعد اُسے نذرِ آتش کر دیا۔

۲۹ اکتوبر: خضدار کے علاقے باغبانہ کے قریب مجاہدین نے نیٹو فورسز کے لیے سامان لے جانے والے ۲ کنٹینروں پر فائرنگ کر دی، جس سے ڈرائیور عبدالرشید ہلاک جبکہ کلینر شاہ زیب زخمی ہو گیا۔ اس کے بعد ان دونوں کنٹینروں کو تیل چھڑک کر آگ لگا دی گئی۔

۲۹ نومبر: کراچی کے علاقے منگھوپیر میں نیٹو ٹرالر کو نذرِ آتش کر دیا گیا۔

یکم نومبر: جی ٹی روڈ پر پبی کے قریب مجاہدین نے نیٹو آئل ٹینکرز پر فائرنگ کر کے ۳ افراد کو زخمی کر دیا۔

۶ نومبر: خضدار کے علاقہ زہری کراپ پر مجاہدین نے نیٹو ٹرالر پر فائرنگ کر کے دو افراد کو ہلاک اور دیگر ۳ کو زخمی کر دیا۔

۷ نومبر: چکوال میں مجاہدین نے نیٹو فوج کے لیے تیل لے جانے والے ۲ آئل ٹینکرز پر فائرنگ کر کے انہیں خاکستر کر دیا۔

۷ نومبر: قلات کے علاقے منگو چر کے قریب مجاہدین نے نیٹو فورسز کے لیے سامان لے جانے والے ۲ کنٹینروں پر فائرنگ کے بعد تیل چھڑک کر آگ لگا دی۔

۱۰ نومبر: سبی کے قریب مجاہدین نے فائرنگ کر کے نیٹو کے ۲ آئل ٹینکروں کو تباہ کر دیا۔

۱۰ نومبر: ضلع بولان میں ڈھاڈر کے قریب مجاہدین نے نیٹو کے ۲ آئل ٹینکروں کو آگ لگا دی۔

۱۱ نومبر: کوئٹہ کراچی شاہراہ پر مجاہدین نے ۲ نیٹو کنٹینرز کو آگ لگا کر تباہ کر دیا۔

۱۱ نومبر: سبی کے قریب ڈھاڈر کے مقام پر ۲ نیٹو آئل ٹینکروں کو آگ لگا دی گئی۔

۱۳ نومبر: چمن میں مجاہدین نے ۳ نیٹو آئل ٹینکرز پر فائرنگ کی اور بعد ازاں اُنہیں آگ لگا کر خاکستر کر دیا۔

۱۴ نومبر بولان میں مجاہدین کی فائرنگ سے ا نیٹو آئل ٹینکر تباہ ہو گیا۔

۲۰ نومبر: پشاور میں مجاہدین نے نیٹو کے لیے تیل اور سامان لے جانے والے ۲ آئل ٹینکروں اور ۱۵ ٹریلرز کو نذرِ آتش کر دیا۔

۲۶ نومبر: ضلع خضدار کے علاقے زاوہ میں ایک نیٹو ٹرالر کو تیل چھڑک کر آگ لگا دی گئی۔

یکم دسمبر: مستونگ میں کھڈ کوچہ کے علاقے میں نیٹو کنٹینر کو آگ لگا دی گئی، جس کے نتیجے میں کنٹینر مکمل طور پر جل گیا۔

یکم دسمبر: خضدار میں کوئٹہ کراچی شاہراہ سے متصل واپڈا گرڈ کے قریب نیٹو آئل ٹینکر کو آگ لگا دی گئی۔

۳ دسمبر: مردان میں اسلام آباد پشاور موٹر وے پر نیٹو کنٹینر پر فائرنگ کر کے ڈرائیور کو ہلاک کر دیا گیا۔

۷ دسمبر: بلوچستان کے ضلع کیچ اور مستونگ میں نیٹو ٹینکرز پر حملے میں ایک ڈرائیور ہلاک جبکہ ۲ زخمی ہو گئے، ۲ ٹینکرز بھی جلا کر تباہ کر دیے گئے۔

۱۲ دسمبر: مستونگ کے علاقے دشت بڈو میں نیٹو کنٹینر کو آگ لگا کر جلا دیا گیا۔

☆☆☆☆☆

ہم تو ہر فرعون سے ٹکرائے ہیں

کیا ہوا ظلم کے بادل بھی اگر چھائے ہیں
ہم کہاں درد کے لمحات سے گھبرائے ہیں

کہہ دو باطل سے الجھنے کی حماقت نہ کرے
زخم کیا بھول گیا جو ابھی کھائے ہیں

ہم میں ہیں "ضربِ کلیمی" کے وہ اندازِ جنوں
ہم تو ہر دور میں فرعون سے ٹکرائے ہیں

کیا ہوا آتشِ نمرود ہے ان ہاتھوں میں
ہم بھی جذبات براہیم اٹھا لائے ہیں

اور ہیں جن کو ارے موت سے وحشت ہوگی
ہم تو خود شوق سے مقتل میں چلے آئے ہیں

حسنِ تاریخ کو ہم نے ہی یہ رعنائی بخشی
اس کے گیسو بھی ہمی نے ہی سلجھائے ہیں

اب بھی اسلام کو ہم دیں گے لہو کے تحفے
ہم تو حق کے لیے ہر چیز لٹا آئے ہیں

انوؔر اب پھر سے بدل دیں گے زمانے کا چلن
ہم پہ اللہ کی نصرت کے گھنے سائے ہیں

(انور جمیل)
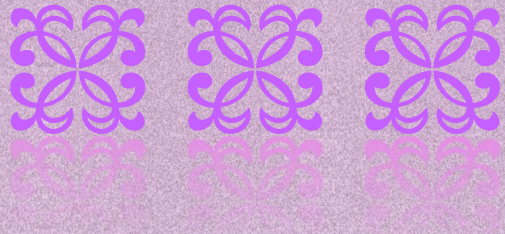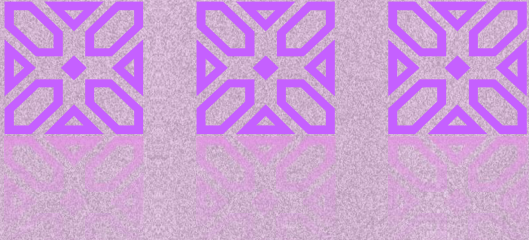
علمائے کرام کا ہندوستان میں انگریزوں کے خلاف جہاد

جس زمانے میں ہندوستانی مسلمان اور سرحد کے غیور پٹھان' علمائے صادق پور کی زیر قیادت سرحدی علاقے میں انگریز سامراج کے خلاف برسر پیکار تھے، انہی دنوں امیر المومنین سید احمد شہید رحمہ اللہ کے خلیفہ' میاں جی نور محمد جنجھانویؒ کے خلیفہ حافظ محمد ضامن صاحبؒ، برطانوی صلیبی توسیع پسندوں کے عزائم پر کڑی نظر رکھے ہوئے تھے۔ سرحد میں انقلابیوں کی ناکامی اور بعض قبائل کے حریت پسندوں کے مقابل میں انگریزوں سے وفاداری کے واقعات ان کے لیے دلی اضطراب اور قلق کا باعث بنے ہوئے تھے۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ اور تھانہ بھون کے مولانا شیخ محمدؒ (یہ دونوں حضرات بھی میاں جی نور محمد جنجھانویؒ کے خلفا تھے) بھی ان حالات کا بغور جائزہ لے رہے تھے۔ حاجی صاحبؒ انقلاب کی تحریک میں مولانا حافظ محمد ضامنؒ کے ہمنوا تو ضرور تھے مگر اس قدر جوش نہ رکھتے تھے جو حافظ ضامن صاحبؒ کے دل و دماغ کو محصور کیے ہوئے تھا۔ جبکہ تھانہ بھون کے مولانا شیخ محمدؒ کی رائے میں انگریزوں کے خلاف جہاد فرض تو درکنار بلکہ جائز ہی نہ تھا۔ اس اختلاف اور فتویٰ کی بنا پر مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کو ان علاقوں سے بلوایا گیا۔ یہ دونوں حضرات' حضرت شاہ عبدالغنی مجددیؒ، حضرت شاہ احمد سعید مجددیؒ اور حضرت مولانا مملوک علیؒ و دیگر اساتذہ دہلی سے سند فراغ علوم عقلیہ ونقلیہ حاصل کر چکے تھے۔

دونوں حضرات کے پہنچنے پر ایک اجتماع میں جہاد کے مسئلہ پر گفتگو کا آغاز ہوا تو حضرت نانوتویؒ نے انتہائی ادب سے (اپنے چچا پیر) مولانا شیخ محمد سے دریافت کیا کہ حضرت کیا وجہ ہے آپ دشمنان دین و وطن پر جہاد کو فرض بلکہ جائز بھی نہیں فرماتے تو حضرت شیخ محمد نے جواب دیا کہ ہمارے پاس اسلحہ اور آلات جہاد نہیں ہیں اور ہم بے سروسامان ہیں۔ حضرت نانوتویؒ نے عرض کیا، کیا اتنا سامان بھی نہیں ہے جتنا کہ غزوہ بدر میں تھا۔ اس پر مولانا شیخ محمدؒ نے سکوت فرمایا، تب حضرت حافظ ضامنؒ نے فرمایا کہ مولانا بس سمجھ میں آ گیا۔ اس کے ساتھ ہی انگریزوں کے خلاف اعلان جہاد کر دیا گیا اور جہاد کی تیاری شروع کر دی گئی۔

حاجی صاحبؒ امام متعین کیے گئے، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ مجاہدین کے سپہ سالار مقرر کیے گئے۔ حضرت گنگوہیؒ قاضی بنائے گئے، مولانا محمد منیر نانوتویؒ اور مولانا حافظ ضامن تھانویؒ کو میمنہ میسرہ (دائیں اور بائیں) کا امیر قرار دیا گیا۔ ان حضرات کے علم، تقویٰ اور پرہیز گاری کا اطراف و جوانب میں بے پناہ شہرہ تھا اور لوگ ان کے اخلاص، دین داری اور خدا ترسی کے سبب ان پر بے پناہ اعتماد کرتے تھے۔ اس لیے تھوڑے سے عرصہ میں لوگ جوق در جوق ان کے اردگرد جمع ہو گئے۔ اس زمانے میں انگریزوں کا قبضہ ہونے کی وجہ سے ہتھیاروں پر پابندی نہ تھی اور مسلمان ہتھیاروں کا رکھنا ضروری سمجھتے تھے مگر وہ ہتھیار پرانے طرز کے تھے جن میں توڑے دار بندوقیں اور تلواریں شامل تھیں۔

ہزاروں مجاہدین کے جمع ہو جانے پر "تھانہ بھون" اور اس کے اطراف کے علاقوں پر نافذ کر دی گئی اور ان علاقوں سے انگریزوں کے حکام کو نکال باہر کر دیا گیا۔ تھانہ بھون کے مجاہدین کو خبر ملی کہ ایک توپ خانہ سہارن پور سے شاملی بھیجا گیا ہے جو ایک پلٹن کی نگرانی میں لایا جا رہا ہے۔ یہ پلٹن رات کو تھانہ بھون کے علاقے سے گزرے گی۔ اس خبر سے مجاہدین کو تشویش ہوئی کیونکہ ان کے پاس جو ہتھیار تھے ان میں برچھے، تلواریں اور توڑے دار بندوقیں شامل تھیں، جن سے توپ خانے کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ تب مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے انہیں اطمینان دلایا کہ فکر مت کرو۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کو چالیس مجاہدین کا امیر مقرر کیا اور انگریز پلٹن پر حملے کا مشن سونپا۔ آپ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ایک باغ میں چھپ گئے۔

یہ باغ اس سڑک کے کنارے واقع تھا جس سے انگریزی سپاہ توپ خانہ لے کر گزرنے والی تھی۔ آپ نے اپنے مامورین کو ہدایت کی کہ جب میں اشارہ کروں تو تمام لوگ ایک وقت میں ایک ساتھ فائر کھول دیں۔ چنانچہ انگریزی سپاہ معہ توپ خانہ مذکورہ باغ کے قریب سے گزری تو مسلمانوں نے مولانا گنگوہی کا اشارہ پاتے ہی یکدم فائر کیا۔ اچانک گولیوں کی آوازیں سن کر پلٹن بدحواس ہوگئی اور توپ خانہ چھوڑ کر بھاگ کھڑی ہوئی۔ حضرت گنگوہیؒ نے غنیمت شدہ توپ خانہ کھینچ کر حضرت حاجی صاحبؒ کی مسجد کے سامنے ڈال دیا۔ اس واقعے سے اردگرد کے عوام اور مجاہدین پر ان حضرات کی فراست، ذکاوت، فنون حربیہ کی مہارت اور معاملہ فہمی کی دھاک بیٹھ گئی۔

اس زمانے میں "شاملی" کو مرکزی مقام کی حیثیت حاصل تھی، تحصیل ہونے کے سبب وہ سہارنپور کے علاقے میں ایک چھوٹی چھاؤنی تھی۔ اس لیے اس پر مسلمانوں کا قبضہ ضروری سمجھا گیا۔ اس منصوبہ پر بحث ہوئی، غور و فکر کیا گیا اور بالآخر حملے کا فیصلہ کر لیا گیا۔ حضرت مولانا محمد ضامن صاحبؒ کی زیر قیادت مجاہدین کے ایک گروہ نے "شاملی" پر حملہ کیا، وہاں موجود انگریزی صلیبی فوج اور پولیس، جن میں مقامی کلمہ گو مرتدین بھی شامل تھے' مجاہدین کے حملے سے مغلوب ہوگئی مگر اس حملے کے نتیجے میں مولانا محمد ضامنؒ شہید ہو گئے۔

(اقتباس: شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کا قافلہ)